



امیر المؤمنین فی الحدیث

محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ

ترجمہ و فوائد

شیخ الحدیث حافظ عبد الستار الحماد

اعداد و تقدیم

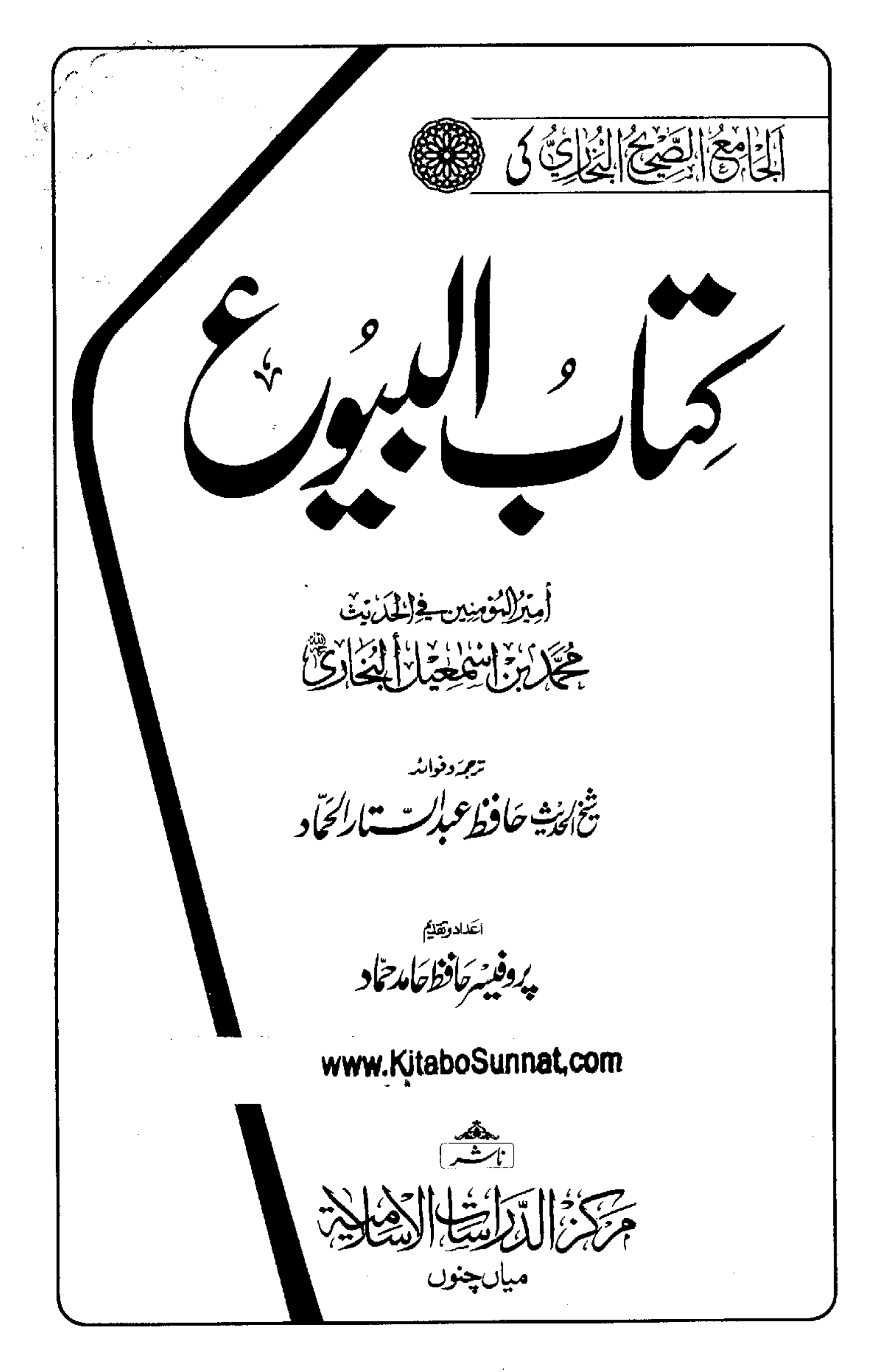
پروفیسر حافظ حامد حماد



ناشر

مرکز الدراسات الاسلامیة

میاں چنوں



الجامع الصحیح البخاری کی

کتاب البیوع

امیر المؤمنین فی الحدیث

محمد بن اسمٰعیل البخاری

ترجمہ و فوائد

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد

اعداد و تقدیم

پروفیسر حافظ حامد حماد

ناشر

مرکز الدراسات الاسلامیہ

میاں چنوں

کتاب ---------------------- کتاب البیوع

ترجمہ و فوائد ---------------------- شیخ الحدیث حافظ عبدالستار الحماد

ناشر ---------------------- مرکز الدراسات الاسلامیہ میاں چنوں

اشاعت ---------------------- 2014ء

قیمت ----------------------

مطبع مکتبہ اسلامیہ پرنٹنگ پریس لاہور
0300-8661763

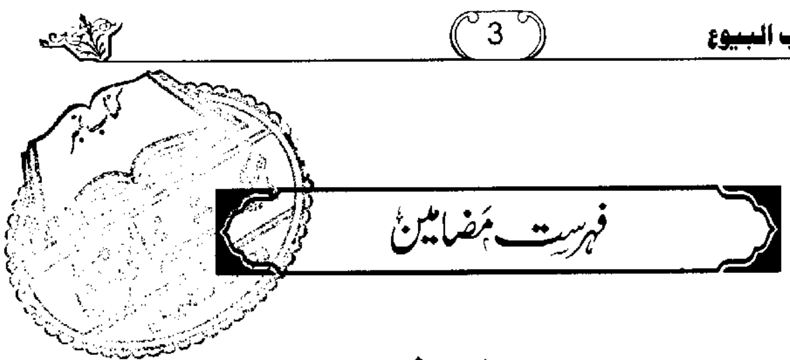


لاہور پاکستان: بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 042-37244973 - 37232369

فیصل آباد: بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد 041-2631204 - 2641204

Email: maktabaislamiapk@gmail.com, Visit on Facebook page: maktabaislamiapk





فہرست مضامین

كتاب البيوع ...... خرید وفروخت کا بیان

كتاب السلم ...... سَلَم کا بیان



تقدیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء و خاتم المرسلین وعلیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔

دین اسلام میں انسانی زندگی کے تمام گوشوں کے لیے راہنمائی موجود ہے۔ اس اعتبار سے یہ دین کامل ہے اور دیگر ادیان پر اسے فوقیت حاصل ہے، چنانچہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے متعلق پوری پوری ہدایات ہیں تو دوسری طرف اخلاق و کردار، عادات و اطوار اور مالی معاملات کے بارے میں مفصل احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی گذارنے کے لیے مال کو ایک بہترین ذریعہ قرار دیا ہے لیکن جہاں یہ مال زندگی کا سہارا اور ذریعہ ہے وہاں یہ زندگی میں بگاڑ پیدا کرنے کا سبب بھی ہے۔ اگر مال کا حصول، استعمال اور اسے خرچ کرنے میں اسلامی تعلیمات کو مدنظر رکھا جائے تو یہ مال پُر امن بقائے باہمی کی ضمانت دیتا ہے، لیکن اگر مال کمانے یا خرچ کرنے میں اسلامی ہدایات کو نظر انداز کر دیا جائے تو یہی دولت انسان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے اندر حرص، طمع اور لالچ نے اس قدر جڑیں مضبوط کر رکھی ہیں کہ ہم باہمی لین دین کے معاملات میں افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ چنانچہ آج ہم جس دور سے گذر رہے ہیں غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے حالات کے متعلق ہی پیشین گوئی فرمائی تھی۔

''لوگوں پر ایک ایسا وقت آنے والا ہے کہ انسان اپنی روزی کے متعلق حلال وحرام کی پروا نہیں کرے گا۔'' (بخاری، البیوع: ۲۰۵۹)

حصول مال کے کئی ایک ذرائع ہیں، جن میں ایک تجارت بھی ہے۔ دورِ حاضر میں وہی قومیں ترقی یافتہ خیال کی جاتی ہیں جو میدان تجارت میں آگے ہوں، اگرچہ عروج وترقی کا یہ معیار سراسر غلط ہے، تاہم اس میدان میں آگے بڑھنا ہماری شریعت میں قطعاً ناپسندیدہ نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کو اس میدان میں دیگر اقوام کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی مقام پر بھی شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت دار تاجر کی بایں الفاظ تعریف کی ہے:

''امانت دار، سچا تاجر قیامت کے دن انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

(ترمذی، البیوع: ۱۲۰۹)

تجارت، خرید وفروخت اور باہمی لین دین کے شرعی اصول کیا ہیں؟ وہ کونسی تعلیمات ہیں جنہیں اختیار کر کے ہمارا کمایا ہوا مال ہمارے لیے حلال اور جائز ہوگا؟ مال کمانے اور خرچ کرنے کے کون کون سے

اصولوں کی پاسداری ضروری ہے، تاکہ حرام اور اس کی نحوست سے بچا جا سکے۔ اسلامی معاشرے کے ہر فرد کو بالخصوص تاجر کو ان کا علم ہونا چاہیے۔ چنانچہ خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا درج ذیل فرمان ہمارے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

''ہمارے بازاروں میں وہی انسان خرید وفروخت کرے جسے دین کی سمجھ حاصل ہو۔''

(ترمذی، الوتر: ٤٨٧)

تجارت کی مشروعیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔'' (البقرۃ:٢٧٥)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رائج الوقت نظامِ تجارت کا جائزہ لے کر وحی کی روشنی میں اس کی حدود کا تعین فرمایا اور مندرجہ ذیل بنیادی اصول بیان فرمائے:

١۔ تجارت کی بنیاد باہمی رضا مندی پر ہے، اگر کسی بھی طور پر باہمی رضا مندی میں خلل موجود ہو تو ایسی تجارت جائز نہیں ہوگی۔

٢۔ خریدار اور فروخت کنندہ، مال لینے دینے میں آزاد، اس کے ہر پہلو پر مطلع اور معاہدۂ بیع کے حقیقی نتائج سے آگاہ ہوں بصورت دیگر عمل تجارت درست نہیں ہوگا۔

٣۔ اگر فریقین میں سے کسی نے دوسرے کو بے خبر رکھا، دھوکا دیا یا کسی طور پر اسے مجبور کیا تو ایسی بیع جائز نہیں ہوگی۔

٤۔ مالِ تجارت حلال، کسی نہ کسی طرح فائدہ مند اور ہر قسم کے خفیہ عیوب سے پاک ہو، اگر مالِ تجارت حرام، غیر مفید یا عیب دار ہو تو اس کی تجارت ناجائز ہوگی۔

٥۔ اگر خرید وفروخت کا عمل مکمل ہونے کے بعد اسی مجلس میں کسی ایک فریق کو اپنی آمادگی حتمی محسوس نہیں ہوئی اور وہ اس خرید وفروخت سے پیچھے ہٹنا چاہتا ہے تو اسے پیچھے ہٹنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

٦۔ معاہدہ تجارت میں ایسی شرائط کی کوئی گنجائش نہیں جو معاہدہ کو خواہ مخواہ پیچیدہ بناتی ہوں یا کسی فریق کو ناروا پابندیوں میں جکڑتی ہوں۔

٧۔ اگر باہمی خرید وفروخت میں کسی بھی پہلو سے سودی معاملات داخل ہو جائیں تو ایسی تجارت کو کسی بھی صورت میں جائز قرار نہیں دیا جائے گا۔

واضح رہے کہ دین اسلام میں تجارت کی درج ذیل صورتیں منع ہیں:

١۔ گاہک کو دھوکا دینے کے لیے بڑھ چڑھ کر بولی لگانا، جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہو۔

٢۔ مسلمان کے سودے پر سودا کرنا اور اس کی بیع پر بیع کرنا حرام ہے۔

٣۔ غیر موجود چیزوں کی تجارت نیز حرام اور ناپاک اشیاء کی خرید وفروخت درست نہیں۔

۴۔ تجارتی قافلوں کو منڈی میں آنے سے پہلے جا ملنے اور ان سے سامان خریدنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

۵۔ پھلوں اور اناج کو پکنے سے پہلے ہی درختوں اور کھیت میں فروخت کرنا بھی ناجائز ہے۔ ان کے علاوہ کاروبار کی اور بہت سی اقسام حرام اور ناجائز ہیں، جنہیں ہماری تجارتی منڈیوں میں برسرعام کیا جاتا ہے، موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس امر کی اشد ضرورت تھی کہ اس سلسلے میں مستند اسلامی ہدایات وتعلیمات کو لوگوں میں عام کیا جائے، کیونکہ ہمارے بہت سے معاملات اسلامی تعلیمات سے آگاہ نہ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کے بعد صحیح بخاری کا جو مرتبہ ومقام ہے وہ کسی بھی صاحب بصیرت سے مخفی نہیں ہے، اسے معتبر ترین اور صحیح ترین کتاب کا درجہ حاصل ہے، یہ کتاب زندگی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل اور احادیث صحیحہ کا قابل اعتماد مجموعہ ہے، اس کتاب کو والد گرامی شیخ الحدیث ابومحمد حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ نے تیرہ سال کی طویل عرق ریز محنت سے اردو کے قالب میں ڈھالا، پھر ٹھوس فوائد اور اہم نکات، احادیثِ بخاری کی تشریح میں رقم فرمائے، صحیح بخاری کا وہ حصہ جو مالی معاملات اور خرید وفروخت کے بارے میں ہے، وقت کی ضرورت کے پیش نظر اس علمی مجموعے کو آپ کے سامنے لانے پر آمادہ کیا۔ موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر کتاب البیوع کے ساتھ، کتاب السلم کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، بہرحال اس مجموعے کی افادیت کے متعلق قارئین خود فیصلہ کریں گے۔

"عطر آں باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید"

تاہم انسان ہونے کے ناطے بہت سی غلطیوں اور کوتاہیوں کا امکان موجود ہے، قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دوران مطالعہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو اس کی اطلاع ضرور دیں تاکہ آئندہ اس کا ازالہ کر دیا جائے، اس میں اگر کوئی اچھائی ہے تو محض اللہ کا فضل اور خامی ہمارے خام فکر کا نتیجہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعے کی ترتیب وتدوین اور نشر واشاعت میں کسی بھی طرح حصہ لینے والوں کو اپنے ہاں اجر جزیل عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم العلم واہلہ
حافظ حامد حماد
جی۔سی یونیورسٹی، فیصل آباد
موبائل: 0321-4292470

۲۰ / رمضان المبارک / ۱۴۳۵ھ

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل واحکام

انسانی معاشرہ کو تعلقات کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انسان اپنے خالق سے تعلق قائم کرتا ہے، اسے ہم عبادات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اقرار شہادتین، نماز، زکوۃ، حج اور روزہ وغیرہ اسی تعلق مع اللہ کے مظاہر ہیں۔ دوسرے یہ کہ انسان کو اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے، اسے معاملات کا نام دیا جاتا ہے۔ امام بخاری نے عبادات سے فراغت کے بعد اب معاملات کا آغاز کیا ہے۔

انسانوں کی فطری ساخت ایسی ہے کہ وہ زندگی گزارنے کے لیے باہمی تعاون اور ایک دوسرے سے لین دین کے محتاج ہیں۔ معاشرتی طور پر ہر فرد اور ہر طبقہ کی ضرورت دوسرے سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ایک مزدور انسان جس کی ضروریات زندگی بہت مختصر ہیں، اسے بھی اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے کے لیے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جس سے وہ غلہ وغیرہ لے سکے۔ پھر کاشتکار کو اس مزدور کی ضرورت ہے جس سے وہ کھیتی باڑی کے کاموں میں مدد لے سکے۔ پھر ان دونوں کو ایک ایسا آدمی درکار ہے جو ان کی ستر پوشی کے لیے کپڑا تیار کرے۔ پھر سر چھپانے کے لیے مکان اور بیماری کی صورت میں علاج معالجہ کی ضرورت ہے۔ الغرض اشیاء کی خرید و فروخت، محنت ومزدوری، صنعت وزراعت اور دیگر معاشی معاملات انسانی زندگی کے لوازم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں ہماری مکمل راہنمائی فرمائی ہے، جس پر عمل پیرا ہو کو ہم دنیا و آخرت میں شاد کام ہو سکتے ہیں۔ ان احکام پر عمل کرنا دنیا نہیں بلکہ عین دین اور عین عبادت ہے اور اس پر اس طرح اجر وثواب کا وعدہ ہے جس طرح نماز، روزہ اور دیگر عبادات کی ادائیگی پر ہے۔ امام بخاری نے معاملات کا آغاز کتاب البیوع سے فرمایا ہے۔

بیع کا معنی ومفہوم:

لفظ بیوع بیع کی جمع ہے، اس کا معنی فروخت کرنا ہے۔ بعض اوقات خریدنے کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ شرعی اصطلاح میں کسی چیز کا مالک بننے کے ارادے سے مال کا مال کے ساتھ تبادلہ کرنا بیع کہلاتا ہے۔ یہ خرید وفروخت اور تجارت انسانی ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ تجارت کے حسب ذیل چار بنیادی اجزاء ہیں: (۱)......خریدار۔ (۲)......فروخت کار۔ (۳)...... مال تجارت۔ (۴)......معاہدہ تجارت

قرآن کریم نے تجارت کے لیے باہمی رضامندی کو بنیادی اصول قرار دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ



فریقین کوخرید وفروخت کے ہر پہلو پر مطلع ہو کر اپنے آزاد فیصلے سے معاہدہ تجارت پر رضامند ہونا ضروری ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾ (النساء: ٢٩)

''اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے مت کھاؤ مگر یہ کہ کوئی مال رضامندانہ تجارت کی راہ سے ہو جائے۔

باطل طریقہ سے مراد لین دین، کاروبار اور تجارت کے وہ طریقے ہیں جن میں فریقین کی حقیقی رضامندی یکساں طور پر نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں ایک فریق کا تو مفاد محفوظ رہتا ہے جب کہ دوسرا غرر یا ضرر کا ہدف بنتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں غرر یعنی دھوکہ پایا گیا یا اس میں ایک فریق کی بے بسی اور مجبوری کو دخل ہو تو اگر چہ وہ بظاہر اس پر راضی ہوں تاہم شریعت کی رو سے یہ باطل طریقے ہیں جنہیں حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ اس لئے لین دین اور باہمی تجارت نہ تو کسی دباؤ سے ہو اور نہ ہی اس میں فریب اور ضرر کو دخل ہو۔

شروطِ تجارت:

اگر چہ خرید وفروخت کی حلت قرآنی نص سے ثابت ہے لیکن ہر قسم کی خرید وفروخت حلال نہیں بلکہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

۱: فریقین باہمی رضامندی سے سودا کریں۔
۲: خرید کردہ اشیاء اور ان کا معاوضہ مجہول نہ ہو۔
۳: قابل فروخت چیز فروخت کنندہ کی ملکیت ہو اور وہ اسے خریدار کے حوالے کرنے پر قادر ہو۔
۴: فروخت کردہ چیز میں کسی قسم کا عیب چھپا ہوا نہ ہو۔
۵: کسی حرام چیز کی خرید وفروخت نہ ہو اور نہ ہی اس میں سود کو بطور حیلہ جائز قرار دیا گیا ہو۔
۶: اس خرید وفروخت اور تجارت میں کسی فریق کو دھوکہ دینا مقصود نہ ہو۔
۷: اس تجارتی لین دین میں حق رجوع کو برقرار رکھا گیا ہو۔

کتب حدیث میں خرید وفروخت کی تقریباً تیس اقسام کو انہی وجہ سے حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ ہم ان کی آئندہ وضاحت کریں گے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے عبادات کے بیان سے فراغت کے بعد معاملات کا آغاز فرمایا کیونکہ عبادات سے مراد فوائد اُخروی حاصل کرنا ہے جب کہ معاملات سے دنیوی مفاد پیش نظر ہوتا ہے۔ عبادات چونکہ اہم ہیں اس لیے انہیں مقدم کیا۔ معاملات کا تعلق ضروریات سے ہے اس لئے انہیں عبادات کے بعد بیان

کیا ہے۔ پھر معاملات میں سے خرید وفروخت کے مسائل کو پہلے بیان کیا ہے کیونکہ زندگی میں اکثر و بیشتر اس سے واسطہ پڑتا ہے۔ (عمدۃ القاری، ج۸،ص۲۹۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''تمام اہل اسلام نے خرید وفروخت کے جواز پر اتفاق کیا ہے اور عقل وحکمت بھی اس کے جواز کا تقاضا کرتی ہے کیونکہ انسانی ضروریات اس سے پیدا ہوتی ہے۔'' (فتح الباری، ج۴،ص۳۶۴)

تعداد احادیث صحیح بخاری:

امام بخاری نے خرید وفروخت کے مسائل پر مشتمل دو صد سنتالیس مرفوع احادیث بیان کی ہیں۔ ان میں سے چھیالیس معلق اور باقی احادیث متصل سند سے بیان کی ہیں۔ انتیس احادیث کے علاوہ دیگر احادیث کو امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ مختلف صحابہ کرام اور تابعین عظام سے مروی باون آثار بھی بیان کیے ہیں۔

امام بخاری نے ان احادیث پر یکصد تیرہ چھوٹے چھوٹے عنوان قائم کئے ہیں جو علم معیشت میں اساسی قواعد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان قواعد واصول سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجارت کے نام پر لوٹ مار کے کھلے راستوں کے ساتھ ساتھ ان تمام پوشیدہ راہوں کو بھی مسدود کر دیا ہے جو تجارت کو عدل و انصاف اور خیر خواہی سے ہٹا کر ظلم و زیادتی کے ساتھ دولت سمیٹنے کی طرف لے جانے والے ہیں۔ آپ نے انتہائی باریک بینی سے نظام تجارت کا جائزہ لیا اور اس کی حدود و قیود کا تعین فرما کر عمل تجارت کو ہر طرح کے ظلم اور استحصالی ہتھکنڈوں سے پاک کر دیا۔

ہمیں چاہیے کہ امام بخاری کے عنوانات کی روشنی میں اپنی تجارت کو ان اصولوں پر استوار کریں جو مکمل طور پر انسانی فلاح و بہبود کی ضمانت دیتے ہیں۔

قارئین سے استدعا ہے کہ کتاب البیوع کا مطالعہ کرتے وقت ہماری معروضات کو ضرور پیش نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حق بینی اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ (آمین)

ابو محمد عبد الستار الحماد
مرکز الدراسات الاسلامیۃ
(بروز جمعۃ المبارک)



تجارت کی مشروعیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾ (البقرة : 275)

''اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ﴾ (البقرة: 282)

''ہاں جو تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ کرتے ہو اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔''

وضاحت:

سیاق و سباق اور پس منظر کے اعتبار سے پہلی آیت کفار کے جواب میں ہے جنہوں نے کہا تھا کہ ''تجارت بھی تو آخر سود جیسی چیز ہے'' یعنی جب تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے تو قرض پر دیے ہوئے روپے کا منافع کیوں ناجائز ہو؟ اور دوسری آیت سے مقصود یہ ہے کہ اگرچہ روزمرہ کی خرید و فروخت میں بھی معاملہ بیع تحریر میں آ جانا بہتر ہے۔ جیسا کہ آج کل کیش میمو لکھنے کا طریقہ رائج ہے۔ تاہم ایسا کرنا لازم نہیں بلکہ اسے تحریر میں لائے بغیر معاملہ طے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن امام بخاری نے ان ہر دو آیات سے خرید و فروخت کی مشروعیت کو ثابت کیا ہے۔

حافظ عینی لکھتے ہیں کہ انسان طبعی طور پر لالچی واقع ہوا ہے۔ دوسروں کی چیز کو للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھنے کا عادی ہے۔ اگر اسے ضرورت ہو تو چوری، ڈکیتی، لوٹ کھسوٹ اور دھوکہ فریب سے اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے حصول کے لیے خرید و فروخت کا معاملہ مشروع قرار دیا ہے تاکہ کسی پر ظلم اور زیادتی نہ ہو۔ امن اور آشتی کے ساتھ لوگ زندگی بسر کریں۔ [1]

☆......☆......☆

[1] عمدة القاري، ج٨، ص ٢٩٢.



(تجارت کے ضوابط)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (الجمعة : ۱۰، ۱۱)

''جب نماز (جمعہ) سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں منتشر ہو کر اللہ کا فضل تلاش کرو، نیز اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔ کیا عجب کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اور وہ جب کوئی تجارتی سامان یا کھیل تماشہ کی بات دیکھتے ہیں تو اس کی طرف ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو (خطبہ کے لئے) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں، انہیں کہہ دیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس کھیل تماشہ اور تجارت سے کہیں بڑھ کر ہے اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔''

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ﴾

''اپنے مال کو باطل طریقہ سے مت کھاؤ مگر جو تجارت تمہاری باہمی رضامندی سے ہو تو وہ حلال اور جائز ہے۔'' (النساء: ۲۹)

وضاحت:

(۱)...... پہلی آیت میں ہے کہ تم نماز جمعہ سے فراغت کے بعد ''اللہ کا فضل تلاش کرو'' اللہ کے فضل کی تلاش سے مراد تجارت اور دیگر ذرائع کسب ہیں۔

(۲)...... امام بخاری نے اس آیت سے اباحت تجارت کو ثابت کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے آخری حصہ سے اس کی کراہت ثابت ہوتی ہے لیکن وہ اس صورت میں ہے جب تجارت اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض میں روکاوٹ کا باعث ہو۔

(۳)...... چونکہ اہل کتاب عبادت کے دن کسب معاش کو حرام خیال کرتے تھے، ان کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے عبادت کے دن اسے مباح قرار دیا ہے۔ [1]

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٦٦.



دوسری آیت سے ایک اہم اصول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خرید وفروخت اس صورت میں حلال اور جائز ہے کہ فریقین معاملہ بیع پر رضامند ہوں جیسا کہ حدیث نبوی ہے:

((إِنَّمَا الْبَيْعُ عَنْ تَرَاضٍ .)) ❶

خرید وفروخت باہمی رضامندی سے ہی جائز ہے۔

جب فروخت کار اور خرید کار دونوں، مجلس بیع سے جدا ہوتے وقت رضامند ہوں تو فروخت کی جانے والی چیز بائع کی ملکیت سے مشتری کی ملکیت کی طرف منتقل ہو جاتی ہے بشرطیکہ وہ ایسی اشیاء میں سے ہو جن کی تجارت جائز ہے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مالک سے دوسرے مالک کی طرف مال کے منتقل ہونے میں فریقین کی رضامندی اور ان کی طیب خاطر کا ہی تقاضا کیا ہے خواہ وہ رضامندی اشارے سے ہو یا تحریر سے یا باہمی بات چیت سے۔ حدیث میں ہے:

((لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِءٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِطِيبِ نَفْسٍ مِنْهُ .)) ❷

''کسی مسلمان آدمی کا مال اس کی دلی خوشی کے بغیر حلال نہیں ہوتا۔''

تفصیل بالا سے مندرجہ ذیل اصول تجارت سامنے آتے ہیں:

(۱)......تجارت کی بنیاد باہمی رضامندی پر ہے۔ اگر کسی طور پر باہمی رضامندی میں خلل موجود ہے تو بیع جائز نہ ہوگی۔

(۲)......معاہدہ بیع کے وقت فریقین فیصلے میں آزاد، اس معاہدہ کے ہر پہلو پر مطلع اور اس کے نتائج سے آگاہ ہونے چاہیں۔ اگر ایسا نہیں تو بیع جائز نہیں ہوگی۔

(۳)......تراض کا تقاضا یہ ہے کہ اگر خرید وفروخت کا عمل ہونے کے بعد کسی فریق کو اپنی آمادگی حتمی محسوس نہیں ہوئی اور وہ اس مجلس میں معاہدہ بیع سے پیچھے ہٹنا چاہتا ہے تو اسے ہٹنے کا موقع دیا جائے۔

ضروری وضاحت:

سود، جوا اور رشوت لینے دینے میں بھی باہمی رضامندی پائی جاتی ہے لیکن یہ حقیقی نہیں بلکہ اضطراری ہوتی ہے۔ کیونکہ سود پر قرض لینے والے کو اگر قرض حسنہ مل سکتا ہو تو وہ کبھی سود پر قرض نہ لے۔ جوا کھیلنے والا اس لئے رضامند ہوتا ہے کہ اس میں ہر ایک کو اپنے جیتنے کی امید ہوتی ہے اور اگر کسی کو ہارنے کا اندیشہ ہو تو وہ کبھی جوا نہیں کھیلے گا۔

---

❶ ابن ماجه ، ح ٢١٨٥ .

❷ بيهقي ، ص ج٦ ، ص ٦٦١ ، حديث: ١١٤٥ .

اسی طرح رشوت دینے والے کو معلوم ہو کہ اسے رشوت دیے بغیر بھی حق مل سکتا ہے تو وہ کبھی رشوت نہ دے۔ اس کے علاوہ اگر سودے بازی میں ایک فریق کی پوری رضامندی نہ ہو اور اسے اس پر مجبور کر دیا جائے تو وہ بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔

حدیث نمبر: 2047

((أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: إِنَّكُمْ تَقُولُونَ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ يُكْثِرُ الْحَدِيثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَقُولُونَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِينَ، وَالْأَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِمِثْلِ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، وَإِنَّ إِخْوَتِي مِنَ الْمُهَاجِرِينَ كَانَ يَشْغَلُهُمْ صَفْقٌ بِالْأَسْوَاقِ، وَكُنْتُ أَلْزَمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِلْءِ بَطْنِي، فَأَشْهَدُ إِذَا غَابُوا، وَأَحْفَظُ إِذَا نَسُوا، وَكَانَ يَشْغَلُ إِخْوَتِي مِنَ الْأَنْصَارِ عَمَلُ أَمْوَالِهِمْ، وَكُنْتُ امْرَأً مِسْكِينًا مِنْ مَسَاكِينِ الصُّفَّةِ، أَعِي حِينَ يَنْسَوْنَ، وَقَدْ قَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُحَدِّثُهُ: إِنَّهُ لَنْ يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضِيَ مَقَالَتِي هَذِهِ، ثُمَّ يَجْمَعَ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ، إِلَّا وَعَى مَا أَقُولُ، فَبَسَطْتُ نَمِرَةً عَلَيَّ، حَتَّى إِذَا قَضَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي، فَمَا نَسِيتُ مِنْ مَقَالَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ مِنْ شَيْءٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے بہت احادیث بیان کرتا ہے اور یہ بھی کہتے ہو کہ مہاجرین اور انصار تو رسول اللہ ﷺ سے اتنی حدیثیں بیان نہیں کرتے جس قدر ابو ہریرہ بیان کرتا ہے! اصل بات یہ ہے کہ میرے مہاجرین بھائی تو بازاروں میں خرید و فروخت اور تجارت میں مشغول رہتے تھے اور میں قوت لا یموت پر رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہتا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتا جب کہ وہ غائب ہوتے تھے اور وہ مشغولیات کی وجہ سے بھول جاتے لیکن میں یاد رکھتا تھا۔ اسی طرح میرے انصاری بھائیوں کو کھیتی باڑی مصروف رکھتی تھی جب کہ میں صفہ کے مساکین میں سے ایک مسکین آدمی تھا۔ جب وہ لوگ باتیں بھول جاتے تھے میں انہیں یاد رکھتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا پھیلا دے گا یہاں تک کہ جب میں اپنی یہ گفتگو ختم کروں تو وہ اپنا کپڑا اکھٹا کر کے اپنے سینے



سے لگالے تو جو بات میں کہوں گا وہ اسے یاد کر لے گا۔ چنانچہ میں نے وہ رنگ دار چادر جو میرے اوپر تھی اسے پھیلا دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی گفتگو ختم کی تو میں نے اکٹھا کر کے اسے سینے سے لگا لیا۔ اس کے بعد وہ دن اور آج کا دن، میں رسول اللہ ﷺ کی اس گفتگو سے کوئی چیز نہیں بھولا ہوں۔"

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ تجارت خرید و فروخت اور کھیتی باڑی بلکہ تمام دنیاوی کاروبار، ضروریات زندگی سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مباح فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھیں رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں عمل میں لاتے تھے۔ آپ نے ان کے لیے بہترین اصول اور ہدایات دی ہیں اور اس سلسلہ میں ہر ممکن ترقی کے لیے رغبت دلائی ہے۔

(۲)...... انصار و مہاجرین نے قابل رشک معاشی ترقی بھی فرمائی۔ یہاں تک کہ وہ اہل دنیا کے لیے ہر میدان میں ایک نمونہ بن گئے۔

واضح رہے کہ قریش کا پیشہ تجارت تھا اور اہل مدینہ بیشتر کاشت کار تھے۔ جب مہاجرین مدینہ شریف تشریف لائے تو انہوں نے اپنے آبائی پیشہ تجارت ہی کو زیادہ پسند فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس پیشہ پر برقرار رکھا۔

حدیث نمبر: 2048

((قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ آخَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ ، فَقَالَ سَعْدُ بْنُ الرَّبِيعِ: إِنِّي أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ مَالًا ، فَأَقْسِمُ لَكَ نِصْفَ مَالِي ، وَانْظُرْ أَيَّ (ص: ٥٣) زَوْجَتَيَّ هَوِيتَ نَزَلْتُ لَكَ عَنْهَا ، فَإِذَا حَلَّتْ ، تَزَوَّجْتَهَا ، قَالَ: فَقَالَ لَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: لَا حَاجَةَ لِي فِي ذَلِكَ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهِ تِجَارَةٌ؟ قَالَ: سُوقُ قَيْنُقَاعٍ ، قَالَ: فَغَدَا إِلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ، فَأَتَى بِأَقِطٍ وَسَمْنٍ ، قَالَ: ثُمَّ تَابَعَ الْغُدُوَّ ، فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَلَيْهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَزَوَّجْتَ؟ ، قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: وَمَنْ؟ ، قَالَ: امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ ، قَالَ: كَمْ سُقْتَ؟ ، قَالَ: زِنَةَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ ـ أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ .))

"حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو

رسول اللہ ﷺ نے میرے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیا۔ حضرت سعد بن ربیع نے مجھ سے کہا "میں تمام انصار سے زیادہ مالدار ہوں، تمہیں اپنا نصف مال دیتا ہوں۔ اور میری دونوں بیویوں کو دیکھ لو، جسے تم پسند کرو، میں اسے طلاق دیتا ہوں، جب اس کی عدت گزر جائے تو اس سے نکاح کر لینا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہاں کوئی بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، قینقاع نامی ایک بازار ہے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ صبح کو بازار گئے۔ کچھ پنیر اور گھی کما کر لائے۔ پھر وہ روزانہ بغرض تجارت بازار جانے لگے۔

کچھ دن بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کے لباس پر زرد خوشبو کا رنگ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے شادی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کس سے؟ عرض کیا: ایک انصاری خاتون سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اسے کتنا مہر دیا؟ عرض کیا: ایک گٹھلی برابر سونا دیا ہے یا کہا کہ ایک سونے کی گٹھلی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سے ہو۔"

حدیث نمبر: 2049

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِينَةَ فَآخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ الأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ سَعْدٌ ذَا غِنًى، فَقَالَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ: أُقَاسِمُكَ مَالِي نِصْفَيْنِ وَأُزَوِّجُكَ، قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ، دُلُّونِي عَلَى السُّوقِ، فَمَا رَجَعَ حَتَّى اسْتَفْضَلَ أَقِطًا وَسَمْنًا، فَأَتَى بِهِ أَهْلَ مَنْزِلِهِ، فَمَكَثْنَا يَسِيرًا أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ، فَجَاءَ وَعَلَيْهِ وَضَرٌ مِنْ صُفْرَةٍ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَهْيَمْ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الأَنْصَارِ، قَالَ: مَا سُقْتَ إِلَيْهَا؟ قَالَ: نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ، أَوْ وَزْنَ نَوَاةٍ مِنْ ذَهَبٍ. قَالَ: أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ.))

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت سعد بن ربیع کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ مالدار تھے۔ انہوں نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا میں تجھے اپنا مال آدھا آدھا تقسیم کر دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ آپ کی شادی کا بھی بندوبست کرتا ہوں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارے اہل وعیال اور مال واسباب میں برکت فرمائے،

مجھے بازار کا راستہ بتاؤ۔

چنانچہ وہ منڈی سے واپس نہ آئے حتی کہ پنیر اور گھی بطور نفع حاصل کر لیا اور وہ لے کر اپنے گھر والوں کے پاس آئے۔ ہم چند دن ٹھہرے یا جس قدر اللہ کو منظور تھا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور ان پر رنگ دار خوشبو لگی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے ایک انصاری خاتون سے نکاح کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا حق مہر کیا رکھا تھا؟ عرض کیا گٹھلی بھر سونا یا کہا گٹھلی کا وزن سونا۔ آپ نے فرمایا: ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی ہو۔''

فوائد:

(۱)..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کچھ صحابہ کرام پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔ اس سے خرید وفروخت اور تجارت وغیرہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

(۲)..... نیز شریف آدمی کو تجارت کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔ اس سے اخلاق کی پاکیزگی ہوتی ہے بشرطیکہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے اسے اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیشہ میں بہت برکت رکھی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳)..... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ وغیرہ سے مال حاصل کرنا صحابہ کرام کا مطمع نظر نہ تھا بلکہ انہوں نے اسے نظر انداز کر کے تجارت کو ذریعہ معاش بنایا۔ امام بخاری نے اسی بات کو ثابت کیا ہے۔

حدیث نمبر: 2050

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: "كَانَتْ عُكَاظٌ ، وَمَجَنَّةُ ، وَذُو الْمَجَازِ ، أَسْوَاقًا فِي الجَاهِلِيَّةِ ، فَلَمَّا كَانَ الإِسْلَامُ ، فَكَأَنَّهُمْ تَأَثَّمُوا فِيهِ ، فَنَزَلَتْ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ (البقرة: 198) فِي مَوَاسِمِ الحَجِّ قَرَأَهَا ابْنُ عَبَّاسٍ .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ عکاظ، مجنہ اور ذو المجاز جاہلیت کی منڈیاں تھیں۔ جب اسلام کا دور آیا تو کچھ لوگوں نے ان منڈیوں میں کاروبار کرنا گناہ تصور کیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

''تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ ایام حج میں تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہی قرأت ہے۔''

فوائد:

(۱)......امام بخاری نے قبل ازیں اس حدیث کو کتاب الحج میں بیان کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ ایام حج میں تجارت کی جا سکتی ہے، نیز جاہلیت کی منڈیوں میں خرید و فروخت کرنے کا جواز ثابت کیا تھا۔ اس حدیث میں زمانہ جاہلیت کی منڈیوں کا ذکر ہے اور اسلام نے اپنے عہد میں ان تجارتی منڈیوں کو خوب ترقی دی اور ہر طرح سے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اس سے اس پیشہ کی اہمیت و افادیت کا پتہ چلتا ہے۔ ❶

(۲)......قرأت مشہورہ کے برعکس حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے آخر میں "فی مواسم الحج" کے الفاظ پڑھتے تھے۔ ممکن ہے کہ مذکورہ الفاظ آیت کا حصہ ہوں جنھیں منسوخ کر دیا گیا لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ اسے قرأت شاذہ کہتے ہیں جس سے قرآنیت ثابت نہیں ہوتی البتہ مسائل کے اخذ و استنباط میں اس سے مدد لی جا سکتی ہے۔ ❷



❶ عمدة القاری: ج۸، ص ۳۰۰.

❷ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٦٨.


باب 2

حلال واضح ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں

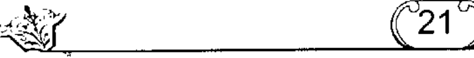
حدیث نمبر 2051:

((النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِي فَرْوَةَ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الحَلَالُ بَيِّنٌ ، وَالحَرَامُ بَيِّنٌ ، وَبَيْنَهُمَا أُمُورٌ مُشْتَبِهَةٌ ، فَمَنْ تَرَكَ مَا شُبِّهَ عَلَيْهِ مِنَ الإِثْمِ ، كَانَ لِمَا اسْتَبَانَ أَتْرَكَ ، وَمَنِ اجْتَرَأَ عَلَى مَا يَشُكُّ فِيهِ مِنَ الإِثْمِ ، أَوْشَكَ أَنْ يُوَاقِعَ مَا اسْتَبَانَ ، وَالمَعَاصِي حِمَى اللّٰهِ مَنْ يَرْتَعْ حَوْلَ الحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ .))

”حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں۔ جس شخص نے اس چیز کو ترک کر دیا جس میں گناہ کا شبہ ہو تو وہ اس چیز کو بدرجہ اولی چھوڑ دے گا جس کا گناہ ہونا ظاہر ہو اور جس نے مشتبہ چیز پر جرأت کی تو وہ جلد ہی ایسی بات میں مبتلا ہو سکتا ہے جس کا گناہ ہونا ظاہر ہے۔
گناہ گویا اللہ کی چراگاہ ہیں جو انسان اپنے جانور چراگاہ کے اردگرد چرائے گا، جلد ہی اس کا چراگاہ میں پہنچنا ممکن ہو گا۔“

فوائد:

(۱)..... مشتبہ چیزوں سے مراد وہ ہیں جن کی حدیں حلال اور حرام دونوں سے ملتی ہوں۔ اس بناء پر کچھ لوگ ان کی حلت وحرمت کا فیصلہ نہ کر سکیں۔ فی نفسہ وہ چیزیں مشتبہ نہیں ہوتیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیج کر دین کی ضروریات سے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔ پرہیزگاری یہی ہے کہ انسان شکوک وشبہات والی چیزوں سے بس الگ تھلگ رہے۔ اس حدیث کو اکثر محدثین کتاب البیوع میں بیان کرتے ہیں، کیونکہ معاملات میں اکثر اشتباہ ہو جاتا ہے۔ اس کا تعلق نکاح، شکار، ذبیحہ، کھانے اور پینے سے بھی ہے۔ نیز اس حدیث میں احکام کی تین اقسام



بیان ہوئی ہیں۔

الف:...... جس کے طلب کرنے پر نص اور ترک پر وعید ہو۔ اس کا تعلق حلال بین سے ہے۔

ب:...... جس کے ترک کرنے پر نص اور کرنے پر وعید ہو۔ یہ حرام بین سے متعلق ہے۔

ج:...... جس کے کرنے یا نہ کرنے پر کوئی نص یا وعید نہ ہو۔ اس قسم کو مشتبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کا حلال یا حرام ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ ایک مسلمان کو اس قسم کی چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اگر اس کا تعلق حرام سے ہے تو اس کے ارتکاب سے محفوظ رہا اور اگر حلال سے ہے تو بھی حسن نیت کی بناء پر اس کے چھوڑنے سے اجر وثواب کا حقدار ہوگا۔ ❶

---

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٦٩.



باب 3

شبہات کی تفسیر

حسان بن ابی سنان نے کہا کہ میں نے پرہیزگاری سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی۔ جو شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اور اس چیز کو اختیار کرو جو شک میں نہ ڈالے۔

وضاحت:

(۱)...... اس تعلیق کو امام احمد نے کتاب الزہد میں متصل سند سے بیان کیا ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ نے فرمایا کہ جس چیز کے متعلق شک پڑ جائے اسے ترک کر دو۔

(۲)...... حضرت حسان کا فرمان کہ "جو شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو" یہ دراصل ایک مرفوع حدیث ہے جسے امام ترمذی، نسائی، احمد، ابن حبان اور امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ ❶

(۳)...... امام بخاری کی قبل ازیں بیان کردہ حدیث سے معلوم ہوتا تھا کہ اکثر لوگ مشتبہ چیزوں کو نہیں جانتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ اس کے متعلق معلومات رکھتے ہیں، اس بنا پر امام بخاری نے ضروری خیال کیا کہ مشتبہ چیزوں کے متعلق کوئی ضابطہ بیان کیا جائے، جس کے ذریعے اسے پہچانا جا سکے تاکہ اس سے بچنا آسان ہو۔

حدیث نمبر 2052:

((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الحَارِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا أَرْضَعَتْهُمَا، فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ، وَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ، وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِهَابٍ التَّمِيمِيِّ.))

"عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں (میاں بیوی) کو دودھ پلایا ہے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ تم اس عورت کو (بطور بیوی) کیسے رکھ سکتے ہو جب کہ تمہارے بارے میں ایسا کہا گیا ہے۔"

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧١.

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کے حرم میں ابواہاب رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی۔

فوائد:

(۱)...... اس عنوان سے مقصود شبہ اور وسوسہ کے درمیان فرق کی وضاحت کرنا ہے کہ شبہ کو چھوڑ دینا مستحب ہے جب کہ وسوسہ کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔ شبہ کسی قوی یا کمزور دلیل سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مذکور سے پتہ چلتا ہے کہ دودھ پلانے کے سلسلے میں اگر کسی عورت نے گواہی دی تو اسے تسلیم کیا جائے گا کیونکہ خبر دینے والی مسلمان ہے اور مسلمان ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو شبہ سے بچنے کے لیے فرمایا کہ تم اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرلو اگرچہ ایک عورت کے کہنے سے حتمی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ تاہم شبہ کے لیے ایک عورت کی شہادت ہی کافی ہے۔ اس لئے تقوی کے طور پر اس عورت کو نکاح میں رکھنے سے پرہیز کرنا اچھا ہے۔

(۲)...... وسوسہ کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص خراسان کا رہنے والا ہے، وہ بغداد جائے جب کہ اس کا والد بغداد میں رہ چکا ہو تو وہ بغداد میں شادی کرنے سے اس لئے پرہیز کرے کہ شاید اس کے باپ نے بغداد میں شادی کی ہو اور جس عورت سے خراسانی شادی کرنا چاہتا ہے وہ اس کے باپ کی بیٹی اور اس کی بہن ہو۔ شریعت میں اس طرح کے وساوس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

حدیث نمبر 2053:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: كَانَ عُتْبَةُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ ، عَهِدَ إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلِيدَةِ زَمْعَةَ مِنِّي فَاقْبِضْهُ ، قَالَتْ: فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَقَالَ: ابْنُ أَخِي قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ ، فَقَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ ، فَقَالَ: أَخِي ، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَتَسَاوَقَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ سَعْدٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ فِيهِ ، فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: أَخِي ، وَابْنُ وَلِيدَةِ أَبِي ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِهِ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسَوْدَةَ بِنْتِ زَمْعَةَ - زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: احْتَجِبِي مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَهِهِ بِعُتْبَةَ فَمَا رَآهَا حَتَّى لَقِيَ اللّٰهَ .))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ وصیت کی تھی کہ زمعہ کی لونڈی کے بطن سے پیدا ہونے والا بیٹا

میرے نطفے سے ہے۔ تم اسے اپنے قبضہ میں لے لینا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور کہا کہ یہ میرا بھتیجا ہے اور میرے بھائی نے اسے لینے کی مجھے وصیت کی تھی۔ اس وقت عبد بن زمعہ کھڑا ہوا اور کہنے لگا یہ تو میرا بھائی ہے یعنی میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے اور اس کے بستر پر پیدا ہوا ہے، آخر دونوں جھگڑتے جھگڑتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے۔ میرے بھائی نے اسے تحویل میں لینے کی مجھے وصیت کی تھی۔ عبد بن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی سے ہے، نیز اس کے بستر پر ہی پیدا ہوا ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ! یہ بچہ تجھے ملے گا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ بچہ اس کا ہوتا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، اور زنا کار کے لیے ناکامی اور پتھر ہیں۔ اس کے بعد آپ نے ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا جو زمعہ کی بیٹی تھی، تم اس بچہ سے پردہ کرو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے میں عتبہ کی مشابہت دیکھی۔ چنانچہ اس کے بعد اس لڑکے نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ وہ اللہ سے جا ملا۔''

فوائد:

(۱)...... دور جاہلیت میں لونڈیاں زنا کرتی تھیں اور بڑے بڑے امراء ان کے پاس آتے تھے۔ جب کوئی لونڈی اس غلط کاری کے نتیجہ میں حاملہ ہو جاتی تو کبھی اس کا مالک دعوی کرتا اور کبھی زانی اقرار کرتا کہ یہ حمل اس کا ہے۔

ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ کی لونڈی کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ اس سے عتبہ بن ابی وقاص نے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی۔ اس نے مرتے وقت اپنے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا حمل میرے نطفہ سے ہے۔ جب وہ جنم دے تو اسے اپنی تحویل میں لے لینا۔

فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے اپنے قبضہ میں لینا چاہا تو زمعہ کا بیٹا آڑے آیا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کا قانون باطل قرار دیتے ہوئے عبد بن زمعہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی اس سے محروم ہے۔

مگر بچے کی مشابہت عتبہ بن ابی وقاص سے ملتی جلتی تھی۔ اس شبہ کی بنا پر آپ نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ وہ اس لڑکے سے پردہ کریں۔ اگرچہ زمعہ کی بیٹی ہونے کے ناطے سے وہ اس لڑکے کی بہن تھیں۔

(۲)......امام بخاری کے نزدیک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاطاً دیا گیا کیونکہ باندی کے ناجائز تعلقات عتبہ کے ساتھ تھے اور بچے کی شکل وصورت بھی اس سے ملتی جلتی تھی۔ امام بخاری نے اس حدیث سے اشتباہ کی تفسیر فرمائی اور اس سے اجتناب کرنے کا حکم ثابت کیا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

امام بخاری کے استدلال کی بنیاد رسول اللہ کا حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو اس بچے سے پردہ کرنے کا حکم دینا ہے، حالانکہ آپ نے قانونی اور شرعی اعتبار سے اسے آپ کا بھائی قرار دیا تھا مگر اس بات کا قوی شبہ تھا کہ وہ عتبہ کا ہی لڑکا ہو جیسا کہ شکل وصورت کی ہم آہنگی سے پتہ چلتا تھا، اس لئے احتیاط کے پیش نظر آپ نے پردے کا حکم دیا۔ [1]

حدیث نمبر 2054:

((عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمِعْرَاضِ، فَقَالَ: إِذَا أَصَابَ بِحَدِّهِ فَكُلْ، وَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتَلَ، فَلاَ تَأْكُلْ فَإِنَّهُ وَقِيذٌ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أُرْسِلُ كَلْبِي وَأُسَمِّي، فَأَجِدُ مَعَهُ عَلَى الصَّيْدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُسَمِّ عَلَيْهِ، وَلاَ أَدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَ؟ قَالَ: لاَ تَأْكُلْ، إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى الآخَرِ.))

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیر کے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: اگر وہ شکار کو نوک کی طرف سے لگا ہے تو کھا لو اور اگر عرض کے بل لگ کر شکار کو زخمی کیا ہے تو اسے مت کھاؤ، کیونکہ وہ مردار ہے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں شکار کے لئے بسم اللہ پڑھ کر اپنا کتا چھوڑتا ہوں لیکن شکار کے وقت اس کے ساتھ کسی دوسرے کتے کو پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہوتی، مجھے معلوم نہیں کہ کس کتے نے شکار مارا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے مت کھاؤ، تم نے صرف اپنے کتے پر بسم اللہ کہی، دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں کہی تھی۔

فوائد:

(۱)......اگر شکار کے جانور کو تیر عرض کے بل لگے تو وہ بوجھ اور صدمے سے مر جائے گا۔ قرآن کریم نے چوٹ سے مرنے والے جانور کو حرام قرار دیا ہے۔ اس بناء پر عرض کے بل تیر کی چوٹ سے مرنے والا جانور حرام ہے۔

(۲)......عربوں کے ہاں شکاری کتوں کو سدھانے کا دستور تھا۔ شریعت اسلامیہ نے اجازت دی ہے کہ اگر

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧١.

سدھائے ہوئے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ لے، اگر مالک کے پہنچنے سے پہلے پہلے شکار مر جائے تو وہ جانور حلال اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اور جس کتے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے تو اس کا مارا ہوا شکار حرام اور مردار ہے۔

(۳)......لیکن اگر شکاری کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شامل ہو جائے اور شکار بھی مرا ہوا ملے تو یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ یہ جانور کس کتے نے مارا ہے۔ یعنی دوسرے کتے کی موجودگی شبہ کا باعث ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے ایسا شکار کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(۴)......اس سے معلوم ہوا کہ شبہ کی چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ دراصل ایسے موقع پر ہر چیز کی اصل کو دیکھا جاتا ہے کہ تحریم ہے یا اباحت یا مشکوک۔ شکار کے جانور کا ذبح سے پہلے کھانا حرام ہے۔ جب اس کے متعلق شک پڑ جائے کہ اس پر بسم اللہ پڑھی گئی تھی یا نہیں تو ایسے جانور کی حرمت، یقین کے بغیر زائل نہیں ہو گی۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے اسی اصل کو ثابت کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔







مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنا

حدیث نمبر 2055:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بِتَمْرَةٍ مَسْقُوطَةٍ فَقَالَ: لَوْلَا أَنْ تَكُونَ مِنْ صَدَقَةٍ لَأَكَلْتُهَا ، وَقَالَ هَمَّامٌ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَجِدُ تَمْرَةً سَاقِطَةً عَلَى فِرَاشِي .))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک گری ہوئی کھجور کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔

صحابہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا: میں اپنے بستر پر گری ہوئی کھجور پاتا ہوں۔''

فوائد:

(۱)......مشتبہ اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حلت وحرمت یا طہارت ونجاست کے دلائل یکساں ہوں۔ کسی ایک کی ترجیح پر کوئی دلیل نہ ہو، ایسی اشیاء سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تقوی اور پرہیزگاری کا یہی تقاضا ہے۔

(۲)...... چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں ایک کھجور بستر پر پڑی ہوئی ملی، شاید آپ صدقہ کی کھجوریں تقسیم کر کے آئے ہوں، ان میں سے کوئی کھجور آپ کے کپڑوں سے اٹک گئی ہو اور وہی آپ کے بستر پر گر پڑی ہو، اس شبہ کی بناء پر آپ نے اسے تناول کرنے سے پرہیز کیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک مفصل روایت بایں الفاظ ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں واپس اپنے گھر جاتا ہوں تو اپنے بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھتا ہوں، میں اسے تناول کرنے کے لیے اٹھالیتا ہوں، پھر میں ڈرتا ہوں کہ مبادا صدقہ کی کھجور ہو، اس لئے اسے پھینک دیتا ہوں۔'' ❶

(۳)...... حافظ ابن حجر نے مہلب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تورُّع اور پرہیزگاری کی وجہ سے اس کھجور کو تناول کرنے سے اجتناب کیا۔ آپ پر ایسا کرنا واجب نہ تھا کیونکہ گھر میں جو چیز موجود ہوتی

❶ صحیح بخاری، اللقطہ، ۲۴۳۲.

ہے اس میں اصل اباحت اور جواز ہے حتی کہ اس کی حرمت پر کوئی دلیل قائم ہو جائے۔ ❶

(۴)......مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات سخت قلق اور پریشان بیدار ہوئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے ایک گری پڑی کھجور کو کھا لیا تھا۔ اس کے بعد یاد آیا کہ گھر میں صدقہ کی کھجوریں بھی تھیں جنہیں غرباء میں تقسیم کرنا تھا۔ اس لئے آپ کو پریشانی ہوئی کہ اس کھجور کے متعلق یقین نہ تھا یعنی صدقہ کی کھجوروں سے تھی یا گھر کے استعمال میں سے تھی۔ ❷

(۵)......انہیں تعدد واقعات پر محمول کیا جائے گا۔ غالباً اس واقعہ کے بعد آپ نے اس قسم کی کھجوروں کو ناول کرنا ترک کر دیا تھا۔ ❸

---

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧٣.

❷ مسند امام احمد، ج ٢ ص ١٨٣.

❸ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧٣.





جس نے وسوسہ وغیرہ کو مشتبہ امر خیال نہ کیا

حدیث: 2056

((عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ ، عَنْ عَمِّهِ ، قَالَ: شُكِيَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يَجِدُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا أَيَقْطَعُ الصَّلَاةَ؟ قَالَ: لَا حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَفْصَةَ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ: لَا وُضُوءَ إِلَّا فِيمَا وَجَدْتَ الرِّيحَ أَوْ سَمِعْتَ الصَّوْتَ .))

''حضرت عباد بن تمیم رضی اللہ عنہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص کے متعلق شکایت کی گئی کہ وہ نماز میں کوئی چیز محسوس کرتا ہے، کیا وہ نماز توڑ دے؟ آپ نے فرمایا نہیں، تاآنکہ وہ آواز سنے یا بو پائے۔

ابن ابی حفصہ نے امام زھری سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ وضوء اس وقت لازم ہوتا ہے جب تو بدبو پائے یا آواز سنے۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے اس عنوان کے تحت وسوسہ کی حقیقت کو بیان کیا ہے کہ یقین واذعان سے ثابت شدہ چیز کو محض وسوسہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ وسوسہ یہ ہے کہ بلا وجہ ہر چیز کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنا، مثلاً ایک شخص سے مال خریدا، خواہ مخواہ اس کے حرام ہونے کا گمان کرنا۔ اس قسم کی وسوسہ اندازی یا وسوسہ پیروی جائز نہیں۔

(۲)...... مذکورہ حدیث سے یہی بات ثابت کی گئی ہے کہ ایک شخص دوران نماز وضوء ٹوٹ جانے کا وسوسہ پاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طہارت کا یقین محض شک سے زائل نہیں ہوتا، ہاں اگر حدث کا یقین ہو تو وضوء باطل ہوتا ہے۔ چونکہ ہوا کا خارج ہونا کثیر الوقوع ہے، اس لئے حدیث میں اس کا ذکر ہے۔

(۳)...... اگر دلیل سے کسی چیز کی نجاست یا حرمت معلوم ہو جائے تو اس سے باز رہنا چاہیے۔ صرف وساوس کی بناء پر کسی چیز کو نجس خیال کرنا صحیح نہیں ہے۔

حدیث: 2057

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ قَوْمًا قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا



بِاللَّحْمِ لاَ نَدْرِي أَذَكَرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ أَمْ لاَ ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا اللّٰهَ عَلَيْهِ وَكُلُوه .))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے پاس آدمی گوشت لاتے ہیں لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ذکر کیا تھا یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم خود اس پر بسم اللہ پڑھ کر اسے کھا لو۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری کی غرض وسوسہ زدہ لوگوں کا ورع بیان کرنا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت نہیں، جیسا کہ کوئی شخص کسی شکار کا گوشت محض اس لئے نہ کھائے کہ شاید وہ شکار کسی اور شخص نے کیا ہوگا، اس سے وہ جانور بھاگ گیا اور اس کے ہتھے چڑھ گیا۔ پیش کردہ حدیث میں بھی اس قسم کا وسوسہ بیان ہوا ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حیثیت نہیں دی۔

(۲)...... مسلمانوں کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے کہ انہوں نے ذبح کرتے وقت اللہ کا نام ضرور لیا ہوگا۔ یہ شبہ کرنا کہ شاید اس نے ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو محض ایک وسوسہ اور شبہ ہے۔ اس کا خیال نہیں کرنا چاہیے بلکہ خود بسم اللہ پڑھ کر اسے استعمال کر لینا چاہیے۔

(۳)...... ان ہر دو روایات سے معلوم ہوا کہ وساوس ان شبہات میں داخل نہیں ہیں جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ وساوس جب تک دل میں جاگزیں اور قرار نہ پکڑیں ان پر مواخذہ نہیں ہوتا۔

(۴)...... حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مسلمانوں کے متعلق حسن ظن رکھنے کی دلیل ہے نیز یہ کہ مسلمانوں کے امور کمال پر محمول ہیں۔ خصوصاً اس زمانہ میں جب ہر مسلمان دین اسلام سے بخوبی واقف ہو۔ ❶



❶ فتح الباري ، ج٤ ، ص ٣٧٥ .





باب 6

(دینی امور کو دنیاوی امور پر ترجیح دینا)

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ (الجمعة : ١١)

''اور جب انہوں نے کوئی سودا بکتا یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو ادھر بھاگ گئے۔''

حدیث: 2058

((جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ مِنَ الشَّأْمِ عِيرٌ تَحْمِلُ طَعَامًا، فَالْتَفَتُوا إِلَيْهَا حَتَّى مَا بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا فَنَزَلَتْ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا.))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے کہ شام سے ایک قافلہ آیا جو غلہ لادے ہوئے تھا۔ لوگ اس کی طرف چل دیے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ مردوں کے علاوہ کوئی نہ رہا تو یہ آیت نازل ہوئی:

''جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے۔''

فوائد:

(۱)...... دراصل مدنی دور کی ابتدائی زندگی معاشی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے لیے سخت پریشان کن تھی۔ مہاجرین کی آبادکاری کے علاوہ کفار مکہ نے بھی اہل مدینہ کی معاشی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اس بنا پر غلہ کم یاب بھی تھا اور گرانی بھی بہت تھی۔ انہی ایام میں ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ ملک شام سے غلہ کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ طیبہ آ پہنچا۔ انہوں نے اپنی آمد کی اطلاع طبلے بجا کر دی۔ خطبہ سننے والے مسلمان بھی محض اس خیال سے کہ اگر دیر سے گئے تو سارا غلہ بک جائے گا، خطبہ چھوڑ کر ادھر چلے گئے تو مذکورہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں میٹھی زبان سے عتاب کیا گیا ہے کہ قافلہ والے تمہارے رازق تو نہ تھے۔ رزق کے اسباب مہیا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا آئندہ ایسی باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۲)...... چونکہ نماز کا انتظار کرنے والا نماز میں شمار ہوتا ہے، اس لئے حدیث میں خطبہ کی سماعت کرنے والوں کو نماز پڑھنے والا کہا گیا ہے۔ امام بخاری کا مقصود یہ ہے کہ تجارت اگرچہ اچھی چیز ہے کیونکہ اس کا تعلق

کسب حلال سے ہے لیکن کبھی یہ مذموم بھی ہو جاتی ہے جب کہ اس سے اہم اور ضروری چیز پر اسے مقدم کیا جائے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ لوگ آخر نماز تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے مگر وہ اس اہم اور ضروری امر کو چھوڑ کر تجارت کی طرف چلے گئے۔ اس لئے یہ تجارت ان کے لیے عتاب کا سبب بن گئی۔

(۴)...... پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے:

''اور جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو ادھر بھاگ گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا، کہہ دیجئے! کہ جو اللہ کے پاس ہے وہ اس تماشے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'' (الجمعہ:۱۱)








باب 7

جس نے کچھ پرواہ نہ کی، جہاں سے چاہا مال کما لیا

حدیث 2059:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا أَخَذَ مِنْهُ، أَمِنَ الْحَلَالِ أَمْ مِنَ الْحَرَامِ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: لوگوں پر ایک وقت آئے گا جب انسان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں رہے گی کہ مال کو حلال طریقہ سے حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے کمایا ہے۔''

فوائد:

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فتنہ مال سے خبردار کیا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اسباب معیشت کے متعلق خوب چھان بین کریں، کمانے کے لیے حلال ذرائع کا انتخاب کریں۔ لیکن افسوس کہ اس وقت ہم ایسے حالات سے دوچار ہیں کہ حلال وحرام کی تمیز اٹھ گئی ہے۔ صرف مال جمع کرنے کی دھن ہم پر سوار ہے۔ جب کہ قرآن وحدیث میں رزق حلال کی بہت اہمیت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ تمام لوگ سود خوری میں مبتلا ہوں گے، اگر کوئی اس سے بچنے کی کوشش کرے گا تو بھی اس کی گرد وغبار ضرور اسے متاثر کرے گی۔ [1]



[1] مستدرك حاكم، ص ۱۳، ج ۲، حديث: ۲۱٦۲.




باب 8

خشکی وغیرہ میں تجارت کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (النور: ٣٧)

''کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

حضرت قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام ایسے لوگ تھے جو خرید وفروخت اور تجارت کرتے لیکن جب ان کے سامنے حقوق اللہ سے کوئی حق آتا تو تجارت اور خرید وفروخت انہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرتی تا آنکہ وہ اسے ادا کر لیتے۔

وضاحت:

(۱)...... امام بخاری نے آئندہ ایک عنوان سمندری تجارت کے متعلق قائم کیا ہے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ اس مقام پر خشکی وغیرہ میں تجارت کا بیان ہو۔ مراد یہ ہے کہ مسلمان کے لیے خشکی، صحرا اور سمندر سب کار گاہ عمل ہیں۔ اسی جوش عمل نے مسلمانوں کو شرق تا غرب یعنی دنیا کے ہر حصہ میں پہنچا دیا۔

(۲)...... حضرت قتادہ سے مروی اثر ہمیں موصولاً دستیاب نہیں ہو سکا البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ وہ بازار میں ہوتے جب اذان ہوتی تو لوگ اپنی دوکانیں بند کر کے مسجد میں آ جاتے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کا طرز عمل دیکھ کر فرماتے کہ انہی حضرات کے متعلق مذکورہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ❶

حدیث 2060, 2061:

((عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: كُنْتُ أَتَّجِرُ فِي الصَّرْفِ، فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ، ح وَيَقُولُ: سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَا: كُنَّا تَاجِرَيْنِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّرْفِ، فَقَالَ: إِنْ كَانَ يَدًا بِيَدٍ فَلَا بَأْسَ، وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ.))

''حضرت ابو المنہال سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں کرنسی کا کاروبار کرتا تھا۔ میں نے اس کے متعلق حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧٧.

ایک دوسری سند کے مطابق حضرت ابو المنہال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے کرنسی کے کاروبار کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تجارت کرتے تھے۔ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیع صَرف یعنی کرنسی کے کاروبار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا:

''اگر نقد بنقد ہو تو کوئی حرج نہیں، اگر ادھار ہو تو جائز نہیں۔''

فوائد:

امام بخاری نے آیت کریمہ اور حدیث کے عموم سے خشکی وغیرہ پر تجارت کرنے کو ثابت کیا ہے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔ان الفاظ سے امام بخاری نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے۔

سونے چاندی کے سکوں کا باہمی تبادلہ ''صرف'' کہلاتا ہے۔اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)..... چاندی کے بدلے چاندی اور سونے کے بدلے سونا۔ اس کے جائز ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔یعنی دونوں کا وزن برابر ہو اور دست بدست ہو۔ اگر ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار ہو یا نقد کی صورت میں وزن میں کمی بیشی کی گئی تو معاملہ حرام ہو جائے گا۔

(۲)......سونے کو چاندی یا چاندی کو سونے کے عوض خریدنا۔ اس صورت میں وزن کا برابر ہونا تو ضروری نہیں ہے تاہم اس کا نقد بنقد ہونا ضروری ہے۔ اگر کمی بیشی کے ساتھ معاملہ ادھار کا ہوا تو جائز نہیں ہو گا۔

اس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے البتہ امام بخاری نے اس حدیث کے عموم سے خشکی میں تجارت کے جائز ہونے کو ثابت کیا ہے۔ واللہ اعلم







باب 9

تجارت کے لیے سفر کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ (الجمعة : ١٠)

''نماز جمعہ سے فراغت کے بعد زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

وضاحت:

اس آیت کریمہ میں خرید وفروخت کی ممانعت کے بعد اجازت کا بیان ہے۔ امام بخاری کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ تجارت اور خرید وفروخت کے لیے دوڑ دھوپ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے خواہ اس کے لیے دور دراز کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ جو لوگ بازار آنے جانے میں حرج محسوس کرتے ہیں ان کا طرز عمل صحیح نہیں ہے۔ ❶

حدیث 2062:

((عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ: اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ، وَكَأَنَّهُ كَانَ مَشْغُولًا، فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى، فَفَرَغَ عُمَرُ، فَقَالَ: أَلَمْ أَسْمَعْ صَوْتَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ائْذَنُوا لَهُ، قِيلَ: قَدْ رَجَعَ، فَدَعَاهُ فَقَالَ: كُنَّا نُؤْمَرُ بِذَلِكَ، فَقَالَ: تَأْتِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيِّنَةِ، فَانْطَلَقَ إِلَى مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ، فَسَأَلَهُمْ، فَقَالُوا: لَا يَشْهَدُ لَكَ عَلَى هَذَا إِلَّا أَصْغَرُنَا أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ، فَذَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، فَقَالَ عُمَرُ: أَخَفِيَ هَذَا عَلَيَّ مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْهَانِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ يَعْنِي الْخُرُوجَ إِلَى تِجَارَةٍ.))

''حضرت عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اجازت طلب کی لیکن انھیں اجازت نہ ملی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت کسی کام میں مصروف تھے۔ تاہم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کام سے فارغ ہوئے تو کہنے لگے کہ میں نے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (ابوموسیٰ اشعری) کی آواز سنی تھی، انہیں اجازت دے دو۔ عرض کیا گیا وہ تو واپس چلے گئے ہیں۔ آپ نے انہیں بلایا اور پوچھا کیوں واپس

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧٨.

چلے گئے تھے۔انہوں نے عرض کیا ہمیں یہی حکم دیا جاتا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو۔ یہ سن کر حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ہی دے دیں گے جو ہم میں سب سے کم عمر ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے گئے۔ انہوں نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم تھا۔تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مجھ سے پوشیدہ رہ گیا کیونکہ میں بازاروں میں خرید وفروخت اور تجارت میں مصروف رہا یعنی تجارت کی غرض سے باہر آنے جانے میں مشغول رہا۔"

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بازار میں تجارت کرنا مذکور ہے اور اس غرض سے ان کا گھر سے باہر آنا جانا بھی ثابت ہے۔حدیث پیش کرنے کا یہی مقصد ہے۔

(۲)...... علاوہ ازیں حدیث مذکور سے دیگر اہم مسائل بھی ثابت ہوتے ہیں۔مثلاً اگر کوئی کسی کے گھر ملاقات کے لیے جائے تو دروازے پر جا کر تین دفعہ سلام کہے اور اجازت طلب کرے۔

(۳)...... اگر جواب نہ ملے تو واپس آ جائے جیسا کہ ایک روایت میں اس کی تفصیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے تین دفعہ اجازت لے،اور اجازت نہ ملے تو واپس لوٹ آئے۔ [1]

(۴)...... حدیث نبوی کی تصدیق کے لیے گواہ طلب کرنا بھی ثابت ہوا۔

(۵)...... نیز کم سن بچوں کی گواہی قبول کی جا سکتی ہے۔

(۶)...... یہ بھی ثابت ہوا کہ بھول چوک بڑے بڑے لوگوں سے بھی ہو سکتی ہے۔واللہ اعلم

[1] صحیح بخاری، الاستیذان، ص ٦٢٤٥.


باب 10

تجارت کے لیے سمندری سفر کرنا

حضرت مطر الوراق نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے جو قرآن میں ذکر کیا ہے، وہ برحق ہے۔ پھر اس آیت کو تلاوت کیا:

﴿وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النحل: ١٤)

''تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ پانی کو چیرتی ہیں اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔''

فلک کشتی کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد اور جمع دونوں یکساں ہیں۔

امام مجاہد نے کہا ''کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں اور بڑی بڑی کشتیاں ہی ہوا کو پھاڑتی ہیں۔

حدیث 2063:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ: ذَكَرَ رَجُلًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، خَرَجَ إِلَى الْبَحْرِ، فَقَضَى حَاجَتَهُ وَسَاقَ الْحَدِيثَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي اللَّيْثُ بِهَذَا.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا ذکر کیا جو سمندر کے سفر کو نکلا، پھر اس نے اپنی حاجت کو پورا کیا۔ اس کے بعد پوری حدیث کو بیان فرمایا۔''

وضاحت:

(۱)...... اللہ تعالیٰ نے کسی موقع پر دریا میں سفر کرنے کی مذمت نہیں کی ہے بلکہ تلاش رزق کے لیے بڑی بڑی کشتیوں کو اپنے بندوں کے تابع کر دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغرض تجارت سمندر میں سفر کرنا جائز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور اس کی قدرت کا اظہار ہے۔

(۲)...... مطر الوراق کے اثر کو ابن ابی حاتم نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ اسی طرح امام مجاہد کے اثر کو بھی علامہ فریابی نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے شخص سے متعلقہ حدیث کو امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے آگے بیان کیا ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ سمندر میں سفر کرنا قدیم زمانہ سے متعارف ہے اور اس کے منع پر کوئی دلیل نہیں۔ [2]

[1] کتاب الکفالہ: ٢٢٩١۔
[2] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٧٩۔




باب 11

(دینی امور کو دنیاوی امور پر ترجیح دینا)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا﴾ (الجمعة : ١١)

"جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف بھاگ گئے۔"

نیز ارشاد باری تعالیٰ کہ

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾ (النور : ٣٧)

"کچھ ایسے لوگ ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔"

حضرت قتادہ نے کہا کہ صحابہ کرام ایسے لوگ تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے لیکن ان کے سامنے حقوق اللہ میں سے کوئی حق آ جاتا تو تجارت اور خرید و فروخت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرتی حتی کہ وہ اسے ادا کر لیتے۔

حدیث 2064:

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: أَقْبَلَتْ عِيرٌ وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ، فَانْفَضَّ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا، فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا، وَتَرَكُوكَ قَائِمًا.)) (الجمعة: ١١)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز ادا کر رہے تھے کہ غلے کا ایک قافلہ آیا۔ لوگ اس کی طرف چل دیے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بارہ مردوں کے علاوہ کوئی دوسرا شخص باقی نہ رہا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: "جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا ہوتے دیکھا تو اس کی طرف دوڑ پڑے اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ گئے۔"

فوائد:

(۱)..... مذکورہ عنوان اور پیش کردہ حدیث پہلے گزر چکی ہے، (باب نمبر 6، حدیث نمبر 2058)۔ اسی طرح آیت کریمہ اور حضرت قتادہ کا قول پہلے بیان ہو چکا ہے، (باب نمبر 8)۔

(۲)..... حافظ ابن حجر نے اسے سہو قلم قرار دیا ہے۔ قرائن اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ عنوان اور حدیث مکرر ہے۔ [1]

[1] فتح الباری، ج٤، ص ٣٨٠.

باب 12

(خاوند کے مال میں سے خرچ کرنا)

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿أَنفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ (البقرة: ٢٦٧)

''اپنی پاکیزہ کمائی سے خرچ کرو۔''

حدیث نمبر 2065:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ ، وَلِزَوْجِهَا بِمَا كَسَبَ ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِكَ ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا .))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی عورت اپنے گھر کا طعام خرچ کرے بشرطیکہ اس کی نیت بگاڑ کی نہ ہو تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے خاوند کو اس کی کمائی کا ثواب ہوگا اور خازن بھی اسی کی مثل ہے۔ کوئی کسی کے ثواب میں ذرہ برابر کمی نہیں کرے گا۔

حدیث نمبر 2066:

((عَنْ هَمَّامٍ ، قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا ، عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ .))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر عورت اپنے خاوند کی کمائی سے اس کے حکم کے بغیر خرچ کرے تو اسے خاوند کے ثواب کا نصف ملے گا۔

فوائد:

(۱)..... غیر مفسدة کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے مال کو ناجائز مقامات اور مصارف میں خرچ نہ کرے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طعام اگر شوہر کا ہے تو عورت اسے خرچ نہیں کرسکتی اور اگر عورت کا ہے تو شوہر کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ طعام شوہر کا ہوتا ہے مگر عادت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو گھر کے طعام سے فقراء و مساکین پر خرچ کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔

(۲)...... نیز ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر خرچ کرے گی تو اسے ثواب کیونکر دیا جائے گا ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات شوہر نے خرچ کرنے کی اجازت تو دی ہوتی ہے مگر وہ موقع پر اسے خرچ کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ اس صورت میں اسے نصف اجر لے گا ، کیونکہ اجازت کے ساتھ اس کا حکم نہیں پایا گیا۔

بہرحال خاوند کا مال اس کی اجازت کے بغیر خرچ کرنے سے ثواب کی بجائے گناہ کا اندیشہ ہے بشرطیکہ خاوند اسے برا خیال کرتا ہو۔




باب 13

جس نے رزق میں وسعت کی خواہش کی

حدیث نمبر 2067:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ سَرَّهُ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، أَوْ يُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ.))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''جس شخص کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی اور عمر میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔''

فوائد:

(۱)...... رزق میں کشادگی سے مراد اس میں برکت کا پیدا ہونا اور عمر میں اضافہ سے مراد جسم میں قوت و صحت کا آ جانا ہے کیونکہ رزق اور عمر تو اس وقت ہی لکھ دی جاتی ہے جب انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

(۲)...... برکت کا معنی اس لئے کیا جاتا ہے کہ صلہ رحمی کرنا ایک صدقہ ہے اور صدقہ سے مال میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی ایک اور وجہ بھی کہ رشتہ دار اس کے حسن سلوک کو دیکھ کر دل کی گہرائی سے اس کی درازی عمر اور فراخی رزق کے لیے دعائیں کریں گے تو اللہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں اس کے رزق میں برکت کرے گا۔

(۳)...... درازی عمر کا یہ بھی معنی ہے کہ اس کے اچھے برتاؤ سے لوگ اس کی اچھی تعریف کریں گے، زبانوں پر اس کا اچھا چرچا ہوگا، گویا وہ مرا ہی نہیں۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا ہے کہ ماں کے پیٹ میں اس طرح لکھ دیا جاتا ہے کہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کا رزق وسیع اور عمر دراز ہوگی۔ [1]

(۴)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ خرید و فروخت اور تجارت کرنے سے مال میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے۔ اس فراخی رزق کے لیے کچھ باطنی اسباب بھی ہیں جیسا کہ صلہ رحمی کرنا اور تقوی اختیار کرنا ہے۔



[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٨٢۔

باب 14

رسول اللہ ﷺ کا ادھار کرنا

حدیث نمبر 2068:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ.))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ مدت کے لیے طعام خریدا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس گروی رکھ دی۔

حدیث نمبر 2069:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّهُ مَشَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخُبْزِ شَعِيرٍ، وَإِهَالَةٍ سَنِخَةٍ، وَلَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِرْعًا لَهُ بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ، وَأَخَذَ مِنْهُ شَعِيرًا لِأَهْلِهِ وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَا أَمْسَى عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعُ بُرٍّ، وَلَا صَاعُ حَبٍّ، وَإِنَّ عِنْدَهُ لَتِسْعَ نِسْوَةٍ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جو کی روٹی اور بودار چربی لے کر گئے اور اس وقت رسول اللہ نے اپنی ایک زرہ مدینہ طیبہ میں ایک یہودی کے پاس گروی رکھی تھی اور اس سے اپنے اہل خانہ کے لیے کچھ جو لیے تھے اور میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ آل محمد ﷺ کے پاس کبھی شام کے وقت ایک صاع گیہوں یا کسی اور غلے کا، جمع نہیں رہا حالانکہ آپ کی نو بیویاں تھیں۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے اس عنوان کو رسول اللہ ﷺ کے معاملہ قرض کے ساتھ مقید کیا ہے۔ جب کہ کتاب الاستقراض میں اسے مطلق طور پر بیان کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ادھار پر اشیاء کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص نہیں۔

(۲)...... دراصل امام بخاری ان حضرات کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو ادھار کا معاملہ کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ ان کی دلیل سنن ابی داود کی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ادھار پر کچھ سامان خریدا، بعد میں فرمایا

کہ آئندہ میں اس وقت خرید وفروخت کروں گا جب میرے پاس اس کی قیمت ہوگی۔ ❶

(۳)...... امام بخاری نے اس عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ یہودی سے گروی کے عوض جو خریدنے کا واقعہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے آخری حصہ میں پیش آیا۔ حتی کہ آپ قیمت ادا کر کے گروی شدہ زرہ واپس نہیں لے سکے تھے۔ بہر حال ادھار کا معاملہ کرنا جائز ہے۔

(۴)...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سود خور یہودی سے قرض کا معاملہ کیا لیکن کسی مسلمان سے قرض نہیں لیا کیونکہ مسلمان عقیدت کی بناء پر آپ کو مفت دے دیتا لیکن آپ کو کسی کا احسان لینا پسند نہیں تھا۔

---

❶ ابو داود، البیوع، ۳۳۴٤.




باب 15

آدمی کا خود کمانا اور اپنے ہاتھ سے کام کرنا

حدیث نمبر 2070:

((انَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا اسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ، قَالَ: لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي أَنَّ حِرْفَتِي لَمْ تَكُنْ تَعْجِزُ عَنْ مُئُونَةِ أَهْلِي، وَشُغِلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَسَيَأْكُلُ آلُ أَبِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ، وَيَحْتَرِفُ لِلْمُسْلِمِينَ فِيهِ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میری قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کے لیے ناکافی نہیں تھا لیکن اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مشغول ہو گیا ہوں، لہٰذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل خانہ اِس مال سے کھائیں گے اور وہ خود مسلمانوں کے مال و اسباب کی نگرانی کریں گے۔''

فوائد:

(۱)......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے کاروبار کرتے تھے اور وہ اہل خانہ کے لیے خود کماتے تھے۔ جب خلیفہ منتخب ہوئے تو حسب عادت کپڑا سر پر اٹھا کر بازار جانے لگے تو حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما نے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا تجارت کے لیے بازار جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی مشاورت سے آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا۔

(۲)...... اس سے معلوم ہوا سرکاری حاکم بیت المال سے اجرت لے سکتا ہے۔

(۳)......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرکاری مال کو کاروبار میں نہیں لگاتے تھے جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس اتنا وقت ہوتا تو آپ اپنا کاروبار کرتے اور بیت المال پر بوجھ نہ ڈالتے بلکہ وہ مسلمانوں کے معاملات کی نگرانی اور دیکھ بھال کرتے تھے جس کے عوض بیت المال سے بقدر کفایت ان کا وظیفہ مقرر تھا۔ ❶

حدیث نمبر 2071:

((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَّالَ أَنْفُسِهِمْ، وَكَانَ يَكُونُ لَهُمْ أَرْوَاحٌ، فَقِيلَ لَهُمْ: لَوِ اغْتَسَلْتُمْ.))

❶ فتح الباری، ج ٤، ص ٣٨٦.



''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام خود محنت مزدوری کرتے تھے، جس کی بنا پر ان کے جسم سے پسینہ وغیرہ کی بو آتی تھی۔ ایسے حالات میں ان سے کہا گیا اگر تم غسل کر لیتے تو بہتر ہوتا۔''

فوائد:

(۱)...... مدینہ طیبہ ہجرت کرنے کے بعد صحابہ کرام گذر اوقات کے لیے خود مشقت کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں سے تجارت، زراعت اور محنت و مزدوری کرتے تھے۔

(۲)...... چونکہ اس وقت غربت کا دور تھا۔ وہ اون کے موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ جب انہی کپڑوں میں جمعہ کے لیے مسجد میں آتے تو پسینہ آنے کی وجہ سے ان کے جسم سے ناگوار قسم کی بو آتی۔ اس لئے انہیں تلقین کی گئی کہ اگر غسل کر لیا جائے تو بہتر ہے تاکہ اس ناگوار بو سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

حدیث نمبر 2072:

((عَنِ الْمِقْدَامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.))

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ پاک کھانا نہیں کھایا اور اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام بھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔''

حدیث نمبر 2073:

((عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ، حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ دَاوُدَ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ، كَانَ لَا يَأْكُلُ إِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدِهِ.))

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہی کھاتے تھے۔

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کا بہترین کسب وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور اسے کسب ید کے بہتر اور پاکیزہ ہونے کی دلیل بنایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ وہ زرہیں بناتے تھے۔ وہ اگرچہ ان کے محتاج نہیں تھے کیونکہ وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ تھے۔ تاہم انہوں نے کھانے پینے اور گذر اوقات کے لیے افضل اور بہترین

طریقہ اختیار فرمایا۔

(۲)...... حافظ ابن حجر نے مستدرک حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کھیتی باڑی، حضرت داؤد علیہ السلام لوہے کا کام، حضرت نوح علیہ السلام لکڑی کا کام، حضرت ادریس علیہ السلام کپڑے سینے کا کام کرتے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چراتے تھے۔ ❶

(۳)...... ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پیشہ تھے۔ اس بنا پر کسی بھی حلال اور جائز پیشہ کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

(۴)...... صنعت وتجارت یا کوئی بھی جائز ذریعہ معاش توکل کے خلاف نہیں جیسا کہ بعض صوفیاء کا خیال ہے کہ روزگار کی تلاش اللہ پر توکل کے منافی ہے۔

(۵)...... واضح رہے کہ معیشت کے بنیادی ذرائع تین ہیں۔ زراعت، تجارت اور صنعت وحرفت۔ بعض حضرات نے تجارت کو افضل کہا ہے جب کہ کچھ حضرات زراعت پیشہ کو بہتر قرار دیتے ہیں۔ بہر صورت جو کمائی انسان کے ہاتھ سے حاصل ہو، اسے حدیث میں بہتر اور پاکیزہ کہا گیا ہے۔

حدیث نمبر 2074:

((عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ، مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَحْتَطِبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً عَلَى ظَهْرِهِ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا، فَيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ.))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں جمع کر کے گٹھا بنا کر اپنی پیٹھ پر لادے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی سے سوال کرے، وہ اسے دے یا نہ دے۔"

حدیث نمبر 2075:

((عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ أَحْبُلَهُ.))

"حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنی رسیوں کو لے لے (اور لکڑیاں اکٹھی کر کے لائے) تو ایسا کرنا لوگوں کے سامنے دست سوال پھیلانے سے بہتر ہے۔"

---

❶ فتح الباري، ج٤، ص ٣٨٧.

فوائد:

(۱)......اس حدیث میں ایک سچے مسلمان کی علامت بیان ہوئی ہے کہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتا ہے، دوسروں کے سامنے دست سوال نہیں پھیلاتا۔ کیونکہ اس میں ذلت اور رسوائی ہے۔ مسلمان کبھی دوسروں کے سامنے خود کو ذلیل و خوار نہیں کرتا۔

(۲)......مسند امام احمد میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا نیز ہر تجارت جو پاکبازی کے ساتھ ہو۔ ❶

(۳)......اس سے معلوم ہوا کہ سب سے اچھی کمائی تو وہ ہے جو خود اپنے دست و بازو اور محنت سے کی جائے۔ اور اس تجارت کی کمائی بہت پاکیزہ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق اور دیانت داری کے ساتھ ہو۔ واللہ اعلم

---

❶ مسند امام احمد، ج٤، ص ١٤١.





باب 16

خرید وفروخت کے وقت آسانی اور کشادہ دلی کرنا اور نرمی کے ساتھ حق طلبی کرنا

حدیث نمبر 2076:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا إِذَا بَاعَ ، وَإِذَا اشْتَرَى ، وَإِذَا اقْتَضَى .))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو بیچتے، خریدتے اور تقاضا کرتے وقت نرمی اور کشادہ دلی کا مظاہرہ کرے۔''

فوائد:

(۱)...... ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جنت میں داخل کرے جو فروخت کرتے، خریدتے، حقوق کا تقاضا کرتے وقت اور ان کی ادائیگی کے وقت خوش دلی اختیار کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملات میں خندہ پیشانی اور کشادہ روئی سے پیش آنا چاہیے، نیز تنگ دلی اور خودغرضی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۲)...... حدیث میں دعا اور خبر دونوں کا احتمال ہے لیکن امام ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی معین شخص کے متعلق خبر دی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے ایک ایسے شخص کو معاف کر دیا جو خرید وفروخت کے وقت نرمی اختیار کرتا تھا۔ [1]

(۳)...... بہر حال ایسے معاملات میں اچھے اخلاق کو اختیار کرنا چاہیے کیونکہ ان امور سے مال میں برکت ہوتی ہے۔



[1] فتح الباری ، ج ٤ ، ص ٣٨٨ .





باب 17

جس شخص نے مالدار کو بھی مہلت دی

حدیث نمبر 2077:

((انَّ حُذَيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، حَدَّثَهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَقَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، قَالُوا: أَعَمِلْتَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْئًا؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُ فِتْيَانِي أَنْ يُنْظِرُوا وَيَتَجَاوَزُوا عَنِ الْمُوسِرِ، قَالَ: قَالَ: فَتَجَاوَزُوا عَنْهُ.

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ: كُنْتُ أُيَسِّرُ عَلَى الْمُوسِرِ، وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ، وَتَابَعَهُ شُعْبَةُ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ، وَقَالَ أَبُو عَوَانَةَ: عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ، عَنْ رِبْعِيٍّ: أُنْظِرُ الْمُوسِرَ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ، وَقَالَ نُعَيْمُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ رِبْعِيٍّ: فَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ، وَأَتَجَاوَزُ عَنِ الْمُعْسِرِ .))

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے زمانہ میں فرشتوں نے ایک شخص کی روح سے ملاقات کے وقت پوچھا: کیا تو نے کوئی نیک کام کیا ہے؟ اس نے کہا میں اپنے ملازمین کو یہ حکم دیتا تھا کہ وہ تنگ دست کو ادائیگی میں مہلت دیں اور مالدار سے بھی نرمی کریں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے نرمی فرمائی۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ ابو مالک کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''سب مالداروں سے آسانی کرتا اور غریبوں کو مہلت دیتا تھا'' شعبہ نے ابو مالک کی متابعت کی ہے۔

ابوعوانہ کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ میں مالدار کو مہلت دیتا اور نادار سے درگذر کرتا تھا۔''

فوائد:

(۱)...... قرض دار اگرچہ مالدار ہی کیوں نہ ہو، اس سے بھی درگذر کا معاملہ کرنا چاہیے۔ اس پر سختی نہ کی جائے۔ اگر وہ مزید مہلت طلب کرے تو خوش دلی کے ساتھ اسے مہلت دی جائے اگرچہ مالدار کی تعریف میں اختلاف ہے۔

(۲)...... تاہم حالات وظروف کے پیش نظر بعض اوقات انسان ایک درہم کمانے سے غنی ہو جاتا ہے اور کبھی ہزار درہم رکھنے کے باوجود فقیر رہتا ہے کیونکہ اس کے ہاں اہل وعیال کی کثرت ہوتی ہے۔

(۳)......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انتہائی مہربان ہے۔ وہ معمولی سی نیکی کے عوض بہت بڑے گنہگار کو معاف کر دیتا ہے کیونکہ انسان جب اچھی نیت سے کوئی نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ خسارہ میں نہیں رہتا ہے۔

(۴)...... بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مالدار کو مہلت دینے میں اس کے ظلم کا ساتھ دینا ہے۔ اس میں اجر و ثواب کی امید نہیں رکھی جا سکتی۔ لیکن امام بخاری نے اس موقف کی تردید فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مالدار کو بھی مہلت دینے میں اجر ملے گا۔ بہر حال عرف عام میں جو بھی مالدار ہو اس کے ساتھ اچھے برتاؤ سے پیش آنا چاہیے۔







جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی

حدیث نمبر 2078:

((عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كَانَ تَاجِرٌ يُدَايِنُ النَّاسَ، فَإِذَا رَأَى مُعْسِرًا قَالَ لِفِتْيَانِهِ: تَجَاوَزُوا عَنْهُ، لَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنَّا، فَتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ. "

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک تاجر شخص لوگوں سے قرض کا لین دین کرتا تھا۔ جب وہ دیکھتا کہ کوئی آدمی تنگ دست ہے تو اپنے اہلکاروں سے کہتا کہ اس کو معاف کردو، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کردے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگذر کا معاملہ فرمایا۔"

فوائد:

(۱)...... قرآن کریم میں ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے آسودہ حالی تک مہلت دو۔ اور اگر تم اس پر صدقہ کردو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔" (البقرۃ: ۲۸۰)

لہٰذا غریب اور نادار آدمی پر مہربانی کرنا چاہیے۔ جس کی دو صورتیں ہیں۔

الف: اسے حالات درست ہونے تک مزید مہلت دی جائے۔

ب: اسے بالکل قرضہ معاف کردیا جائے۔

(۲)...... صحیح مسلم کی روایت کے مطابق ایسے شخص کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی تنگ دست کو مہلت دیتا ہے یا اسے معاف کردیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ اسے اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دیں گے۔ [1]

(۳)...... ایک دوسری حدیث میں کہ جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اسے قیامت کے دن پریشانیوں سے نجات مل جائے تو اسے چاہیے کہ تنگ دست مقروض کو مزید مہلت دے یا اسے قرض معاف کردے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم کی تپش سے محفوظ رکھے گا۔ [2]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الزهد، ٧٥١٢.

[2] فتح الباري، ج٤، ص ٣٩١.




جب بائع اور مشتری دونوں وضاحت کریں، کوئی چیز نہ چھپائیں اور خیر خواہی کریں

حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھ کر دیا:

''یہ وہ ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے خرید کیا ہے۔ یہ سودا مسلمان کا مسلمان سے ہے، اس میں نہ تو کوئی بیماری ہے اور نہ ہی کوئی عیب اور غائلہ ہے۔''

حضرت قتادہ نے کہا کہ غائلہ سے مراد حرام کاری، چوری اور بھاگ جانا ہے۔

حضرت ابراہیم نخعی سے کہا گیا کہ بعض دلال خراسان اور سجستان کے اصطبل کا نام لے کر کہتے ہیں کہ یہ جانور کل خراسان سے آیا ہے اور یہ آج سجستان سے آیا ہے تو انہوں نے اس انداز کو سخت ناپسند کیا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دیدہ و دانستہ کسی عیب دار چیز کو فروخت کرے مگر اسے اس کے متعلق آگاہ کر دینا چاہیے۔

وضاحت:

(۱)......حضرت عداء بن خالد رضی اللہ عنہ سے متعلق دستاویز کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔

(۲)......حضرت قتادہ کی تفسیر کو امام ابن مندہ نے بیان کیا ہے۔

(۳)......ابراہیم نخعی کا قول امام ابن ابی شیبہ نے متصل سند سے ذکر کیا ہے۔

(۴)......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام احمد، ابن ماجہ اور امام حاکم نے متصل سند سے روایت کیا ہے۔

(۵)...... ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ فروخت کنندہ کو چاہیے کہ وہ اس چیز کے متعلق پوری پوری معلومات فراہم کرے۔ کسی چیز کو چھپا کر نہ رکھے۔ خریدار سے کوئی فریب اور دھوکہ روا نہ رکھے۔ اس سے خرید و فروخت کی برکت برقرار رہتی ہے۔ بصورت دیگر اس برکت کو محو کر دیا جاتا ہے۔ [1]

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٩٣.

حدیث نمبر 2079:

((حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، ـ أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا ـ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.))

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں یا یہ فرمایا یہاں تک کہ علیحدہ ہوں، اگر وہ سچ بولیں اور عیب ظاہر کر دیں تو انہیں ان کی اس تجارت میں برکت دی جائے گی۔ اور اگر جھوٹ بولیں یا عیب چھپائیں تو بیع کی برکت محو کر دی جائے گی۔

فوائد:

(۱)......فروخت کنندہ اور خریدار اگر دونوں سچ بولیں۔ فروخت کردہ چیز اور قیمت میں کسی قسم کا ابہام یا پوشیدگی نہ رکھے تو ان کی بیع نفع مند اور ثمر آور ہوگی، بصورت دیگر اس کی برکت کو ختم کر دیا جائے گا۔ یعنی حصول برکت کے لیے شرط یہ ہے کہ سچائی اور ہر معاملہ کی وضاحت ہو۔ اور رحمت و برکت اس وقت ہوگی جب ابہام نہ پایا جائے گا۔

(۲)......اگر فروخت کنندہ یا خریدار میں سے کسی ایک نے صداقت اور اظہار معاملہ کیا لیکن دوسرے نے جھوٹ اور کتمان سے کام لیا، تو کیا برکت حاصل ہوگی یا نہیں؟ حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ صداقت سے کام لینے اور وضاحت کرنے والے کو برکت ضرور حاصل ہوگی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک کی نحوست دوسرے کو لے ڈوبے۔ اگرچہ سچائی اختیار کرنے والے کو اللہ کے ہاں اجر وثواب ملے گا اور جھوٹ بولنے والا قیامت کے دن عتاب وسزا کا حق دار ہوگا۔

(۳)......اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہوں کی نحوست دنیا و آخرت کی برکات کو ختم کر دیتی ہے۔ [1]

(۴)......بیع پختہ ہونے کے بعد اسے ختم کرنے کے لیے تین اختیارات ہیں:

❀...... خیار مجلس ❀...... خیار شرط ❀...... خیار عیب

ان تینوں کی وضاحت ہم آئندہ کریں گے۔

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٩٣.






باب 20

کھجوروں کی مختلف اقسام کو ملا کر فروخت کرنا

حدیث نمبر 2080:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نُرْزَقُ تَمْرَ الْجَمْعِ، وَهُوَ الْخِلْطُ مِنَ التَّمْرِ، وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ، وَلَا دِرْهَمَيْنِ بِدِرْهَمٍ.))

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ہمیں خوراک کے طور پر ہر قسم کی ملی جلی کھجوریں ملا کرتی تھیں۔ ہم ان کے دو صاع عمدہ کھجوروں کے ایک صاع کے عوض بیچ ڈالتے تھے۔ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو صاع کھجور کا ایک صاع کھجور کے عوض فروخت کرنا درست نہیں۔ اور نہ ہی دو درہم کو ایک درہم کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

فوائد:

(۱)..... یہ حکم تمام اشیاء خوردنی کا ہے کہ جب ایک جنس کا باہمی تبادلہ کیا جائے تو کمی بیشی اور ادھار جائز نہیں۔ البتہ اس مقام پر امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اس قسم کی مخلوط کھجوروں کی بیع جائز ہے۔ کیونکہ ان میں جو کچھ عیب ہے، وہ ظاہر ہے اور جو عمدگی ہے وہ بھی واضح ہے۔ کوئی دھوکہ بازی یا فریب کاری نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی مخلوط کھجوریں فروخت کی جا سکتی ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کو ملحوظ ضرور رکھا جائے جو حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ کیونکہ کھجوریں ردی ہوں یا اعلیٰ، یہ سب ایک ہی جنس ہیں۔ باہمی تبادلہ کے وقت ایک ہی جنس میں نفع لینا جائز نہیں ہے۔

(۲)..... حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد مختلف قسم کی کھجوروں کا ملا جلا ڈھیر ہے لیکن اس طرح کی کھجوریں پیک شدہ ہوں، عمدہ کھجوریں نظر آئیں اور ردی کھجوریں نظروں سے اوجھل رہیں تو اس صورت میں ان کا فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ [1]



[1] فتح الباری، ٤، ص ٣٩٤.




باب 21

گوشت بیچنے والے اور اونٹ ذبح کرنے والے کے متعلق جو کہا گیا ہے

حدیث نمبر 2081:

((عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الأَنْصَارِ، يُكْنَى أَبَا شُعَيْبٍ، فَقَالَ لِغُلاَمٍ لَهُ قَصَّابٍ: اجْعَلْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةً، فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُوَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ، فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الجُوعَ، فَدَعَاهُمْ، فَجَاءَ مَعَهُمْ رَجُلٌ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا قَدْ تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ لَهُ، فَأْذَنْ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجَعَ. فَقَالَ: لاَ، بَلْ قَدْ أَذِنْتُ لَهُ.))

''حضرت مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ انصار کا ایک آدمی آیا، جس کی کنیت ابوشعیب تھی۔ اس نے اپنے قصاب غلام سے کہا کہ میرے لیے کھانا تیار کرو جو پانچ اشخاص کو کافی ہو۔ کیونکہ میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کرنے کا ہے۔ اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر بھوک کے اثرات دیکھتا ہوں۔ چنانچہ اس نے ان حضرات کو دعوت دی تو ان کے ساتھ ایک اور آدمی بھی شامل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ چلا آیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو اجازت دے دیں اور اگر آپ اس کا واپس چلا جانا پسند کریں تو یہ واپس چلا جائے گا۔ اس نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میں اس کو بھی اجازت دیتا ہوں۔''

فوائد:

(۱)...... لحام گوشت بیچنے والے کو اور جزار اونٹ ذبح کرنے والے کو کہتے ہیں جب کہ قصاب بکریاں وغیرہ ذبح کرنے والے کو کہا جاتا ہے۔

(۲)...... جب جواز یا کراہت کا حکم ایک قسم میں ثابت ہو گیا تو عموم علت کی وجہ سے باقی انواع میں بھی ثابت ہو گا۔ حدیث میں قصاب کا ذکر ہے کہ اس کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بنا پر گوشت بیچنے اور اونٹ ذبح کرنے کا پیشہ اختیار کرنا بھی جائز ہے۔

(۳)...... البتہ امام بخاری کے ذوق کے مطابق اس حدیث کی وضاحت بایں طور پر ہوگی کہ جب مخلوط کھجوروں کی خرید وفروخت جائز ہے تو گوشت کا ہڈیوں سمیت بیچنا بھی جائز ہے۔ آپ نے پہلے عنوان سے کچھ ترقی کی ہے۔ کیونکہ ردی اور عمدہ کھجوریں ایک ہی جنس سے تھیں جب کہ پٹھے اور ہڈیاں گوشت کی قسم نہیں ہیں۔ اسکے باوجود گوشت کے ساتھ پٹھے اور ہڈیاں فروخت کرنا جائز ہے۔

(۴)...... واضح رہے کہ بن بلائے مہمان کو طفیلی کہا جاتا ہے۔ اگر صاحب خانہ اسے اجازت دے تو وہ شامل ہوسکتا ہے۔ بصورت دیگر اسے واپس ہونا ہوگا۔ واللہ اعلم





باب 22

خرید وفروخت کرتے وقت جھوٹ بولنا اور عیب کو چھپانا برکت کو ختم کر دیتا ہے

حدیث نمبر 2082:

((عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، ۔ أَوْ قَالَ: حَتَّى يَتَفَرَّقَا ۔ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا ".))

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں یا فرمایا تا آنکہ وہ متفرق ہو جائیں۔ اگر وہ سچ بولیں اور عیب کی وضاحت کر دیں تو ان کی خرید وفروخت میں برکت ہو گی۔ اس کے برعکس اگر وہ عیب چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو اس خرید وفروخت کی برکت مٹا دی جائے گی۔''

فوائد:

(۱)...... جھوٹ اور کتمان اشیاء فروخت کی برکت کو ختم کر دیتی ہیں۔ یعنی اگر بائع اشیاء صرف کی مدح میں جھوٹ بولے اور ان کے عیوب کو چھپائے، اس طرح خریدار بھی قیمت کی ادائیگی میں جعلسازی یا فریب کاری کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

(۲)...... خریدار کی طرف سے جعل سازی یہ ہے کہ وہ جعلی چیک فروخت کنندہ کو دے دے، یا چیک تو اصل ہو لیکن اس کے بنک میں پیسے نہ ہوں۔ اس طرح جعلی کرنسی اور کھوٹے نوٹ دینے کا بھی یہی حکم ہے۔

باب 23

(سود در سود کی حرمت)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لاَ تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

(آل عمران : ١٣٠)

''ایمان والو! سود در سود مت کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

حدیث نمبر 2083:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ، لاَ يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالَ، أَمِنْ حَلاَلٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ آدمی اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے مال کیسے حاصل کیا؟ حلال ذرائع یا حرام طریقوں سے کمایا۔''

فوائد:

(۱)...... زمانہ جاہلیت کا رواج تھا کہ جب قرض کی مدت ختم ہو جاتی تو اگر مقروض اپنا قرض ادا کر دیتا تو بہتر بصورت دیگر مدت بڑھا دی جاتی اور اس کا سود بھی بڑھا دیا جاتا۔ ہر سال اس طرح کرتے حتی کہ اصل زر سے سود کی رقم کئی گنا بڑھ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور سود در سود کی وضاحت سے اس کی قباحت اور شناعت کا بیان کرنا ہے جس کا وہ ارتکاب کرتے تھے کہ ایک درہم قرض دے کر وہ کئی درہم وصول کرتے تھے۔

(۲)...... حدیث مبارکہ کی عنوان سے اس طرح مناسبت ہے کہ سود خور کئی گنا سود کھا کر پرواہ نہیں کرتا کہ حلال کھا رہا ہے یا حرام سے پیٹ بھر رہا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا جب ہر شخص سود کھانے والا ہوگا تب کوئی بھی اس سے محفوظ نہیں رہے گا۔ اگر کوئی نہ بھی کھاتا ہو گا تو اس کا دھواں اور غبار ضرور اس کے اندر پہنچے گا۔ [1]

(۳)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد امت کو خبردار کرنا ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے جب سود کی وباء عام ہو جائے گی اور اس سے محفوظ رہنا بہت ہی دشوار ہوگا۔ (اللهم احفظنا منه)

[1] مسند امام احمد، ج ٢، ص ٤٩٣.



باب 24

سود کھانے والا، اس کے متعلق گواہی دینے والا اور اسے لکھنے والا

(سب گناہ میں برابر ہیں)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا: إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا، وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا، فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ، وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (البقرة: ٢٧٥)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ یوں کھڑے ہوں گے جیسے شیطان نے کسی شخص کو چھو کر مخبوط الحواس بنا دیا ہو، اس کی وجہ ان کا یہ کہنا ہے کہ تجارت بھی تو آخر سود ہی کی طرح ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام کہا ہے۔ اب جس شخص کو اس کے پروردگار سے یہ نصیحت پہنچے گی اور وہ سود سے رک گیا تو پہلے جو وہ سود کھا چکا، سو وہ کھا چکا۔ اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ مگر جو پھر سود کھائے تو یہی لوگ اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وضاحت:

(۱)......امام بخاری کا اس آیت کریمہ کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مذکورہ آیت، احکام سود کو بیان کرنے والی ہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے اس عنوان سے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہو جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کھانے والا، کھلانے والا، گواہی دینے والا اور اسے تحریر میں لانے والا سب ملعون ہیں اور گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ [1]

(۲)......اس وعید کی روشنی میں ایک مسلمان کا کام تو یہی ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام کر دیا ہے تو اس کے حکم سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ خواہ اسے سود اور تجارت کا فرق سمجھ آئے یا نہ آئے۔

(۳)......واضح رہے کہ سود اور تجارت میں فرق یہ ہے کہ سود میں ایک طے شدہ شرح کے مطابق یقینی منافع ہوتا ہے جب کہ تجارت میں منافع کے ساتھ نقصان کا احتمال بھی موجود ہوتا ہے۔

[1] صحيح مسلم، البيوع، ح ٤٠٩٣.



(۴)...... نیز تجارت میں ایک دوسرے سے ہمدردی، مروت اور مل جل کر کام کرنے کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ جب کہ سود کی صورت میں سود خور کو محض اپنے مفاد سے غرض ہوتی ہے۔ بہر حال سود کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور یہ ایک کبیرہ گناہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔

حدیث نمبر 2084:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: لَمَّا نَزَلَتْ آخِرُ الْبَقَرَةِ قَرَأَهُنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فِي الْمَسْجِدِ، ثُمَّ حَرَّمَ التِّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد میں صحابہ کرام کو پڑھ کر سنایا، پھر شراب کی تجارت کو حرام کر دیا۔

فوائد:

(۱)......سورۃ بقرہ کی آخری آیات میں سود کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنا قرار دیا ہے۔ اگرچہ شراب کی حرمت سورۃ مائدہ میں، آیت ربا سے کافی مدت پہلے نازل ہو چکی تھی۔ اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تجارت کو حرام قرار دیا تھا۔ اور اس کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ پھر جب آیت ربا نازل ہوئی تو دوبارہ تاکید اور یاددہانی کے طور پر اس کی حرمت کو بیان فرمایا۔

(۲)...... واضح رہے کہ سورۃ بقرہ کے آخر میں قرض کے تحریر کرنے اور خرید وفروخت کرنے کے وقت گواہ بنانے کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز تجارت یعنی سودی معاملات کو لکھنا اور اس کے متعلق گواہی دینا جائز نہیں ہے۔ امام بخاری نے اسی مقصد کے لیے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2085:

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِي، فَأَخْرَجَانِي إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ، فَانْطَلَقْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى نَهَرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسَطِ النَّهَرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ، فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهَرِ، فَإِذَا أَرَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ، فَرَدَّهُ حَيْثُ كَانَ، فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ، فَيَرْجِعُ كَمَا كَانَ، فَقُلْتُ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّهَرِ آكِلُ الرِّبَا.))

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٣٩٧.

آج رات خواب میں دو مرد دیکھے جو میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس کی طرف لئے گئے۔ ہم چلتے رہے حتی کہ خون کی نہر پر آئے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے درمیان میں ایک اور آدمی کھڑا تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ جب دوسرا آدمی نہر سے نکلنے کا ارادہ کرتا تو وہ اس کے منہ پر پتھر مار کر وہیں واپس کر دیتا ہے جہاں وہ ہوتا تھا۔ میں نے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ جس شخص کو آپ نے خونی نہر میں دیکھا وہ سود خور ہے۔''

فوائد:

(۱)...... بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جس شخص کے آگے پتھر پڑے تھے وہ نہر کے درمیان میں نہیں بلکہ نہر کے کنارے پر کھڑا تھا۔ سیاق وسباق کے اعتبار سے یہی بات صحیح ہے۔ ❶

(۲)...... یہ ایک طویل حدیث ہے جو کتاب التعبیر میں بیان ہوگی۔ اس میں قیامت کے دن سود خور کو ملنے والے عذاب کی ایک جھلک دکھائی گئی ہے کہ دنیا میں اس نے لوگوں کا خون چوس چوس کر دولت جمع کی، قیامت کے دن وہی خون ایک نہر کی صورت اختیار کرے گا، جس میں اسے غوطے دیے جائیں گے۔ اس حدیث میں اگرچہ سود لکھنے اور اس پر گواہی دینے کا ذکر نہیں ہے تاہم یہ لوگ سود خور کے معاون ہیں، اس لیے حکم کے اعتبار سے انہیں سود خور کے ساتھ ہی ملحق کیا گیا ہے۔ ❷



❶ صحيح بخاري، ح ٧٠٤٧.

❷ فتح الباري، ج ٤، ص ٣٩٧.





سود کھلانے والا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ، فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (البقرة: ٢٧٨-٢٨١)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اگر تم واقعی مومن ہو تو جو سود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جاؤ اور اگر توبہ کر لو تو تم صرف اپنے اصل زر کے حق دار ہو، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے اور اگر مقروض تنگ دست ہے تو اسے آسودہ حالی تک مہلت دو اور اگر (رأس المال) صدقہ کر دو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ سکو۔ اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے پھر وہاں ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا اور کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آخری آیت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

وضاحت:

(۱)......امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اثر کو خود ہی کتاب التفسیر میں متصل سند سے بیان کیا ہے۔ [1]

(۲)......اس میں صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت ربوٰ آخر میں نازل ہوئی۔ اس سے امام بخاری کا مقصود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کی تفسیر کرنا ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسجد میں صحابہ کو پڑھ کر سنایا اور شراب کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا۔

(۳)......واضح رہے کہ اسلامی نظام صدقات میں مال کا رخ غریب کی طرف ہوتا ہے جب کہ سودی معاشرہ میں دولت کا رخ غریب سے امیر کی طرف ہوتا ہے۔ گویا اس نظام سے طبقات کی خلیج مزید وسیع ہو جاتی

[1] صحيح بخاري، التفسير، ٤٥٤٤.

ہے۔ اسلام جس معاشرہ کو اخوت کے رشتہ میں باندھنا چاہتا ہے، سود اسے متحارب گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں قومی پیداوار تباہ ہوکر رہ جاتی ہے۔ اس طرح سودی نظام میں غریب طبقہ کا استحصال کیا جاتا ہے۔

حدیث نمبر 2086:

((عَـنْ عَـوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى عَبْدًا حَـجَّامًا ، فَسَأَلْتُهُ فَـقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَـلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدَّمِ ، وَنَهَى عَنِ الْوَاشِمَةِ وَالْمَوْشُومَةِ ، وَآكِلِ الرِّبَا وَمُوكِلِهِ ، وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ .))

'' حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا، انھوں نے ایک غلام خریدا جو پچھنے لگاتا تھا۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا نیز گودنے اور گدوانے، سود لینے اور دینے سے بھی منع فرمایا، علاوہ ازیں تصویر کشی کرنے والے پر آپ نے لعنت فرمائی ہے۔''

فوائد:

(۱)...... صحیح بخاری کی ایک روایت میں وضاحت ہے، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے ایک غلام خریدا جو پچھنے لگاتا تھا۔ میرے باپ نے اس کے وہ تمام آلات توڑ دیئے جن کے ذریعے وہ پچھنے لگاتا تھا۔ میں نے اس کے آلات توڑنے کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا جو حدیث میں مذکور ہے۔ [1]

(۲)...... اس حدیث میں چھ احکام بیان ہوئے ہیں جن میں ایک سود کھانے اور کھلانے سے متعلق ہے۔ اگرچہ سود کا نفع کھانے والے کو حاصل ہوتا ہے، تاہم گناہ میں دونوں برابر شریک ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(۳)...... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جاندار کی تصویر کشی حرام ہے۔ تصویر خواہ عکسی یا مجسم دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ البتہ بے جان چیزوں کی تصویر بنانے میں چنداں حرج نہیں ہے۔ تصویر کے متعلق ہم اپنی گذارشات کتاب الادب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

(۴)...... علاوہ ازیں کتے کی خرید و فروخت، سنگی لگوانے کی اجرت اور جسم کے کسی حصہ میں سرمہ بھرنا، ان کے مسائل بھی آئندہ بیان ہوں گے۔



[1] صحیح بخاری، البیوع، ۲۲۳۸.





(سود اور برکت)

ارشاد باری تعالیٰ:

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ﴾ (البقرة: ٢٧٦)

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے بدعمل انسان کو پسند نہیں کرتا۔''

وضاحت:

ناشکرے سے مراد وہ سود خور ہے جس کے پاس اپنی ضروریات سے زائد رقم موجود ہے لیکن وہ اپنے کسی محتاج بھائی کی مدد نہیں کرتا۔ نہ وہ اسے بطور قرض حسنہ دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ زائد رقم اس پر اللہ کا فضل تھا۔ اسے صدقہ یا قرض دے کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے تھا مگر اس نے اس زائد رقم کو سود پر دے کر اللہ کے فضل کی انتہائی ناشکری کی۔ لہٰذا اس سے بڑھ کر بدعملی اور گناہ کی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔

حدیث نمبر 2087:

((إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: الحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مُمْحِقَةٌ لِلْبَرَكَةِ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جھوٹی قسم کھانے سے گو مال فروخت ہو جاتا ہے، لیکن وہ برکت کو ختم کر دیتی ہے۔''

فوائد:

(۱)...... جس طرح جھوٹی قسم کھانے سے سوداگر کو خیر و برکت سے محروم کر دیا جاتا ہے اسی طرح سودی کاروبار کرنے والی کی برکت کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ اگرچہ بظاہر سود لینے سے رقم زیادہ ہو جاتی ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے دنیا و آخرت میں نقصان ہوتا ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود سے اگرچہ رقم زیادہ ہو جاتی ہے مگر اس کا نتیجہ اور انجام قلت ہے۔ [1]

(۲)...... سود کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔ ''مالے حرام بود جائے حرام رفت'' والی بات بن جاتی ہے۔ ویسے بھی جس معاشرے میں سود رائج ہوتا ہے وہاں غریب طبقہ کی قوت خرید کم ہوتی ہے اور امیر طبقہ کی تعداد قلیل

[1] فتح الباري، ج ٤، ص٣٩٩.

ہونے کی وجہ سے گردش دولت کی رفتار بہت سست ہو جاتی ہے جس سے معاشی بحران پیدا ہوتے ہیں۔

(۳)......سودی نظام کی وجہ سے امیر اور غریب میں طبقاتی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ غریب طبقہ تنگ آ کر امیروں کو لوٹنا شروع کر دیتا ہے۔ آقا اور مزدور میں کشیدگی پیدا ہونے سے بہت سے مہلک نتائج پیدا ہو سکتے ہیں۔ بہر حال سود کا انجام انتہائی گھناؤنا اور خطرناک ہے۔





خرید وفروخت کرتے وقت قسم کھانا ناپسندیدہ عمل ہے

حدیث نمبر 2088:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سِلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ، فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَعْطَى بِهَا مَا لَمْ يُعْطِ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا﴾ (ال عمران: ۱۷۷).))

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک آدمی نے منڈی میں اپنا سامان لگایا اور اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ مجھے اس کی اتنی قیمت ملتی ہے حالانکہ اسے نہیں ملتی تھی۔ اس کا مقصد کسی مسلمان کو پھنسانا تھا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض بہت کم قیمت لیتے ہیں۔''

فوائد:

(۱)...... جو تاجر جھوٹی قسم اٹھا کر اپنے سامان کو فروخت کرتا ہے، وہ انتہائی خسارے میں ہے۔ قرآنی آیت کے مطابق ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے ہم کلام نہیں ہوگا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا، نیز انہیں گناہوں سے پاک بھی نہیں کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک قسم کا عذاب ہوگا۔

(۲)...... حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص قیامت کے دن خسارے میں ہوں گے۔ ایک اپنی چادر کو ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر چلنے والا، دوسرا جھوٹی قسم اٹھا کر سامان فروخت کرنے اور تیسرا کسی پر احسان کر کے جتلانے والا۔ [1]

(۳)...... غلط نقدی دے کر اس کے عوض مال وصول کرنا، کسی سے کوئی چیز لے کر مکر جانا اور قسم اٹھا لینا، الغرض بددیانتی کی جتنی بھی اقسام ہو سکتی ہیں، ان سب پر مذکورہ آیت کا اطلاق ہوتا ہے۔

[1] مسند امام احمد، ص ۱۶۲، ج ۵.




باب 28

پیشہ زرگری کے متعلق ہدایات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کی گھاس نہ کاٹی جائے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا مگر اذخر؟ کیونکہ حرم کے زرگروں اور گھروں کے کام آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اذخر کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وضاحت:

اس روایت کو خود امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❶

عنوان کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ پیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اس لیے یہ پیشہ اختیار کرنا جائز ہے۔

امام بخاری نے شاید ایک حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والے رنگساز اور زرگر ہیں۔ اسے امام احمد نے بیان کیا ہے لیکن اس کی سند مضطرب ہے، لہذا قابل حجت نہیں۔ ❷

امام بخاری نے اس قسم کی احادیث پر مختلف عنوانات قائم کیے ہیں۔ آپ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ یہ دستکاری کے کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہوا کرتے تھے اور آپ نے ان کے متعلق کوئی امتناعی حکم جاری نہیں فرمایا۔ اس طرز عمل سے ان صنعتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2089:

((إِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ، قَالَ: كَانَتْ لِي شَارِفٌ مِنْ نَصِيبِي مِنَ الْمَغْنَمِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنَ الْخُمُسِ، فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتَنِيَ بِفَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاعَدْتُ رَجُلًا صَوَّاغًا مِنْ بَنِي قَيْنُقَاعَ أَنْ يَرْتَحِلَ مَعِي، فَنَأْتِيَ بِإِذْخِرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَبِيعَهُ مِنَ الصَّوَّاغِينَ، وَأَسْتَعِينَ بِهِ فِي وَلِيمَةِ عُرُسِي.))

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے مال غنیمت میں سے ایک اونٹ حصہ میں

❶ صحيح بخاري، ح ٢٠٩٠.
❷ فتح الباري، ج ٤، ص ٤٠١.



ملا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک اور اونٹ خمس سے دیا۔ جب میں نے فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ کی رخصتی کروانے کا ارادہ کیا تو بنو قینقاع کے ایک زرگر سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر کاٹ کر لائیں۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں اسے سناروں کے پاس فروخت کروں اور اپنی شادی کے ولیمہ میں اس سے کچھ مدد حاصل کروں گا۔''

حدیث نمبر 2090:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مَكَّةَ، وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي، وَإِنَّمَا حَلَّتْ لِي سَاعَةً مِنْ نَهَارٍ لَا يُخْتَلَى خَلَاهَا، وَلَا يُعْضَدُ شَجَرُهَا، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا، وَلَا يُلْتَقَطُ لُقَطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ: إِلَّا الإِذْخِرَ، لِصَاغَتِنَا وَلِسُقُفِ بُيُوتِنَا، فَقَالَ: إِلَّا الإِذْخِرَ، فَقَالَ عِكْرِمَةُ: هَلْ تَدْرِي مَا يُنَفَّرُ صَيْدُهَا؟ هُوَ أَنْ تُنَحِّيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ، قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ خَالِدٍ لِصَاغَتِنَا وَقُبُورِنَا.))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرمت والا قرار دیا، مجھ سے پہلے کسی کے لیے یہ حلال نہ ہوا اور نہ ہی میرے بعد کسی کے لیے حلال ہوگا۔ میرے لیے بھی صرف دن کی ایک گھڑی حلال ہوا، لہٰذا اس کی گھاس کو نہ اکھاڑا جائے اور نہ ہی اس کا درخت کاٹا جائے۔ اس کا شکار بھی نہ بھگایا جائے اور نہ ہی وہاں کی گری پڑی چیز کو اٹھایا جائے، ہاں وہ اٹھا سکتا ہے جو اس کی تشہیر کرے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ہمارے سناروں اور گھروں کی چھتوں کے لیے اذخر کی اجازت دیجیے۔ آپ نے فرمایا: ہاں اذخر کی اجازت ہے۔

راوی حدیث حضرت عکرمہ نے کہا، کیا تم جانتے ہو کہ شکار کے بھگانے سے کیا مراد ہے؟ وہ یہ ہے کہ اسے سایہ سے ہٹا کر خود وہاں پڑاؤ کرلے۔

عبد الوہاب نے خالد سے یہ الفاظ بیان کیے ہیں کہ ہمارے سناروں اور ہماری قبروں کے لیے اذخر کی اجازت دیجیے۔''

فوائد:

(۱)..... ان احادیث سے پیشہ زرگری کا جواز ملتا ہے۔ اگرچہ یہ حضرات بہت سے ناجائز کام بھی کرتے ہیں اور پالش کے نام سے زائد رقم بٹورتے ہیں حالانکہ پالش کرنے سے سونے کا وزن کم ہو جاتا ہے۔ جبکہ یہ

لوگ پالش کا اضافی وزن سونے میں ڈالتے ہیں۔اس کے بعد جب انہیں وہی زیور فروخت کریں تو رتی فی ماشہ کی شرح سے کٹوتی کر کے صافی وزن نکالتے ہیں۔تاہم ایسے کاموں سے گناہ ضرور ہوتا ہے لیکن یہ پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲)...... پہلی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پیشہ ور شخص سے فائدہ لینا جائز ہے اگرچہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

(۳)...... آخر میں امام بخاری کی پیش کردہ تعلیق کو خود ہی امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❶

(۴)...... واضح رہے کہ ہر وحشی جانور انسان کو دیکھ کر دور سے ہی نفرت کرتا ہے۔ یہ تنفیر انسان کے بس میں نہیں جس پر اسے گناہ گار کہا جا سکے۔ ہاں اگر زیادتی انسان کی طرف سے ہو کہ اس جانور کو سایہ دار درخت سے بھگا کر خود وہاں پڑاؤ کرے تو اس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ غالبًا اسی نکتہ کی وجہ سے حضرت عکرمہ نے تنفیر کی تفسیر بیان کی ہے۔واللہ اعلم



❶ صحیح بخاری ، حدیث ۱۳٤۹ .



کاریگر اور لوہار کا ذکر

قین اور حداد کا ایک ہی معنی ہے لیکن بعض حضرات کے نزدیک قین ہر کاریگر کو کہتے ہیں اور حداد صرف لوہار کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ ان دونوں کا حکم ایک ہے اس لیے امام بخاری نے ایک ہی عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ لفظ ''قین'' کئی ایک معنی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس مقام پر قین حداد کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2091:

((عَنْ خَبَّابٍ ، قَالَ: كُنْتُ قَيْنًا فِي الجَاهِلِيَّةِ ، وَكَانَ لِي عَلَى العَاصِ بْنِ وَائِلٍ دَيْنٌ ، فَأَتَيْتُهُ أَتَقَاضَاهُ ، قَالَ: لاَ أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ: لاَ أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللهُ ، ثُمَّ تُبْعَثَ ، قَالَ: دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ ، فَسَأُوتَى مَالًا وَوَلَدًا فَأَقْضِيكَ ، فَنَزَلَتْ: "أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا، أَطَّلَعَ الغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا" .))

حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوہار تھا اور عاص بن وائل کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا۔ میں اس کے پاس اپنے قرض کا تقاضا کرنے آیا تو اس نے کہا جب تک تو محمد کی نبوت سے انکار نہیں کرے گا اس وقت تک میں تیرا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے کہا اگر اللہ تجھے موت سے دوچار کر دے اور مرنے کے بعد پھر زندہ کر دے تو بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار نہیں کروں گا۔ اس نے کہا پھر تو مجھے چھوڑ دے تاکہ میں مروں اور پھر زندہ کیا جاؤں کیونکہ پھر مجھے وہاں مال بھی ملے گا اور اولاد بھی۔ پھر تمہارا قرض ادا کروں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

''اے نبی! کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو ہماری آیات کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے پر مجھے مال اور اولاد ملے گی۔ کیا اسے غائب کی اطلاع ہوگئی یا اللہ سے اس نے کوئی عہد لے رکھا ہے۔'' [مریم: ۷۷-۷۸]

❶ عمدة القاري، ج۸، ص ۳۶۰.

فوائد:

(۱)......حدیث میں برے ساتھی کو لوہار کی بھٹی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس حدیث سے لوہار کی قباحت معلوم ہوتی ہے۔

(۲)...... امام بخاری مذکورہ عنوان اور پیش کردہ حدیث سے اس کی وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں یہ پیشہ موجود تھا۔ اس لیے یہ پیشہ اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ باقی قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی لوہے کے پیشہ سے منسلک تھے اور وہ اس سے بہترین ہتھیار بنایا کرتے تھے۔

(۳)...... امام بخاری نے حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کے عمل جاہلیت سے استدلال کیا ہے اگر یہ پیشہ حرام ہوتا تو مسلمان ہونے کے بعد اس عمل حرام سے واجب شدہ قرض کا مطالبہ نہ کرتے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے جاہلیت کے عمل کی اجرت طلب کی۔

(۴)......حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بھی اسی پیشہ کو اختیار کیے رکھا جیسا کہ امام بخاری نے کتاب الاجارہ میں اسے ثابت کیا ہے۔

(۵)...... اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور عاص بن وائل مشرک تھا۔ اس وقت مکہ دار الحرب تھا اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر مطلع ہونے کے باوجود اسے برقرار رکھا جس سے اس کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ ❶



❶ صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، ۲۲۷۵.


باب 30

درزی کا بیان

حدیث نمبر 2092:

((أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا، فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ الْقَصْعَةِ، قَالَ: فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ.))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خود تیار کیا تھا۔ میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ گیا۔ اس نے آپ ﷺ کے سامنے روٹی، کدو کا شوربہ اور سوکھا گوشت رکھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیالے کے ادھر اُدھر سے کدو کو ڈھونڈتے دیکھا۔ اس بنا پر میں اس دن سے کدو کو بہت پسند کرتا ہوں۔''

فوائد:

(۱)...... درزی کا پیشہ دوسری صنعتوں سے الگ نوعیت کا ہے۔ کیونکہ زرگر اور لوہار صرف اپنی محنت کی مزدوری لیتے ہیں جب کہ درزی کے پیشہ میں دھاگہ اور بٹن وغیرہ درزی خود اپنی طرف سے لگاتا ہے۔ علاوہ ازیں سلائی مشین کی الگ اجرت ہے لیکن انہیں ایک دوسرے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ گویا اس میں تجارت اور محنت دونوں جمع ہیں۔ قیاس کے اعتبار سے اس کا جواز محل نظر ہے لیکن شرع نے اسے برقرار رکھا ہے اور اس پیشہ کو جائز کیا ہے۔ ایک درزی نے آپ ﷺ کو کھانا تناول فرمانے کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اسے شرف قبولیت سے نوازا، اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس پیشہ کے جواز کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ [1]

(۲)...... واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گوشت میں پکا ہوا کدو بہت مرغوب تھا۔ ویسے بھی یہ ایک عمدہ ترکاری ہے اور طبی لحاظ سے بہت فائدہ مند اور نفع بخش ہے۔ بخار، خفقان، قبض اور بواسیر کے لیے مفید نیز مانع خشکی اور حرارت ہے۔

[1] عمدة القاري، ج۸، ص ٣٦٣.





کپڑا بننے والے کا ذکر

حدیث نمبر 2093:

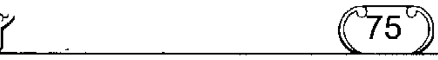
((سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ، قَالَ: أَتَدْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ فَقِيلَ لَهُ: نَعَمْ، هِيَ الشَّمْلَةُ مَنْسُوجٌ فِي حَاشِيَتِهَا، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي نَسَجْتُ هَذِهِ بِيَدِي أَكْسُوكَهَا، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا، فَخَرَجَ إِلَيْنَا وَإِنَّهَا إِزَارُهُ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اكْسُنِيهَا. فَقَالَ: نَعَمْ. فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ، ثُمَّ رَجَعَ، فَطَوَاهَا ثُمَّ أَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ، فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ: مَا أَحْسَنْتَ، سَأَلْتَهَا إِيَّاهُ، لَقَدْ عَلِمْتَ أَنَّهُ لَا يَرُدُّ سَائِلًا، فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ مَا سَأَلْتُهُ إِلَّا لِتَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ، قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.))

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک عورت چادر لے کر آئی۔ فرمایا جانتے ہو کہ بردہ کیا چیز ہے؟ کہا گیا: ہاں وہ بڑی چادر جس کے کنارے بنے ہوئے ہوں۔ اس عورت نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس چادر کو اپنے ہاتھ سے بنا ہے، تاکہ آپ کو پہناؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چادر کی ضرورت تھی اس لیے اسے قبول فرما لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تہبند کے طور پر استعمال کیا اور ہمارے پاس تشریف لائے۔

لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ یہ چادر مجھے عنایت کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں لے لو۔ چنانچہ آپ مجلس میں بیٹھے، پھر واپس تشریف لے گئے اور چادر کو لپیٹ کر اس شخص کے پاس بھیج دیا۔ لوگوں نے اس سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو خالی واپس نہیں کرتے۔ اس نے جواب دیا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لیے چادر کا سوال کیا تھا کہ جس دن میں مروں، وہ چادر میرا کفن بنے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چنانچہ وہ چادر اس کا کفن بنی۔''

فوائد:

(۱)... اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت کپڑا بننے میں ماہر تھی بلکہ اس پر کڑھائی کا کام بھی کرتی



تھی کیونکہ اس نے بہترین حاشیہ دار چادر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ ﷺ نے اسے بخوشی قبول فرمایا۔

(۲)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ کپڑا بننے کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں تک اس میں مہارت رکھتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کوئی انکار نہیں کیا، اس سے اس پیشہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

(۳)...... واضح رہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے وہ چادر بطور تبرک اپنے کفن کے لیے مانگ لی تو آپ ﷺ نے اسے عنایت کر دی حالانکہ آپ ﷺ خود اس کے ضرورت مند تھے۔ راوی کے بیان کے مطابق وہی چادر مانگنے والے صحابی کے لیے بطور کفن استعمال کی گئی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین


باب 32

بڑھئی کا بیان

حدیث نمبر 2094:

((عَنْ أَبِي حَازِمٍ، قَالَ: أَتَى رِجَالٌ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُونَهُ عَنِ الْمِنْبَرِ، فَقَالَ: بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى فُلَانَةَ، امْرَأَةٍ قَدْ سَمَّاهَا سَهْلٌ: أَنْ مُرِي غُلَامَكِ النَّجَّارَ، يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا، أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ، فَأَمَرَتْهُ يَعْمَلُهَا مِنْ طَرْفَاءِ الْغَابَةِ، ثُمَّ جَاءَ بِهَا، فَأَرْسَلَتْ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا، فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ، فَجَلَسَ عَلَيْهِ.))

''حضرت ابو حازم سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ کچھ آدمی حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر ان سے منبر کے متعلق پوچھنے لگے۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں عورت کو پیغام بھیجا، حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اس کا نام بھی لیا تھا، کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہے کہ وہ میرے لیے لکڑیوں کا ایک منبر تیار کردے تاکہ لوگوں سے خطاب کرتے وقت میں اس پر بیٹھوں۔ چنانچہ اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ وہ جنگل سے جھاؤ کے درخت سے منبر تیار کردے۔ چنانچہ وہ منبر تیار کر کے لے آیا تو وہ عورت اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد میں رکھنے کا حکم دیا۔ وہ ایک مناسب جگہ پر رکھ دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے۔''

حدیث نمبر 2095:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَقْعُدُ عَلَيْهِ، فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَّارًا قَالَ: إِنْ شِئْتِ، قَالَ: فَعَمِلَتْ لَهُ الْمِنْبَرَ، فَلَمَّا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ الَّذِي صُنِعَ، فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ عِنْدَهَا، حَتَّى كَادَتْ تَنْشَقُّ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا، فَضَمَّهَا إِلَيْهِ، فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ، حَتَّى اسْتَقَرَّتْ، قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ.))

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنا لاؤں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں، اس لیے کہ میرا غلام بڑھئی کے پیشہ سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم چاہو تو بنوا سکتی ہو۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس عورت نے آپ ﷺ کے لیے منبر بنوا لیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو آپ ﷺ کے لیے تیار کیا گیا تھا اور کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے آہیں بھر کر چیخنے لگا، قریب تھا کہ وہ پھٹ جائے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ منبر پر سے اترے اور اسے اپنے گلے لگا لیا۔ وہ تنا بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جسے چپ کروایا جاتا ہے۔ تا آنکہ وہ خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ کھجور کا یہ تنا اس لیے رویا کہ وہ اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا۔''

فوائد:

(۱)...... بڑھئی کا پیشہ جائز ہے۔ وہ اپنی محنت کی اجرت لیتا ہے جس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ وہ ہاتھ کا عمل ہونے کی وجہ سے بہترین کمائی ہے۔ عام طور پر یہ حضرات دو طرح سے کام کرتے ہیں۔

الف:...... لکڑی وغیرہ مالک کی ہوتی ہے البتہ بڑھئی دروازے، کھڑکیاں وغیرہ بنانے کی مزدوری لیتا ہے۔

ب:...... وہ لکڑی بھی اپنی طرف سے لگاتا ہے اور اس پر محنت بھی کرتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ تجارت اور اجرت ہے۔ اس کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے البتہ بعض اوقات لکڑی خریدنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اندر سے بے کار اور کھوکھلی ہے۔ ان حضرات کا محاورہ ہے کہ لکڑی اور ککڑی کو چیرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ کس قسم کی ہے۔ خراب نکلنے کی صورت میں بڑھئی کو کافی نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے مالک کو چاہیے کہ وہ بڑھئی کے نقصان کی اخلاقی اعتبار سے تلافی کرے۔

(۲)...... بہر حال اس فن کو بطور ذریعہ معاش اپنانے اور بڑھئی کا پیشہ اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا منبر تیار کرنے والا ایک بڑھئی غلام تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا تیار کردہ منبر استعمال فرمایا اور اس پیشہ پر کوئی انکار نہیں کیا۔ ایک مسلمان اسے اختیار کر کے رزق حلال تلاش کر سکتا ہے۔




امام کا اپنی ضروریات کو خود خرید کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خرید فرمایا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اشیاء ضرورت خود خرید کیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مشرک بکریاں لے کر آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خود خرید کیا۔

وضاحت:

(۱)......اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ خرید وفروخت کرنا انسانی مروت کے خلاف نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کے لیے اپنی ضرورت کی اشیاء کو خود خرید فرمایا۔ اس میں تواضع اور انکساری کا بھی اظہار ہے۔

(۲)......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی تعلیق ❶ کو خود امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❷

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خرید وفروخت کا ذکر بھی صحیح بخاری میں متصل سند سے ہے۔ ❸

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی تعلیق کو بھی امام بخاری نے خود ہی بیان کیا ہے۔ ❹

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اونٹ خریدنے کا واقعہ بھی امام بخاری نے ذکر کیا ہے۔ ❺

حدیث نمبر 2096:

عَـنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا بِنَسِيئَةٍ ، وَرَهَنَهُ دِرْعَهُ

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار طعام خریدا اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی۔"

فوائد:

(۱)...... دیگر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اشیاء ضرورت کی خرید کا معاملہ حضرت

❶ تعلیق سے مراد ہے معلق روایت، معلق اس روایت کو کہتے ہیں جس کی سند کے ابتدائی حصہ سے ایک یا زیادہ راوی پے در پے حذف ہوں۔

❷ صحیح بخاری ، الھبة ، ٢٦١٠ .
❸ صحیح بخاری ، البیوع ، ٢٠٩٩ .
❹ صحیح بخاری ، البیوع ، ٢٢١٦ .
❺ صحیح بخاری ، البیوع ، ٢٠٩٧ .

بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا البتہ آپ نے امت کو تعلیم دینے کے لیے بعض اوقات خود بھی خریداری فرمائی ہے۔

(۲)......اس عنوان کا مقصد اس وہم کو دور کرنا ہے کہ بنفس نفیس خرید وفروخت کرنا مروت کے خلاف ہے۔ بہر حال تواضع اور انکساری کے طور پر یہ امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سرانجام دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے بذات خود ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی زرہ اس کے ہاں گروی رکھی۔

(۳)......کوئی امام ہو یا بادشاہ اس کا درجہ نبی سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اپنا سودا سلف خریدنا اور خود ہی اسے اٹھا کر لے جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اس لئے بہتر ہے کہ انسان اپنا کام خود کرے۔ ایسا کرنے سے اس کی زندگی بہت پرسکون ہوگی۔ [1]

---

[1] فتح الباری، ج ٤، ص ٤٠٤


باب 34

جانوروں اور گدھوں کی خرید وفروخت

جب کوئی شخص سواری کا جانور یا گدھا خریدے اور فروخت کنندہ اس پر سوار ہو تو کیا اس کے اترنے سے پہلے خریدار کا قبضہ پورا ہوگا کہ نہیں؟

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم یہ سرکش اونٹ میرے ہاتھ فروخت کر دو۔

وضاحت:

امام بخاری نے اس عنوان میں دو مسائل ذکر کئے ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱)...... سواری کے جانوروں کی خرید وفروخت جائز ہے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام۔ اگرچہ پیش کردہ احادیث میں گدھے کا ذکر نہیں، تاہم امام بخاری نے گدھے کو اونٹ پر قیاس کیا کیونکہ دونوں سواری کے جانور ہیں۔

(۲)...... صحت بیع کے لیے صرف ایجاب وقبول ہی کافی ہے یا خرید کردہ چیز پر قبضہ کرنے کے بعد بیع مکمل ہوتی ہے۔ اس کے متعلق امام بخاری نے پورے جزم کے ساتھ کوئی فیصلہ نہیں کیا البتہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے ان کے رجحان کا پتہ چلتا ہے کہ ان کے نزدیک قبضہ کرنا ضروری نہیں۔ اس کی تفصیل ہم آئندہ بیان کریں گے۔

(۳)...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سرکش اونٹ خریدنے کا واقعہ امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی۔ [1]

حدیث نمبر 2097:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ ، فَأَبْطَأَ بِي جَمَلِي وَأَعْيَا ، فَأَتَى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ : فَقُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ: مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: أَبْطَأَ عَلَيَّ جَمَلِي وَأَعْيَا ، فَتَخَلَّفْتُ ، فَنَزَلَ يَحْجُنُهُ بِمِحْجَنِهِ ثُمَّ قَالَ: ارْكَبْ ، فَرَكِبْتُ ، فَلَقَدْ رَأَيْتُهُ أَكُفُّهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: تَزَوَّجْتَ قُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ: بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا قُلْتُ: بَلْ ثَيِّبًا ، قَالَ: أَفَلَا جَارِيَةً تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ قُلْتُ: إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَتَزَوَّجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ ، وَتَمْشُطُهُنَّ ، وَتَقُومُ

[1] صحيح بخاري ، البيوع ، ٢١١٥ .

عَلَيْهِنَّ ، قَالَ: أَمَا إِنَّكَ قَادِمٌ ، فَإِذَا قَدِمْتَ ، فَالكَيْسَ الكَيْسَ ، ثُمَّ قَالَ: أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ: نَعَمْ ، فَاشْتَرَاهُ مِنِّي بِأُوقِيَّةٍ ، ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلِي ، وَقَدِمْتُ بِالْغَدَاةِ ، فَجِئْنَا إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ ، قَالَ: آلْآنَ قَدِمْتَ قُلْتُ: نَعَمْ ، قَالَ: فَدَعْ جَمَلَكَ ، فَادْخُلْ ، فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ، فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ ، فَأَمَرَ بِلَالًا أَنْ يَزِنَ لَهُ أُوقِيَّةً ، فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ ، فَأَرْجَحَ لِي فِي الْمِيزَانِ ، فَانْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَّيْتُ ، فَقَالَ: ادْعُ لِي جَابِرًا قُلْتُ: الْآنَ يَرُدُّ عَلَيَّ الْجَمَلَ ، وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ أَبْغَضَ إِلَيَّ مِنْهُ ، قَالَ: خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ .))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں کسی جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میرے اونٹ نے چلنے میں سستی کی اور تھک گیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے جابر! میں نے عرض کیا: حاضر ہوں۔ فرمایا کیا حال ہے؟ عرض کیا: میرا اونٹ چلنے میں سستی کرتا ہے اور تھک بھی گیا ہے، اس لیے پیچھے رہ گیا ہوں۔ پھر آپ اترے اور اسے اپنی چھڑی مار کر فرمایا: اب سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا۔ پھر تو اونٹ ایسا تیز ہو گیا کہ میں اسے رسول اللہ ﷺ کے برابر ہونے سے روکتا تھا۔

پھر آپ نے پوچھا: کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں۔ آپ نے فرمایا دوشیزہ سے یا شوہر دیدہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے۔ آپ نے فرمایا: نوعمر سے شادی کیوں نہیں کی؟ تم اس سے دل لگی کرتے، وہ تم سے خوش طبعی سے پیش آتی۔ میں نے عرض کیا کہ میری بہت سی بہنیں ہیں، اس لئے میں نے نکاح کے لیے ایک ایسی عورت کا انتخاب کیا جو انہیں اکٹھا رکھے، انھیں کنگھی کرے اور ان کی خبر گیری بھی کرتی رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اب تم جا رہے ہو، جب اپنے گھر پہنچو تو عقل و احتیاط کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑنا۔

پھر فرمایا کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے ایک اوقیہ چاندی کے عوض مجھ سے خرید لیا۔ پھر آپ مجھ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے اور میں صبح کو وہاں پہنچا۔ ہم لوگ مسجد کی طرف گئے تو میں نے آپ کو مسجد کے دروازے پر پایا۔ آپ نے فرمایا کیا تم ابھی آ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا تم اپنا اونٹ یہیں چھوڑ کر مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔ چنانچہ میں نے مسجد کے اندر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ مجھے ایک اوقیہ چاندی دے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جھکاؤ کے ساتھ مجھے



ایک اوقیہ چاندی تول دی۔ پھر میں نے واپس جانے کا ارادہ کیا۔ جب میں نے پیٹھ پھیری تو آپ نے فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب میرا اونٹ مجھے واپس کر دیا جائے گا اور مجھے یہ بات بہت ہی ناپسند تھی۔ آپ نے فرمایا: تم اونٹ بھی لے لو اور اس کی قیمت بھی لے جاؤ۔"

فوائد:

(۱)......امام بخاری اس طویل حدیث سے دو مسئلے ثابت کئے ہیں۔

الف:...... چوپاؤں اور گدھوں وغیرہ کی خرید و فروخت میں کوئی حرج نہیں۔ آدمی خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور اس کے خدمتگار بھی ہوں، اسے اپنی ضروریات خریدنے میں عار نہیں ہونا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی سنت ہے اور آپ کی سنت پر عمل کرنا ہی باعث خیر و برکت ہے۔

ب:......ایجاب و قبول سے بیع ثابت ہو جاتی ہے۔ خریدار کا خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنا ضروری نہیں ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اس کی صراحت ہے۔ اگرچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اونٹ فروخت کرتے وقت یہ شرط کر لی تھی کہ مدینہ پہنچنے تک میں اس پر سوار رہوں گا جیسا کہ ایک دوسری روایت میں اس کی صراحت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کرتے وقت کوئی شرط لگائی جا سکتی ہے۔

(۲)......اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مالک سے از خود بیع کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے، نیز بزرگوں کو اپنے عقیدتمندوں کے حالات دریافت کرنے اور ان کی ضرورت کا خیال رکھنے کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اللہ اعلم



باب 35

جاہلیت کی منڈیوں میں اسلام کے وقت خرید وفروخت کرنا

حدیث نمبر:2098

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَتْ عُكَاظٌ، وَمَجَنَّةُ، وَذُو الْمَجَازِ أَسْوَاقًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَلَمَّا كَانَ الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ التِّجَارَةِ فِيهَا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ (البقرة: ١٩٨) فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ، قَرَأَ ابْنُ عَبَّاسٍ كَذَا.))

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ عکاز، مجنہ اور ذوالمجاز زمانہ جاہلیت کی منڈیاں تھیں۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے ان منڈیوں میں خرید وفروخت کرنے کو گناہ خیال کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ''حج کے زمانہ میں'' تم اللہ کا فضل تلاش کرو۔'' (البقرۃ: ۱۹۸)

فوائد:

اس عنوان کی فقاہت یہ ہے کہ گناہ کے مقامات اور دور جاہلیت کی جگہیں، طاعت کے افعال کے لیے روکاٹ کا باعث نہیں ہیں۔ واضح رہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت میں "فی مواسم الحج" پڑھا ہے۔ اسے اصطلاح میں تفسیری قرأت کہتے ہیں۔ اگرچہ قرأت متواترہ کے خلاف ہے۔



پیاس کی بیماری میں مبتلا یا خارشی اونٹوں کی خرید وفروخت کرنا

حدیث نمبر:2099

((قَالَ عَمْرٌو: كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَاشْتَرَى تِلْكَ الإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ، فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الإِبِلَ فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ: مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللّٰهِ ابْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ: إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا، وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ: فَاسْتَقْهَا، قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ: دَعْهَا، رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوَى، سَمِعَ سُفْيَانُ عَمْرًا.))

''حضرت عمرو بن دینار سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ یہاں نواس نامی ایک شخص تھا، اس کے پاس ایسے اونٹ تھے جن کی پیاس ختم نہیں ہوتی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور اس کے شریک سے وہ اونٹ خرید لائے۔ پھر اس کے پاس وہ شریک آیا اور کہنے لگا کہ ہم نے وہ اونٹ فروخت کر دیئے ہیں۔ اس نے کہا کس کے ہاتھ فروخت کیے ہیں؟ جواب دیا کہ فلاں شخص کو فروخت کئے ہیں جن کی شکل وصورت ایسی ایسی تھی۔

اس نے اپنے شریک سے کہا، تیرے لیے خرابی ہو اللہ کی قسم! وہ تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ پھر وہ شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے لگا کہ میرے شریک نے آپ کے ہاتھ پیاس والے اونٹ فروخت کر دیے ہیں اور اس نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے اونٹ ہانک کر لے جاؤ۔ جب وہ ہانک کر لے جانے لگا تو فرمایا: انہیں چھوڑ دو، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے خوش ہیں کہ ایک کا مرض دوسرے کو نہیں لگتا۔
سفیان نے حضرت عمرو بن دینار سے سماعت کی ہے۔''

فوائد:

(۱)...... بیوپاریوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ خریداروں کو اپنے جانوروں کے عیوب بتا دیں۔ اس سلسلہ میں ہرگز دھوکہ بازی نہ کی جائے۔





(۲)...... نیز عیب دار چیز کی خرید وفروخت کا بھی ثبوت ملتا ہے بشرطیکہ بیچنے والا اس کی وضاحت کر دے اور لینے والا اسے قبول کر لے۔ اگر وضاحت معاملہ طے کرنے کے بعد کی جائے تو خریدار کو اختیار ہے کہ وہ اسے رکھ لے یا واپس کر دے۔

(۳)...... یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی سوداگر بھول چوک سے عیب دار مال فروخت کر دے تو ضروری ہے کہ اس کے بعد گاہک کے پاس جا کر اس کی معذرت کرے اور اس کی مرضی پر معاملہ چھوڑ دے۔ یہ اس کی شرافت و دیانت کی دلیل ہوگی۔

(۴)...... گاہک کا درگزر کرنا اسے معاف کر دینا اور معاملہ برقرار رکھنا اس کی فراخ دلی کی علامت ہے۔ ایسا کرنا باعث خیر و برکت ہوسکتا ہے۔

(۵)...... کوئی مرض متعدی نہیں ہوتی۔ اس کے متعلق اپنی گزارشات کتاب الطب میں پیش کریں گے۔ باذن اللہ تعالیٰ

(٦)...... واضح رہے کہ مسند حمیدی میں سفیان نے تحدیث کی تصریح کی ہے۔ ❶



❶ فتح الباری ، ج٤ ، ص ٤٠٧ .



باب 37

فتنہ وفساد کے زمانہ میں ہتھیاروں کی خرید فروخت کرنا

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے زمانہ فتنہ میں ہتھیاروں کی خرید وفروخت کو مکروہ خیال کیا ہے۔

وضاحت:

اس اثر کو امام ابن عدی نے اپنی متصل سند سے بیان کیا ہے۔طبرانی میں مرفوع روایت کے مطابق مروی ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2100:

((عَنْ أَبِي قَتَادَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُنَيْنٍ، فَأَعْطَاهُ ـ يَعْنِي دِرْعًا ـ فَبِعْتُ الدِّرْعَ، فَابْتَعْتُ بِهِ مَخْرَفًا فِي بَنِي سَلِمَةَ، فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأَثَّلْتُهُ فِي الإِسْلَامِ.))

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ حنین کے سال روانہ ہوئے۔ آپ نے مجھے ایک زرہ عنایت فرمائی تو میں نے اس کے عوض بنوسلمہ میں ایک باغ خرید لیا۔ یہ سب سے پہلی جائیداد تھی جو میں نے عہد اسلام میں حاصل کی۔''

فوائد:

(۱)......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ حنین کے موقع پر ایک کافر کو قتل کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک مقتول کا تمام سامان دے دیا جس میں وہ زرہ بھی تھی جسے انہوں نے فروخت کر کے باغ خریدا۔

(۲)......امام بخاری نے کتاب المغازی میں اسے متصل طور پر ذکر کیا ہے۔ ❷

(۳)......امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ فتنہ وفساد کا زمانہ میں ہتھیاروں کا فروخت کرنا ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ ایسا کرنے سے خریدار کی اعانت ہوتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب خریدار کا حال مشتبہ ہو کہ وہ حق پر ہے یا بغاوت کرنے والا ہے۔ اگر اس بات کا یقین ہو جائے کہ خریدار حق پر ہے تو اسے ہتھیار فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(۴)......دراصل امام ثوری کا موقف ہے کہ اپنا مال فروخت کیا جاسکتا ہے۔امام بخاری اس کی تحدید کرنا چاہتے ہیں۔

(۵)......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے جب زرہ فروخت کی اس وقت بھی ہنگامی حالات تھے لیکن آپ نے قطعی طور پر ایسے شخص کو زرہ فروخت نہیں کی جس سے مسلمان کے خلاف خطرہ تھا۔ واللہ اعلم

---

❶ فتح الباری، ج٤، ص ٤٠٨.
❷ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ٤٣٢٢.



باب 38

عطر فروش کا ذکر اور کستوری کی خرید فروخت کا بیان

حدیث نمبر 2101:

((عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمِسْكِ وَكِيرِ الْحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ الْمِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الْحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً.))

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال کستوری والے اور لوہار کی بھٹی کی سی ہے۔ کستوری والے کی طرف سے کوئی چیز تجھ سے معدوم نہ ہوگی، تو اس سے کستوری خرید لے گا یا اس کی خوشبو پائے گا۔ اس کے برعکس لوہار کی بھٹی تیرا بدن یا تیرا کپڑا جلا دے گی یا تو اس سے بدبودار ہوا حاصل کرے گا۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں بُرے ساتھی کی صحبت سے ممانعت ہے۔ کیونکہ برے لوگوں کا ماحول عموماً دوسروں کو برا بنا دیتا ہے اور نیک اور اچھے لوگوں کی مجلس اختیار کرنے کی ترغیب ہے۔

(۲)...... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کستوری پاک ہے اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے۔ دراصل امام حسن بصری اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ امام بخاری نے ان کی تردید فرمائی کہ ان کا موقف مبنی برحق نہیں ہے۔ اگرچہ اسے ہرن کے خون سے حاصل کیا جاتا ہے لیکن جب خون کی حالت بدل جائے اور وہ جم کر مہکنے لگے تو وہ حلال اور پاکیزہ بن جاتی ہے۔

(۳)...... حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حدیث میں صرف کستوری کا ذکر ہے۔ عطر فروش کا ذکر نہیں ہے۔ بہترین خوشبو کی وجہ سے عطر فروش کو کستوری کے ساتھ ملحق کر دیا ہے کہ ان دونوں کا حکم ایک ہے۔

(۴)...... بہرحال کستوری پاک ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ جو لوگ اس کی تجارت کو ناجائز خیال کرتے ہیں اور اسے نجس کہتے ہیں ان کا موقف مذکورہ حدیث کے پیش نظر محل نظر ہے۔ [1]

[1] فتح الباري، ج ٤، ص ٤١٠.




سنگی لگانے والے کا تذکرہ

حدیث نمبر 2102:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَجَمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا مِنْ خَرَاجِهِ.))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ ابوطیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنگی لگائی۔ آپ نے اسے ایک صاع کھجوریں دینے کا حکم دیا نیز اس کے مالکوں کو فرمایا کہ وہ اس کے خراج میں کمی کریں۔''

حدیث نمبر 2103:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: احْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَعْطَى الَّذِي حَجَمَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ.))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ سنگی لگوائی اور لگانے والے کو اجرت دی۔ اگر یہ مزدوری حرام ہوتی تو آپ اسے نہ دیتے۔''

فوائد:

(۱)......حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ایک غلام خریدا جو سنگی لگاتا تھا۔ انہوں نے تمام آلات توڑ دیئے جن کے ذریعے وہ سنگی لگاتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت لینے سے منع فرمایا ہے۔ [1]

(۲)......اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنگی لگانے کا کاروبار درست نہیں ہے جب کہ مذکورہ عنوان کے تحت پیش کردہ احادیث کا تقاضا ہے کہ اس پیشہ میں کوئی قباحت نہیں۔

(۳)......دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ اس سے عام انسان کو گھن آتی ہے، نیز اس گندے خون کو منہ میں جمع کیا جاتا ہے، اس سے یہ خطرہ بدستور قائم رہتا ہے کہ شاید یہ گندا خون حلق سے اتر کر پیٹ میں چلا جائے۔ اس لئے کراہت کے پیش نظر اس سے منع فرمایا۔

[1] صحيح بخارى، البيوع، ٢٢٣٨.

(۴)...... تاہم سنگی لگانے اور اس پر اجرت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حدیث کے آخر میں صراحت کی ہے کہ اگر یہ مزدوری حرام ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ دیتے۔

(۵)...... واضح رہے کہ اصلاح خون کے لیے سنگی لگوانے کا علاج بہت قدیم اور مجرب ہے۔ عرب کے ہاں اس کا عام رواج تھا۔




باب 40

ایسی اشیاء کی تجارت جن کا استعمال مرد وعورت کے لیے مکروہ ہے

حدیث نمبر 2104:

((عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَرْسَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بِحُلَّةِ حَرِيرٍ، أَوْ سِيَرَاءَ، فَرَآهَا عَلَيْهِ فَقَالَ: إِنِّي لَمْ أُرْسِلْ بِهَا إِلَيْكَ لِتَلْبَسَهَا، إِنَّمَا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلَاقَ لَهُ، إِنَّمَا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لِتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَعْنِي تَبِيعَهَا.))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک ریشمی جوڑا عنایت فرمایا۔پھر آپ نے انہیں وہ پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں نے یہ تمہارے پاس اسلئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اسے پہن لو بلکہ اسے تو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔میں نے صرف اس لئے بھیجا تھا کہ تم اس سے فائدہ اٹھاؤ یعنی اسے فروخت کر کے اپنی غرض پوری کرو۔''

فوائد:

(۱)...... اگر کوئی چیز کسی کے لیے مکروہ نہیں اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔تو ایسی چیز کی خرید وفروخت جائز ہے۔اگر شرعی طور پر قابل انتفاع نہیں تو اس کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں۔مذکورہ حدیث میں ریشمی جوڑے کا ذکر ہے۔جس کا استعمال مردوں کے لیے مکروہ ہے۔البتہ عورتوں کے لیے اس کا پہننا جائز ہے۔اس لئے ریشمی جوڑوں کی خرید وفروخت جائز ہے۔

(۱)...... حدیث میں خریدنے کا ذکر ہے جو تجارت کا ایک جزو ہے۔جزء کی حرمت کل کی حرمت کو مستلزم ہے۔یہاں بس جزو کو ذکر کر کے کل مراد لیا ہے۔ ❶

(۳)...... بخاری کی ایک روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ریشمی جوڑا اپنے مشرک بھائی کو دے دیا تھا جو مکہ میں رہتا تھا۔ ❷

حدیث نمبر 2105:

((عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا اشْتَرَتْ نُمْرُقَةً فِيهَا

❶ فتح الباری ص ۴۱۱ ج ۴. ❷ صحيح بخاری، الجمعة: ۸۸۶.

تَصَاوِيرُ، فَلَمَّا رَآهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ عَلَى الْبَابِ، فَلَمْ يَدْخُلْهُ، فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَرَاهِيَةَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ، وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاذَا أَذْنَبْتُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ هٰذِهِ النُّمْرُقَةِ؟ قُلْتُ: اشْتَرَيْتُهَا لَكَ لِتَقْعُدَ عَلَيْهَا وَتَوَسَّدَهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ، فَيُقَالُ لَهُمْ أَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَقَالَ: إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ.))

''ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے ایک ایسا تکیہ خریدا جس میں تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتی ہوں۔ مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا، یہ آپ کے لیے خریدا گیا ہے تاکہ آپ اس پر ٹیک لگا کر بیٹھیں۔ آپ نے فرمایا، یہ تصویریں بنانے والے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا جو صورتیں تم نے بنائی ہیں انہیں زندہ کرو نیز آپ نے فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوں گے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں مکروہ چیز کی اس قسم کو بیان کیا گیا ہے جو مرد اور عورت دونوں کے لیے مکروہ ہے جبکہ پہلی حدیث میں اس مکروہ کا ذکر تھا جو صرف مردوں کے لیے مکروہ ہے اس کے باوجود آپ نے اس کی خرید و فروخت کو برقرار رکھا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ اس بیع کو فسخ کر دیں۔

(۲)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر قسم کی تصویر کشی اور فوٹو گرافی حرام ہے۔ خواہ عکسی ہو یا مجسم، دیوار پر بنائی جائے یا کپڑے پر نقش ہو، حدیث میں مذکورہ وعید صرف بنانے والے کو نہیں بلکہ استعمال کرنے والے کو بھی شامل ہے۔

(۳)...... الغرض حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما عنوان کے ایک جزو پر دلالت کرتی ہے یعنی اس چیز کی خرید و فروخت جائز ہے جسے مرد حضرات استعمال نہیں کر سکتے اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا عنوان کے تمام اجزاء پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ تصویر دار کپڑے کو استعمال کرنا مرد اور عورت دونوں کے لیے منع ہے اس کے باوجود اس کی خرید و فروخت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ (واللہ اعلم)


باب 41

مال کا مالک قیمت بتانے کا زیادہ حقدار ہے

حدیث نمبر 2106:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ، وَفِيهِ خِرَبٌ وَنَخْلٌ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنو نجار! تم اپنے باغ کی قیمت بتاؤ، اس باغ کا کچھ حصہ ویران اور کچھ نخلستان تھا۔''

فوائد:

(۱)......اس عنوان کا مطلب ہے کہ اسباب کے مالک کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے سامان کی قیمت بتائے اور وہ اس کی مقدار مقرر کرے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بنو نجار سے پوچھا کہ تم اپنے باغ کی قیمت سے مجھ کو آگاہ کرو۔ اس لئے چیز کا مالک یا اس کا وکیل قیمت طے کرے گا، اس کے بعد خریدار جوڑ توڑ کر کے اسے نتیجہ تک لے جائے گا۔

(۲)......لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے جب اونٹ خریدا تو اس کی قیمت بھی ازخود رسول اللہ ﷺ نے ہی طے کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک اوقیہ چاندی کے عوض فروخت کر دو۔ [1]

(۳)......واضح رہے کہ حدیث میں ذکر کردہ وہی باغ ہے جہاں مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ [2]

---

[1] صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۰۹۷.

[2] فتح الباری ص ۴۱۲ ج ۴.



باب 42

خیار کتنے دن جائز ہے؟

وضاحت:

خیار کا معنی دو امور میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ بیع کو نافذ کرے یا فسخ کر دے۔ عام طور پر اس کی دو اقسام ہیں:۔

(۱)......خیار مجلس (۲)......خیار شرط۔

اس عنوان میں مدت خیار کی طرف کی اشارہ ہے۔

حدیث نمبر 2107:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: إِنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا ، أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا قَالَ نَافِعٌ: وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ فَارَقَ صَاحِبَهُ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بائع اور مشتری ہر ایک کو اپنی بیع میں اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں یا بیع میں اختیار شرط ہو۔

حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی چیز کو خرید کرتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے ساتھی سے جلدی جدا ہو جاتے۔''

فوائد:

عنوان سے ظاہر ہے کہ امام بخاری مدت خیار کو بیان کرنا چاہتے ہیں مگر حدیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اس لئے اس کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، بلکہ ضرورت کے پیش نظر اس میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً کپڑا وغیرہ خریدا ہے تو ایک دن، جانور وغیرہ ہے تو دو دن اور اگر گھر خریدا ہے تو ایک ہفتہ کا اختیار دیا جا سکتا ہے۔ بائع اور مشتری جتنی مدت مقرر کر لیں یہ ان کی صوابدید پر موقوف ہے۔ بعض حضرات خیار شرط میں تین دن کی مدت مقرر کرتے ہیں۔ اگر اس سے زیادہ مدت مقرر کریں یا کوئی مدت معین نہ ہو تو ان کے نزدیک بیع باطل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ امام بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خیار کی مدت تین دن ہے، لیکن وہ مذکورہ حدیث کا تتمہ نہیں ہے۔

بہر حال امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ حدیث میں اس مدت خیار کی کوئی تحدید نہیں، لہٰذا اس کی حد بندی



کرنا درست نہیں ہے۔ فروخت کردہ چیز کے پیش نظر اس میں کمی بیشی کی گنجائش ہے۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2108:

((عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَفْتَرِقَا وَزَادَ أَحْمَدُ، حَدَّثَنَا بَهْزٌ قَالَ: قَالَ هَمَّامٌ: فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِأَبِي التَّيَّاحِ، فَقَالَ: كُنْتُ مَعَ أَبِي الْخَلِيلِ، لَمَّا حَدَّثَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْحَارِثِ بِهَذَا الْحَدِيثِ.))

''حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری کو بیع میں اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔

راوی حدیث ابو التیاح کہتے ہیں کہ میں ابو الخلیل کے ساتھ تھا جب انہیں عبد اللہ بن حارث نے یہ حدیث بیان کی۔''

فوائد:

اس حدیث میں ہے کہ بائع اور مشتری کو بیع پختہ یا فسخ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے جب تک وہ جدا اور علیحدہ نہ ہوں۔ اس ''علیحدگی'' سے کیا مراد ہے؟ امام شافعی کا موقف ہے کہ اس سے مراد تفرق بدن ہے۔ یعنی بائع اور مشتری اگر مجلس سے ادھر اُدھر چلے جائیں تو بیع نافذ ہو جاتی ہے۔ جب کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ اس سے تفرق اقوال مراد ہے۔ یعنی بائع کہہ دے کہ میں نے فروخت کیا اور مشتری کہہ دے کہ میں نے اسے خریدا تو اس سے بیع مستحکم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں۔ یعنی ایجاب وقبول کے بعد اختیار ختم ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اسی مجلس میں ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن قبل ازیں حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد تفرق ابدان ہے۔ کیونکہ حضرت نافع کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی چیز کو خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو اپنے ساتھی سے جلدی الگ ہو جاتے۔ [1]

اس بنا پر ہمارا رجحان بھی یہی ہے کہ مجلس کے قائم رہنے تک بائع اور مشتری کو اپنی بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جب مجلس ختم ہو جائے تو یہ اختیار بھی ختم ہو جاتا ہے البتہ خیار شرط یا خیار عیب باقی رہتا ہے۔



[1] حديث نمبر: ۲۱۰۷.





اگر خیار معین نہ کریں تو کیا اس طرح بیع جائز ہو گی؟

حدیث نمبر 2109:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، أَوْ يَقُولُ أَحَدُهُمَا لِصَاحِبِهِ اخْتَرْ، وَرُبَّمَا قَالَ: أَوْ يَكُونُ بَيْعَ خِيَارٍ.))

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں یا ان میں ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ دے کہ تجھے اختیار ہے۔ بعض اوقات راوی نے یہ الفاظ بیان کئے ''یا بیع خیار ہو۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جب روایت میں کسی مدت کا ذکر نہیں ہے تو اسے مطلق رکھا جائے گا۔ کسی مدت کی تعیین جائز نہیں۔ اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو خیار کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں کرتے۔ بعض حضرات کا موقف یہ ہے کہ خیار کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ ان کے نزدیک خیار کی مدت تین دن سے زیادہ ہو یا کوئی مدت مقرر ہی نہ کی جائے تو بیع باطل ہو جاتی ہے۔

(۲)...... امام بخاری کا موقف ہے کہ بیع جائز ہے اور جتنی مدت ٹھہرائی جائے اتنی مدت تک اختیار رہے گا اور اگر کوئی مدت مقرر نہ کرے بلکہ کہے کہ تجھے ہمیشہ کے لیے اختیار ہے تو اس کے لیے ہمیشہ اختیار رہے گا۔ چونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کرام کا اختلاف تھا، اس بناء پر امام بخاری نے جزم و وثوق کے ساتھ عنوان باندھا ہی نہیں بلکہ استفہامیہ انداز اختیار کیا ہے۔

(۳)...... بہر حال جب بیع میں خیار کا وقت معین نہ کیا جائے تو بیع لازم ہو جاتی ہے اور اسے فسخ نہیں کیا جا سکے گا بشرطیکہ اس میں کوئی عیب نہ ظاہر ہو جائے جسے نہ بتایا گیا ہو۔ [1]



[1] فتح الباری، ص ٤١٤، ج ٤.



باب 44

جب تک بائع اور مشتری جدا نہ ہوں، انہیں اختیار باقی رہتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، قاضی شریح، امام شعبی، طاؤس، حضرت عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ نے یہی کہا ہے۔

وضاحت:

(۱)...... اس عنوان سے خیار مجلس کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی خیار مجلس کے قائل و فاعل تھے، جیسا کہ پہلے حدیث (۲۱۰۷) میں گذرا ہے۔ امام ترمذی اور امام مسلم نے بھی ان کا عمل بیان کیا ہے۔ واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک تفرق سے مراد تفرق ابدان ہے۔

(۲)...... قاضی شریح کا عمل سعید بن منصور اور امام شعبی کا موقف ابن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت طاؤس کا اثر امام شافعی نے کتاب الام میں ذکر کیا ہے۔ نیز حضرت عطاء بن ابی رباح اور ابن ابی ملیکہ کا اثر ابن ابی شیبہ سے اپنی متصل سند سے ذکر کیا ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2110:

((عَنْ) حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا مُحِقَتْ بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا.))

"حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیچنے والے اور خریدنے والے کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں، اگر وہ سچ کہیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوگی اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور عیب چھپائیں تو ان کی بیع سے برکت جاتی رہے گی۔"

فوائد:

(۱)...... تمام محدثین کا موقف ہے کہ صرف عقد یعنی ایجاب و قبول سے بیع لازم نہیں ہو جاتی جب تک بائع

---

❶ فتح الباری، ص ٤١٦، ج ٤.



اور مشتری مجلس عقد سے جدا نہ ہوں، کیونکہ مجلس میں رہتے ہوئے انہیں بیع پختہ یا فسخ کرنے کا اختیار رہتا ہے۔ اختتام مجلس کے بعد چونکہ یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے اس لئے ان کے لیے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد خیار شرط اور خیار عیب کی بنا پر بیع فسخ ہو سکے گی، بصورت دیگر فسخ نہیں ہوگی۔ حضرت سعید بن مسیّب، امام زہری، ابن ابی ذئب، حسن بصری، امام اوزاعی، ابن جُریج، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء یہی کہتے ہیں۔

(۲)...... امام ابن حزم نے لکھا ہے کہ ابراہیم نخعی کے علاوہ تابعین میں سے کوئی اس موقف کا مخالف نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ نے صرف امام نخعی کا قول اختیار کر کے جمہور محدثین کی مخالفت کی ہے۔ اس سلسلہ میں قاضی شریح کی ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آدمی خرید و فروخت کے متعلق بات کرتا ہے تو بیع پختہ ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حجاج بن ارطاۃ نامی راوی ضعیف ہے۔

(۳)...... واضح رہے کہ مجلس کی جدائی سے مراد جسمانی جدائی ہے۔ اگر اہل رائے کی طرح محض باتوں کی جدائی مراد ہو تو مذکورہ حدیث اپنے حقیقی فائدہ سے خالی رہ جاتی ہے بلکہ سرے سے حدیث کا کوئی معنی ہی باقی نہیں رہتا۔ الغرض صحیح مسلک کے مطابق ہر دو طرف سے جسمانی جدائی مراد ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2111:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْمُتَبَايِعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں مگر جب کہ بیع خیار کی ہو۔"

فوائد:

(۱)...... بیع خیار سے مراد یہ ہے کہ بائع، خریدار کو اختیار دے اور وہ کہے کہ میں بیع کو نافذ کرتا ہوں۔ فقہاء نے اس کے متعلق تین اقوال نقل کئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف:...... بائع اور مشتری میں سے ہر ایک کو اختیار ہے مگر جس بیع میں عقد مکمل کرنے کا اختیار ہو کیونکہ اس سے عقد بیع لازم ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ اس کے بعد مجلس سے جدا نہ ہوں۔

ب:...... دونوں کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں مگر وہ بیع جس میں خیار شرط کیا گیا ہو مگر ایک یا دو دن کا

---

[1] فتح الباری، ص ٤١٦، ج ٤.

اختیار دیا گیا ہو۔ یہ اختیار مدت ختم ہونے تک باقی رہتا ہے اگر چہ وہ جدا ہو جائیں۔

ج:...... وہ بیع جس میں یہ شرط کیا گیا ہو کہ مجلس میں کسی کو اختیار نہیں ہے تو اس صورت میں نفس عقد سے بیع مستحکم ہو جاتی ہے۔ پھر دونوں میں سے کسی کو اختیار باقی نہیں رہتا۔ ❶

لیکن یہ آخری صورت نص سے ٹکراتی ہے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک یہ آخری معنی محل نظر ہے۔ واللہ اعلم

(۲)...... امام بخاری نے اس حدیث سے خیار مجلس کو ثابت کیا ہے اور اس سے مراد تفرق ابدان ہے۔ حضرت ابن عمر اور حضرت ابو برزہ اسلمی کا یہی مسلک ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص سے اونٹ خریدا، اس کی قیمت سامنے رکھ کر اسے کہا تجھے اب بھی اختیار ہے۔ قیمت قبول کر لو یا اونٹ واپس لے لو۔ ❷



❶ عمدة القاری ، ص ۳۸۷ ، ج۸ .

❷ فتح الباری ، ص ٤١٥ ، ج ٤ .



جب بیع کے بعد بائع اور مشتری ایک دوسرے کو اختیار دے دیں تو بیع واجب ہو جاتی ہے

وضاحت:

اس عنوان کے دو محمل ہیں:

الف:...... جب بائع و مشتری میں سے کسی ایک کو خیار شرط حاصل ہو جائے تو بیع واجب ہو جائے گی اگرچہ حکم متأخر ہو گا۔

ب:...... جب دونوں میں سے ایک نے دوران بیع کہہ دیا کہ تو اپنے لئے قبول یا رد کا اختیار کر لے اور اس نے قبول کو اختیار کیا تو بیع واجب ہو جائے گی اور ملک کا حکم ثابت ہو جائے گا۔ اس میں تراخی نہیں ہو گی۔

حدیث نمبر 2112:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنهُمَا، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا، وَكَانَا جَمِيعًا، أَوْ يُخَيِّرُ أَحَدُهُمَا الآخَرَ، فَتَبَايَعَا عَلَى ذٰلِكَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ، وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا وَلَمْ يَتْرُكْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ، فَقَدْ وَجَبَ الْبَيْعُ.))

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو آدمی آپس میں بیع کریں تو جب تک دونوں جدا نہ ہوں اور دونوں اکٹھے رہیں، ان میں ہر ایک کو بیع کے انعقاد اور فسخ کا اختیار ہے۔ ہاں اگر ایک نے دوسرے کو اختیار دیا اور اسی شرط پر انہوں نے بیع کا معاملہ کیا تو بیع واجب ہو گی اور اگر وہ بیع کرنے کے بعد جدا ہو گئے اور ان میں سے کسی نے بیع کو فسخ نہ کیا تو بھی بیع واجب ہو جائے گی۔“

فوائد:

(۱)......اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بائع اور مشتری جب تک ایک جگہ رہیں انہیں بیع کے انعقاد اور فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ ہاں اگر ان میں سے ایک نے دوسرے کو اختیار دے دیا کہ بیع کے استحکام کا تجھے اختیار ہے، جب اس نے بیع کو اختیار کر لیا تو بیع پختہ ہو جائے گی اگرچہ وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ اور اگر وہ

خاموش رہا اور ہاں یا نہیں میں جواب نہ دیا تو بھی اس کا اختیار ختم نہیں ہوگا۔ البتہ اختیار دینے والے کا اختیار ختم ہو جائے گا۔

(۲)...... دوسری صورت بیع کے پختہ ہونے کی یہ ہے کہ عقد بیع کے بعد دونوں الگ الگ ہو گئے اور ان میں سے کسی نے بھی بیع کو فسخ نہ کیا تو بھی بیع پختہ ہو جائے گی۔ اس صورت میں خیار عیب باقی رہے گا۔

(۳)...... علامہ خطابی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث خیار مجلس کے ثبوت کے لیے بین دلیل ہے اور اس کے علاوہ ہر تاویل کو باطل قرار دیتی ہے، نیز اس میں وضاحت ہے کہ جدائی سے مراد اقوال کی نہیں بلکہ ابدان کی ہے۔ ابدان کی علیحدگی ہی اختیار کو ختم کرتی ہے۔ [1]

[1] فتح الباری ، ص ٤٢١ ، ج ٤ .




جب بائع کو اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہوگی؟

وضاحت:

بعض حضرات کا خیال ہے کہ بیع کو پختہ یا فسخ کرنے کا اختیار صرف مشتری کے لیے ہے بائع کو نہیں۔ امام بخاری نے ان کی تردید کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ حدیث میں دونوں کے لیے اختیار ثابت کیا گیا ہے۔

حدیث 2113:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُلُّ بَيِّعَيْنِ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا حَتَّى يَتَفَرَّقَا، إِلَّا بَيْعَ الْخِيَارِ.))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' بائع اور مشتری میں کوئی بیع نہیں ہوگی جب تک دونوں جدا نہ ہوں، ہاں وہ بیع مکمل ہوگی جس میں خیار ہو۔''

فوائد:

(۱)...... جب بائع اور مشتری کسی بیع کا معاملہ کریں تو جب تک وہ مجلس عقد میں موجود رہیں گے پختہ نہیں ہوگی۔ ہاں مجلس برخاست ہو جائے تو بیع لازم سمجھی جائے گی۔ اگر ان میں سے کسی کو دورانِ مجلس بیع فسخ یا پختہ کرنے کا اختیار دے دیا جائے اور وہ اپنے اختیارات کو استعمال کر کے دورانِ مجلس میں بیع کو پختہ یا فسخ کر دے تو اسے یہ حق حاصل ہے۔ اس کے لیے مجلس کی برخاستگی ضروری نہیں ہے۔

(۲)...... یہ اختیار بائع اور مشتری دونوں میں سے کسی کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس اختیار کو مشتری کے ساتھ خاص کرنا اور بائع کو اس سے الگ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ اس تفریق کی اجازت نہیں دیتے۔ امام بخاری نے بس اسی بات کو ثابت کیا ہے۔

حدیث 2114:

((عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا قَالَ هَمَّامٌ: وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَخْتَارُ۔ ثَلَاثَ مِرَارٍ، فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَا بُورِكَ لَهُمَا فِي بَيْعِهِمَا، وَإِنْ كَذَبَا وَكَتَمَا فَعَسَى أَنْ يَرْبَحَا رِبْحًا، وَيُمْحَقَا بَرَكَةَ بَيْعِهِمَا، قَالَ: وَحَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا أَبُو التَّيَّاحِ،



أَنَّـهُ سَـمِعَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ الْحَارِثِ ، يُحَدِّثُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .))

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہوں۔ ہمام کہتے ہیں کہ میں نے اپنی کتاب میں اس طرح پایا کہ وہ تین بار اختیار کرے۔ اگر وہ دونوں سچ بولیں اور صاف صاف بیان کریں تو ان کی اس بیع میں برکت ہوگی اور اگر وہ جھوٹ سے کام لیں اور عیب وغیرہ چھپائیں تو شاید انہیں نفع تو ہوگا لیکن اس بیع میں برکت کو ختم کر دیا جائے۔

حبان نے کہا ہم کو ہمام نے خبر دی، انہوں نے کہا ہم سے ابو التیاح نے بیان کیا، انہوں نے عبداللہ بن حارث کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا، انہوں نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا۔''

فوائد:

(۱)...... بیّعان کا معنی خرید وفروخت کرنے والے، اس سے دونوں مراد ہیں۔ عقد مجلس میں سودا پختہ کرنے کا دونوں کو اختیار ہے۔ جس طرح مشتری دورانِ مجلس بیع واپس کرنے اور قیمت لینے کا مختار ہے اسی طرح بائع بھی قیمت واپس کرنے اور اپنی فروخت کردہ چیز لینے کا اختیار رکھتا ہے۔ مشتری کو اختیار دینا اور بائع کو اس سے محروم رکھنا قرین انصاف نہیں ہے۔ بائع کو اختیار دینے سے بیع کا انعقاد متاثر نہیں ہوگا۔

(۲)......روایت میں حضرت ہمام کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو اپنی یاداشت سے بیان کرنے کے بعد جب اپنی کتاب کو دیکھا تو وہاں اس طرح پایا کہ'' وہ تین بار اختیار کرے'' یعنی خریدنے والا تین دفعہ اپنی پسند کا اعلان کرے۔ یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں اور حضرت قتادہ سے بیان کرنے والے دوسرے راویوں کے بھی خلاف ہے۔ لہٰذا یہ الفاظ کسی صورت میں قبول نہیں ہوں گے۔ مسند امام احمد میں ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں یہ الفاظ پائے کہ اسے یہ اختیار تین مرتبہ حاصل ہوگا۔ علامہ اسماعیلی نے ان الفاظ کو روایت کے آخر میں بیان کیا ہے۔ [1]

---

[1] فتح الباری ، ص ٤٢٢ ، ج٤ .

باب 47

کوئی چیز خریدتے ہی اسے اپنی ملکیت سے نکال دینا

ایک شخص جب کوئی چیز خریدے اور جدا ہونے سے پہلے اسی وقت وہ کسی کو ھبہ کر دے، فروخت کنندہ خریدار پر کوئی اعتراض نہ کرے یا کوئی غلام خریدے اور اسی وقت اسے آزاد کر دے (تو اس کا شرعی حکم کیا ہے؟)

حضرت طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا جو (فریق ثانی کی) رضامندی سے کوئی سامان خریدے پھر (جدا ہونے سے قبل) اسے فروخت کر دے تو یہ بیع لازم ہو جائے گی اور اس کا نفع بھی خریدار کا ہی ہوگا۔

وضاحت:

(۱)......عنوان میں بیان کردہ دونوں صورتوں میں بائع کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہے گا کیونکہ اس نے مشتری کے تصرف پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

(۲)...... اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ ہے کہ ان احادیث سے خیار مجلس کی نفی نہیں ہوتی جس کا ثبوت حضرت ابن عمر، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم سے مروی احادیث سے ملتا ہے۔ ان احادیث کے اعتبار سے یہ خیار اس لئے ختم ہوا کہ مشتری نے تصرف کیا اور بائع نے اس پر سکوت اختیار کیا گویا اس کے سکوت نے اس کے خیار مجلس کو ختم کر دیا۔

حدیث نمبر 2115

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ ، فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَعْبٍ لِعُمَرَ ، فَكَانَ يَغْلِبُنِي ، فَيَتَقَدَّمُ أَمَامَ الْقَوْمِ ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ، ثُمَّ يَتَقَدَّمُ ، فَيَزْجُرُهُ عُمَرُ وَيَرُدُّهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ: بِعْنِيهِ ، قَالَ: هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ: بِعْنِيهِ فَبَاعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ ، تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ .))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک سرکش اونٹ پر سوار تھا اور وہ اونٹ میرے قابو میں نہ آتا تھا اور سب سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے کر دیتے مگر وہ پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پھر ڈانٹ کر پیچھے کر دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا

تم اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ آپ ہی کا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں، تم اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ اونٹ رسول اللہ ﷺ کو فروخت کر دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد اللہ بن عمر! یہ اونٹ تمہارا ہے، اس کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔“

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے عنوان میں شرط کے ساتھ اس کا جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ مذکورہ مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی چیز خریدی اور جدا ہونے سے پہلے ہی فوراً کسی کو ھبہ کر دی، اور اس بائع نے مشتری پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ اس کے فعل پر خاموش رہ کر اپنی رضا مندی کو ظاہر کیا تو بیع جائز ہے، اگر بائع نے انکار کر دیا اور اس معاملہ پر رضامند نہ ہوا تو بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ انعقاد بیع کے لیے جسمانی علیحدگی ضروری تھی لیکن مذکورہ صورت میں بائع کے خاموش رہنے سے خیار مجلس ختم ہو جاتا ہے۔

(۲)...... اس حدیث میں صرف ھبہ کا ذکر ہے۔ امام بخاری نے غلام آزاد کرنے کو ھبہ پر قیاس کیا کیونکہ دونوں تبرع کی قسم میں سے ہیں۔

ابن بطال نے کہا کہ جن حضرات کے نزدیک تفرق ابدان کے بغیر بیع پوری نہیں ہوتی اور وہ مشتری کا تصرف قبل از تفریق جائز خیال نہیں کرتے یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے۔ (فتح الباری، ص ٤٢٤، ج ٤)

حدیث نمبر 2116:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: بِعْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَهُ بِخَيْبَرَ، فَلَمَّا تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَقِبِي حَتَّى خَرَجْتُ مِنْ بَيْتِهِ خَشْيَةَ أَنْ يُرَادَّنِي الْبَيْعَ وَكَانَتِ السُّنَّةُ أَنَّ الْمُتَبَايِعَيْنِ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ: فَلَمَّا وَجَبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ، رَأَيْتُ أَنِّي قَدْ غَبَنْتُهُ، بِأَنِّي سُقْتُهُ إِلَى أَرْضِ ثَمُودَ بِثَلَاثِ لَيَالٍ، وَسَاقَنِي إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ لَيَالٍ.))

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا میں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ وادی کے اندر جو میری زمین تھی، ان کے خیبر والے مال کے عوض فروخت کر دی۔ جب ہم بیع کر چکے تو میں الٹے پاؤں واپس چلا گیا حتی کہ ان کے مکان سے باہر نکل گیا، مبادا وہ بیع واپس کر دیں، کیونکہ مروجہ طریقہ تھا کہ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہوتا حتی کہ وہ جدا ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب میری اور ان کی بیع پوری ہوگئی تو میرے خیال کے مطابق میں نے ان سے غبن کیا، اس لیے کہ میں نے انہیں ارض ثمود کی طرف تین راتوں کی مسافت دور دھکیل دیا اور انہوں نے مجھے مدینہ طیبہ کی طرف تین دن کی مسافت قریب کر دیا۔"

فوائد:

(۱)......جس وادی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زمین تھی اس کا نام وادی قری ہے جو مدینہ طیبہ سے چھ سات منزل دور تبوک کے قریب تھی اور قوم ثمود اسی جگہ آباد تھی۔

(۲)......امام بخاری نے اس حدیث سے خیار مجلس کو ثابت کیا ہے۔ خیار مجلس کے اثبات کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سرکش اونٹ والا واقعہ رکاوٹ کا باعث تھا۔ اس لئے امام بخاری نے عنوان میں کچھ الفاظ کا اضافہ کر کے اس کا جواب دے دیا ہے کہ وہاں خیار مجلس اس لئے جاتا رہا کہ مشتری نے بائع کی موجودگی میں تصرف کیا اور اس کے سکوت نے خیار مجلس کو ختم کر دیا۔

(۳)......بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ سے پہلے تفرق بالابدان متروک ہو چکا تھا لیکن یہ خیال حدیث کے ظاہری الفاظ کے خلاف ہے۔ نیز ایوب بن سوید کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:
ہم جب خرید وفروخت کرتے تو بائع اور مشتری دونوں کو اختیار رہتا جب تک وہ الگ الگ نہ ہو جاتے۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ کے ساتھ ایک سودا کیا۔ پھر انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سودا کرتے وقت اس پر عمل ہوتا تھا۔ [1]



[1] فتح الباری، ص ٤٢٤، ج ٤.





باب 48

خرید وفروخت میں فریب کاری اور دھوکہ دہی ناجائز ہے

حدیث نمبر 2117:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ يُخْدَعُ فِي الْبُيُوعِ، فَقَالَ: إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَابَةَ.))

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اسے خرید وفروخت میں اکثر دھوکہ دیا جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم خرید وفروخت کرو تو کہہ دیا کرو "مجھے دھوکہ نہ ہو۔"

فوائد:

(۱)...... یہ شخص حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ تھے۔ جنگ کے دوران ان کے سر پر پتھر لگنے کی وجہ سے ان کی زبان اور عقل متاثر ہوگئی تھی۔ اس بناء پر انہیں اکثر خرید وفروخت کرتے وقت نقصان ہو جاتا۔ جب اس نے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کوئی شے خرید کرو تو بائع کے ساتھ یہ شرط کر لیا کرو کہ اس میں کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو کیونکہ دین خیر خواہی کا نام ہے۔

(۲)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خرید وفروخت کرتے وقت دھوکہ دہی اور فریب کاری مکروہ ہے۔ ایک روایت میں کچھ اضافہ ہے کہ جب تو کوئی چیز خریدے تو تجھے تین دن تک اختیار ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے سے خریدار کو بیع فسخ کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ [1]

---

[1] فتح الباری، ص ۴۲۷، ج ۴.




باب 49

بازاروں کی نسبت کیا کہا گیا ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا جب ہم مدینہ طیبہ آئے تو میں نے کہا: یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو۔ لوگوں نے بتایا کہ قینقاع بازار ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے بازار کا راہ بتاؤ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے بازاروں میں تجارت نے غافل کر دیا۔

وضاحت:

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ ایک حدیث کے مطابق بازار اگرچہ زمین کا برا خطہ ہیں کیونکہ ان میں شور وغل، گالی گلوچ اور بلاوجہ لڑائی جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ تاہم اشراف وفضلاء کے وہاں جانے اور کاروبار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا کسبِ معاش کے لیے بازار جانا ثابت ہے جیسا کہ امام بخاری نے بیان کیا ہے۔ یہ تمام آثار کتاب البیوع کے آغاز میں متصل سند سے بیان ہوئے ہیں۔ [1]

حدیث نمبر 2118:

((عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، قَالَ: حَدَّثَتْنِي عَائِشَةُ (ص: ٦٦) رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَغْزُو جَيْشٌ الْكَعْبَةَ، فَإِذَا كَانُوا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ، يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ قَالَتْ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، وَفِيهِمْ أَسْوَاقُهُمْ، وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ، ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَّاتِهِمْ.))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرے گا، جب وہ مقام بیداء پر پہنچے گا تو اول سے آخر تک تمام لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، جب کہ ان میں دوکاندار بھی ہوں گے اور وہ لوگ بھی جن کا لشکر سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کو کیسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اول سے آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، پھر انہیں اپنی اپنی نیتوں کے مطابق قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

---

[1] فتح الباری، ص ٤٢٩، ج ٤.

فوائد:

(۱)...... اس حدیث کے مطابق مقام بیداء میں بازاروں میں کام کرنے والے دوکانداروں کا ثبوت ملتا ہے۔امام بخاری نے صرف اسی کو ثابت کرنے کے لیے حدیث کا ذکر کیا ہے۔

(۲)...... بازار میں اگرچہ شور وشغف ہوتا ہے، لیکن اگر شرعاً اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وہاں جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(۳)...... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل شر اور فتنہ پرور لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنا خود اپنی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

(۴)...... بعض روایات میں "اشـــرافهـــم" کے الفاظ ہیں۔اس بناء پر بخاری کے بیان کردہ الفاظ "اسواقهم" پر تصحیف کا اعتراض کیا گیا ہے جو مبنی برحق نہیں۔ ❶

حدیث نمبر 2119:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "صَلاةُ أَحَدِكُمْ فِي جَمَاعَةٍ، تَزِيدُ عَلَى صَلاتِهِ فِي سُوقِهِ وَبَيْتِهِ بِضْعًا وَعِشْرِينَ دَرَجَةً، وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْمَسْجِدَ لاَ يُرِيدُ إِلَّا الصَّلاةَ، لاَ يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، وَالْمَلائِكَةُ تُصَلِّي عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ الَّذِي يُصَلِّي فِيهِ، اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ، اللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ فِيهِ، مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ، وَقَالَ: أَحَدُكُمْ فِي صَلاةٍ مَا كَانَتِ الصَّلاةُ تَحْبِسُهُ".))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی ایک کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اس کے بازار اور گھر میں نماز پڑھنے سے بیس سے کئی درجہ زیادہ کا ثواب دیتا ہے کیونکہ جب وہ وضو کرتا ہے اور اسے اچھی طرح بناتا ہے، پھر مسجد میں آتا ہے اور اس کا ارادہ صرف نماز پڑھنے کا ہوتا ہے اور اس کو نماز ہی مسجد میں لے کر جاتی ہے تو ایسے حالات میں وہ قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کے باعث ایک درجہ بلند ہوتا ہے، نیز اس کے بدلے اس کا گناہ بھی معاف ہوتا ہے اور فرشتے تو مسلسل اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں، جب تک وہ اپنے مصلی پر بیٹھا رہتا ہے۔جس پر اس نے نماز پڑھی ہو۔فرشتے کہتے ہیں اے اللہ! اس شخص پر اپنی رحمت بھیج، اے اللہ! اس پر اپنا رحم فرما۔جب تک وہ بے وضوء نہ ہو اور کسی کو اذیت نہ پہنچائے۔نیز آپ نے

❶ فتح الباری، ص ٤٣٠، ج ٤.



فرمایا کہ جتنی دیر تک آدمی نماز کی وجہ سے مسجد میں رُکا رہتا ہے، وہ نماز میں ہی شمار ہوتا ہے۔"

فوائد:

(۱)......اس حدیث میں بازار کا ذکر آیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کا بیان ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلام میں بازاروں کا وجود قائم رکھا گیا ہے۔ وہاں آنا جانا، خرید و فروخت کرنا بھی جائز ہے تاکہ تمدنی امور کو ترقی حاصل ہو۔ مگر کچھ لوگ بازاروں میں لوٹ کھسوٹ، دھوکہ، جھوٹ اور مکر و فریب کرتے ہیں، اس اعتبار سے انہیں زمین کا بدترین خطہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲)......لیکن بعض بازار ایسے بھی ہیں جن میں مساجد سے بھی زیادہ ذکر ہوتا ہے۔ امام بخاری کا اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصود بھی یہ ہے کہ اس میں بازار کا ذکر ہے اور وہاں نماز پڑھنے کا بیان ہے۔

حدیث نمبر 2120:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي.))

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بازار میں تھے تو ایک شخص نے "ابوالقاسم" کہہ کر آواز دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے عرض کیا کہ میں نے تو اس شخص کو پکارا تھا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ میرے نام پر نام تو رکھ لو لیکن میری کنیت کا اپنے لیے انتخاب نہ کرو۔"

حدیث 2121:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: لَمْ أَعْنِكَ قَالَ: سَمُّوا بِاسْمِي، وَلَا تَكْتَنُوا بِكُنْيَتِي.))

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے بقیع میں "ابوالقاسم" کہہ کر پکارا تو اس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے، اس نے عرض کیا: میرا مقصد آپ کو بلانا نہیں تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھ لو لیکن میری کنیت پر اپنی کنیت نہ رکھو۔"

فوائد:

(۱)......امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو دو طریق سے بیان کیا ہے، جس سے اس

بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ پہلی روایت میں سوق سے مراد سوق بقیع ہے۔ اس کی تائید مسند امام احمد کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس بقیع میں آئے اور فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! خرید وفروخت کرتے وقت جھوٹی قسم اور دھوکہ میں انسان مبتلا ہو جاتا ہے، اس قسم کی لغزش کو صدقہ سے دھو دیا کرو۔ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں وہاں بازار لگتا ہو۔

(۲)...... اس حدیث سے رسول اللہ ﷺ کا بازار جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے بوقت ضرورت بازار جانا برا نہیں ہے مگر وہاں قدم قدم پر امانت و دیانت کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(۳)...... کافر لوگ رسول اللہ ﷺ پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ رسول کھانا کھاتا اور بازار جاتا ہے۔ گویا ان کے نزدیک بازار جانا منصب نبوت کے خلاف تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کا بازار جانا شانِ رسالت اور منصب امامت کے خلاف نہیں ہے۔ قرآن کریم نے بھی اس اعتراض کا جواب دیا ہے۔ (الفرقان : ۲۰)

حدیث نمبر 2122:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةِ النَّهَارِ، لَا يُكَلِّمُنِي وَلَا أُكَلِّمُهُ، حَتَّى أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، فَجَلَسَ بِفِنَاءِ بَيْتِ فَاطِمَةَ، فَقَالَ أَثَمَّ لُكَعُ، أَثَمَّ لُكَعُ فَحَبَسَتْهُ شَيْئًا، فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تُلْبِسُهُ سِخَابًا، أَوْ تُغَسِّلُهُ، فَجَاءَ يَشْتَدُّ حَتَّى عَانَقَهُ، وَقَبَّلَهُ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ، قَالَ سُفْيَانُ: قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ: أَخْبَرَنِي أَنَّهُ رَأَى نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ، أَوْتَرَ بِرَكْعَةٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دن کے وقت ایک طرف نکلے مگر نہ آپ مجھ سے باتیں کرتے اور نہ میں آپ ﷺ سے کوئی بات کرتا تھا حتی کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں پہنچ گئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے صحن میں بیٹھ گئے اور فرمایا: کیا یہاں کوئی بچہ ہے؟ کیا ادھر کوئی ننھا ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے کچھ دیر کے لیے روکے رکھا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ انہیں ہار وغیرہ پہنا رہی ہیں یا اسے نہلا رہی ہیں۔ پھر وہ (حضرت حسن رضی اللہ عنہ) دوڑتے ہوئے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں گلے لگایا اور ان سے پیار کیا اور پھر فرمایا: اے اللہ! تو اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اسے بھی اپنا محبوب بنا۔''

فوائد:

(۱)...... صحیح مسلم کی روایت میں وضاحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازارِ بنو قینقاع سے واپس آئے، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں داخل ہوئے۔ یہ وضاحت اس لئے کی گئی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر بنو قینقاع



کے بازار میں نہیں تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بخاری کی اس روایت سے کچھ الفاظ رہ گئے ہیں۔ ❶

(۲)...... اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بازار بنوقینقاع تشریف لے گئے۔ اس لئے بازاروں میں آنا جانا، معاملات کرنا کوئی مذموم امر نہیں ہے۔ ضروریات زندگی کے لیے بہر حال ہر کسی کو بازار جائے بغیر گذارہ نہیں ہے۔ امام بخاری کا مقصد بھی اس امر کا بیان کرنا ہے، کیونکہ بیوع کا تعلق زیادہ تر بازار سے ہی ہے۔

حدیث نمبر 2123:

((عَنْ نَافِعٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ: أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرُّكْبَانِ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَيَبْعَثُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ اشْتَرَوْهُ، حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يُبَاعُ الطَّعَامُ .))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگ اہل قافلہ سے غلہ خرید لیتے۔ آپ اس کی روک تھام کے لیے کسی ایسے شخص کو ان کے پاس بھیج دیتے جو ان کو خریداری کی جگہ غلہ بیچنے سے منع کرتا یہاں تک کہ وہ اسے منڈی میں پہنچا دیں جہاں غلہ فروخت ہوتا ہے۔''

حدیث نمبر 2124:

((ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنْ يُبَاعَ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ .))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اس بات سے منع کرتے تھے کہ غلہ جس وقت خریدا جائے اسی وقت وہیں اسے فروخت کر دیا جائے، یہاں تک کہ اس پر پورا پورا قبضہ نہ کر لیا جائے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں صحابہ کرام کا بازار میں آنا جانا مذکور ہے۔ اگرچہ اس میں بازار کی صراحت نہیں ہے لیکن اکثر طور پر غلہ وغیرہ بازار اور منڈی میں ہی فروخت ہوتا ہے۔ اس لئے بازار جانے کا جواز ثابت ہوا۔

(۲)...... نیز یہ بھی پتہ چلا کہ خریدی ہوئی چیز کو قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہم اس کی وضاحت آئندہ کریں گے۔

(۳)...... اور کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ پر متعدد جاہلانہ اعتراضات کیے، ان میں سے ایک یہ تھا کہ رسول کم از کم کوئی مافوق البشر ہستی ہونا چاہیے جو حوائج بشریہ سے بے نیاز ہو یا کم از کم دنیا و مافیھا سے آزاد اور تارک

❶ فتح الباری، ص ٤٣٢، ج ٤.

دنیا قسم کے لوگوں سے ہو۔ بازاروں میں آنا جانا، کسب معاش کے لیے دوڑ دھوپ کرنا ان کے نزدیک شان نبوت کے خلاف تھا۔ قرآن کریم نے ان کا اعتراض بایں الفاظ نقل کیا ہے:

یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ (الفرقان : ۷)

اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا جواب بایں اسلوب دیا ہے:

''ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔'' (الفرقان : ۲۰)

(۴)...... یعنی ان کفار مکہ کو خوب علم ہے کہ سیدنا نوح، سیدنا ابراہیم، سیدنا موسیٰ اور سیدنا عیسیٰ علیہم السلام سب کے سب انسان ہی تھے۔ ضروریات زندگی اور حوائج بشریہ ان کے ساتھ لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنی زندگی کی بقاء کے لیے کھاتے پیتے بھی تھے اور کسب معاش یا خرید و فروخت کی خاطر بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود لوگ انہیں رسول تسلیم کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ کھانا پینا یا بازاروں میں چلنا پھرنا بزرگی یا نبوت کے منافی نہیں ہے۔ بازاروں میں جس چیز کی ممانعت ہے اس کا ذکر آئندہ باب میں آرہا ہے۔







بازار میں شور وغل کرنا ناپسندیدہ عمل ہے

حدیث نمبر 2125:

((عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ؟ قَالَ: "أَجَلْ، وَاللّٰهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ: (يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا) (الأحزاب: ٤٥)، وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي، سَمَّيْتُكَ المتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ، وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللّٰهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ، بِأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا، وَآذَانًا صُمًّا، وَقُلُوبًا غُلْفًا"، تَابَعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ هِلَالٍ، وَقَالَ سَعِيدٌ: عَنْ هِلَالٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ سَلَامٍ غُلْفٌ: كُلُّ شَيْءٍ فِي غِلَافٍ، سَيْفٌ أَغْلَفُ، وَقَوْسٌ غَلْفَاءُ، وَرَجُلٌ أَغْلَفُ: إِذَا لَمْ يَكُنْ مَخْتُونًا.))

''حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفت تورات میں آئی ہے، مجھے اس سے مطلع کیجئے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! آپ کی بعض صفات تورات میں وہی ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں (تورات میں اس قسم کا مضمون ہے) اے نبی! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوشخبری سنانے والا، ڈرانے والا اور امیین کی نگہبانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، نہ تو بدخلق ہے اور نہ سنگ دل، نہ تو بازاروں میں شور وغل کرنے والا ہے اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے لیکن درگذر اور مہربانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک ہرگز موت سے دوچار نہیں کرے گا جب تک کہ اس کے ذریعے ایک کج رو قوم کو سیدھا نہ کر دے۔ بایں طور کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعے نابینا بینا ہو جائیں اور بہرے کان کھول دیئے جائیں اور بستہ دل آگاہ کیے جائیں۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام ، بادشاہ اور معزز لوگوں کا بازار جانا مذموم نہیں ہے۔ اس سے بازاری لوگوں کی مذمت بھی ثابت ہوتی ہے جو بازار میں اپنی چیز کی جھوٹی تعریف اور دوسروں کی بلا وجہ برائی کرتے ہیں، جھوٹی قسمیں اٹھاتے ، آوازیں بلند کرتے اور شور مچاتے ہیں۔ غالبًا انہی مذموم اوصاف کی بنا پر بازاروں کو زمین کا بدترین خطہ قرار دیا گیا ہے۔

(۲)...... ٹیڑھی ملت کو سیدھا کرنے کا یہ معنی ہے کہ وہ لوگوں کو کفر سے نکال کر ایمان کی راہ دیکھائیں گے حتی کہ وہ اقرار شہادتین سے اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ الغرض رسول اللہ ﷺ نے واقعی ملتِ ابراہیم علیہ السلام کو پاک صاف کر کے اصل صورت میں پیش فرمایا۔

(۳)......عبدالعزیز بن ابی سلمہ کی متابعت کو امام بخاری نے کتاب التفسیر میں بیان کیا ہے۔ ❶

(۴)......سعید بن ابی ہلال نے صحابی کی تعیین میں عبدالعزیز اور فلیح کی مخالفت کی ہے کیونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے، جب کہ سعید نے حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے۔ ممکن ہے کہ عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمرو اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما دونوں سے اس روایت کو حاصل کیا ہو۔ ❷



❶ صحیح بخاری ، حدیث نمبر ٤٨٣٨ .

❷ فتح الباری ، ص ٤٣٤ ، ج ٤ .

باب 51

ناپ تول کرنا، بیچنے والے اور دینے والے کے ذمہ ہے

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾ (المطففين : ٣)

''جب انہیں ماپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں''

لغوی وضاحت:

اس کا معنی ہے کہ وہ جب دوسروں کو ماپ کر یا تول کر دیں جیسا کہ قرآن میں ہے:

﴿هل يسمعونكم﴾ (الشعراء: ٧٢)

اس کا معنی ہے: ''کیا وہ تمہارے لئے سنتے ہیں۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماپ کرالیں یہاں تک کہ پورا کرلیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''جب فروخت کرو تو ماپ کر دو اور جب خرید کرو تو ماپ کرلو۔''

وضاحت:

(۱)......اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ وزن اور ماپ کر کے دینا فروخت کنندہ کے ذمہ ہے اور اس کی اجرت بھی وہی ادا کرے گا۔

(۲)......البتہ ثمن کی اجرت خریدار کے ذمہ ہے اگر اسے تولنے اور ماپ کر دینے کی ضرورت ہو۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت میں ماپ اور تول کی نسبت اس شخص کی طرف کی گئی ہے جو فروخت کنندہ ہے۔

(۳)......رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کو ابن حبان اور امام نسائی نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے طارق بن عبداللہ محاربی سے کھجوروں کے عوض ایک اونٹ خریدا۔ پھر آپ نے ایک شخص کے ہاتھ اس کی قیمت کھجوروں کی صورت میں روانہ کر دی اور انہیں کہلا بھیجا کہ اپنا حق اچھی طرح ماپ لو۔ ❶

(۴)......معلوم ہوا کہ وزن کرنا یا ماپنا اس کا کام ہے جو جنس دیتا ہے خواہ وہ بائع ہو یا مشتری۔ بعض اوقات خریدار چیز کی قیمت کسی جنس کی صورت میں ادا کرتا ہے، اس لئے اسے وزن کر کے دینا اس کی ذمہ داری ہے۔

(۵)......حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے منسوب روایت کو دارقطنی نے بیان کیا ہے۔ ❷

❶ فتح الباری ، ص ٤٣٥ ، ج ٤ .

❷ فتح الباری ، ص ٤٣٦ ، ج ٤ .

(۲)...... کیل اور اکتیال میں فرق یہ ہے کہ اکتیال صرف اپنی ذات کے لیے ہوتا ہے جب کہ کیل عام ہے۔ خواہ اپنی ذات کے لیے یا کسی دوسرے کے لیے۔ بہر حال وزن اور ماپ کرنے کی ذمہ داری جنس دینے والے پر ہے اور وہی اس کی اجرت ادا کرنے کا پابند ہے۔

حدیث نمبر 2126:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا، فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ.))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو اس وقت تک اسے فروخت نہ کرے جب تک اس کو پوری طرح قبضہ میں نہ لے لے۔''

فوائد:

(۱)...... صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص غلہ خریدے اسے آگے نہ بیچے تا آنکہ وہ اسے پورا پورا ماپ کر کے لے لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ماپ کر دینا بائع کا کام ہے۔

(۲)...... مذکورہ عنوان بایں طور بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں طعام کی بیع سے ممانعت ہے تا آنکہ قبضہ نہ ہو اور قبضہ کے بعد جب اسے آگے فروخت کرے گا تو ماپ کر کے دینا اس کی یعنی فروخت کنندہ کی ذمہ داری ہوگی۔ [1]

(۳)...... بہر حال وزن یا ماپ کی ذمہ داری فروخت کنندہ پر ہے خریدار پر نہیں۔ اگر خود وزن کر کے نہیں دیتا تو وزن کرنے کی اجرت برداشت کرے گا۔

حدیث نمبر 2127:

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: تُوُفِّيَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ، فَاسْتَعَنْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُرَمَائِهِ أَنْ يَضَعُوا مِنْ دَيْنِهِ، فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَلَمْ يَفْعَلُوا، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اذْهَبْ فَصَنِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَافًا، الْعَجْوَةَ عَلَى حِدَةٍ، وَعَذْقَ زَيْدٍ عَلَى حِدَةٍ، ثُمَّ أَرْسِلْ إِلَيَّ، فَفَعَلْتُ، ثُمَّ أَرْسَلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَاءَ فَجَلَسَ عَلَى أَعْلَاهُ، أَوْ فِي وَسَطِهِ، ثُمَّ قَالَ: كِلْ لِلْقَوْمِ، فَكِلْتُهُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَأَنَّهُ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ وَقَالَ فِرَاسٌ عَنِ الشَّعْبِيِّ، حَدَّثَنِي جَابِرٌ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا زَالَ

[1] عمدة القاري، ص ٤١٠، ج٨.

يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى أَدَّاهُ ، وَقَالَ هِشَامٌ: عَنْ وَهْبٍ ، عَنْ جَابِرٍ ، قَالَ: النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: جُذَّ لَهُ فَأَوْفِ لَهُ .))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حزم نے جب وفات پائی تو ان پر کچھ قرض تھا۔لہٰذا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی کہ قرض خواہ کچھ معاف کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ان لوگوں سے سفارش کی لیکن انہوں نے اسے منظور نہ کیا۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی کھجوروں کو چھانٹ کر ہر قسم کو علیحدہ علیحدہ کر لو۔ عجوہ اور عذق زید الگ الگ کر کے مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ میں نے یہی کیا۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے بھیجا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھجوروں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھ گئے۔ پھر مجھے فرمایا کہ قرض خواہوں کو ناپ ناپ کر دو۔ میں نے ناپ کر سب کے حصے پورے کر دیئے۔ پھر بھی اس قدر کھجوریں باقی رہیں جیسے ان میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا ہو۔

فراس نے شعبی سے اس روایت کو بایں الفاظ بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے لیے کھجوریں ماپتے رہے یہاں تک کہ قرض ادا کر دیا۔حضرت ہشام کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجوریں توڑ کر ان کا قرض ادا کرو۔''

فوائد:

(۱)...... مذکورہ بالا عنوان کے دو اجزاء تھے۔

الف:...... ناپ تول فروخت کنندہ کے ذمے ہے۔

ب:...... دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ ناپ تول کرے یا اس کی مزدوری دے۔

پہلا جزو پہلی حدیث سے ثابت ہوا۔اس حدیث سے جہاں ایک عظیم معجزہ ثابت ہوا وہاں یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ ناپ تول کا کام دینے والے کے ذمہ ہے خواہ وہ قرض اتارنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ چونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ قرض اتارنے کے لیے کھجوریں دے رہے تھے، اس لئے ناپ تول کر دینا بھی انہی کی ذمہ داری تھی۔ بہر حال جنس دینے والا خود اپنے ہاتھ سے وزن کر کے دے گا خواہ وہ فروخت کنندہ ہو یا قرض اتارنے والا ہو۔اگر وہ خود وزن نہیں کرتا تو اس کی مزدوری برداشت کرے۔

(۲)...... واضح رہے کہ عذق زید اور عجوہ کھجوروں کی اقسام ہیں۔ مدینہ طیبہ میں کئی قسم کی کھجوریں پائی جاتی ہیں۔ شیخ ابو محمد جوینی نے لکھا ہے کہ مدینہ طیبہ میں سیاہ کھجوروں کی اقسام ساٹھ سے زائد ہیں اور سرخ کھجوروں کی اقسام ان سے بھی زیادہ ہیں۔ [1]

---

[1] فتح الباری ، ص ٤٣٦ ، ج ٤ .

(۳)......فراس کی روایت کو امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❶

(۴)......ہشام سے مراد ہشام بن عروہ ہیں اور اس روایت کو بھی امام بخاری نے موصولاً بیان کیا ہے۔ ❷

---

❶ صحیح البخاري ، الوصایا، ۲۷۸۱.

❷ صحیح البخاری ، الاستقراض ، ۲۳۹٦.




باب 52

غلہ وغیرہ ناپنا مستحب ہے

حدیث نمبر 2128:

((عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ مَعْدِي كَرِبَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كِيلُوا طَعَامَكُمْ يُبَارَكْ لَكُمْ.))

''حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا اپنا غلہ ناپ لیا کرو، اس سے تمہیں برکت حاصل ہوگی۔''

فوائد:

(۱)...... یہ حکم اس وقت ہے جب غلہ خریدا جائے اور اپنے گھر لایا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بدولت اس میں برکت حاصل ہوگی اور عدم تعمیل کی صورت میں اس برکت کو اٹھا لیا جائے گا۔ لیکن خرچ کرتے وقت وزن کرتے رہنا اس کی برکت کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میرے پاس کچھ جو تھے جنہیں میں ایک مدت تک استعمال کرتی رہی۔ آخر میں نے ایک دن ان کا وزن کیا تو وہ ختم ہو گئے۔ ❶

(۲)......اس کا مطلب یہ ہے کہ ناپ تول کرنے سے خرید وفروخت کے وقت برکت ہوتی ہے اور نفقہ کے وقت عدم برکت۔ امام بخاری کا بھی یہی رجحان معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں اس حدیث کو خرید وفروخت کے احکام میں ذکر کیا ہے۔

ہمارے نزدیک اللہ کی طرف سے برکت رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بجا آوری میں ہے۔ جب نافرمانی کرتے ہوئے خرید وفروخت کے وقت اسے وزن یا ناپ کرنے سے پہلوتہی کی جائے گی تو اس کی نحوست سے برکت کو اٹھا لیا جائے گا۔ اسی طرح گھر کے اخراجات کے لیے اگر امتحان کی وجہ سے اس کا وزن کیا جائے گا تو بھی غلہ اس نحوست کی بنا پر برکت سے محروم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم ❷

---

❶ صحيح البخاري، الرقاق، ٦٤٥١.

❷ فتح الباري، ص ٤٣٨، ج ٤.




باب 53

رسول اللہ ﷺ کے صاع اور مُدّ کی برکت کا بیان

اس کے متعلق ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتی ہیں۔

وضاحت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کو امام بخاری نے ''کتاب فضائل المدینۃ'' کے آخر میں متصل سند سے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما۔ ❶

حدیث نمبر 2129:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا، وَحَرَّمْتُ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ، وَدَعَوْتُ لَهَا فِي مُدِّهَا وَصَاعِهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِمَكَّةَ.))

''حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح مکہ کو حرم قرار دیا اور اس کے لیے دعا فرمائی، اسی طرح میں مدینہ طیبہ کو حرم قرار دیتا ہوں اور میں مدینہ طیبہ کے مد اور صاع میں برکت کی دعا کرتا ہوں جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لیے دعا کی تھی۔''

فوائد:

(۱)...... مدینہ طیبہ کے صاع اور مد میں برکت سے مراد یہ ہے کہ جو چیز ان میں ناپ کی جائے اس میں برکت ہو، نیز سابقہ حدیث میں جو غلہ کی خیر و برکت کا ذکر ہے وہ اسی صورت میں ممکن ہے جب اسے اہل مدینہ کے صاع اور مد سے ناپ تول کیا جائے۔ ❷

(۲)...... مدینہ طیبہ کو حرم قرار دینے کا معنی یہ ہے کہ وہاں کے درخت وغیرہ نہ کاٹے جائیں تاکہ اس مقدس شہر کی زینت برقرار رہے اور اس کے متعلق لوگوں کی محبت میں کمی نہ آئے۔

حدیث نمبر 2130:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

---

❶ صحيح بخاري، فضائل المدينه، ۱۸۸۹.

❷ فتح الباري، ص ۴۳۹، ج ۴.

قَالَ: اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مِكْيَالِهِمْ، وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ، وَمُدِّهِمْ يَعْنِي أَهْلَ الْمَدِينَةِ.))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اہل مدینہ کے ناپ تول میں برکت دے نیز ان کے صاع اور مد میں بھی خیر و برکت عطا فرما۔''

فوائد:

اس وقت ناپ تول کے دو پیمانے ہیں:

الف:...... صاع حجازی۔ **ب:**...... صاع کوفی

صاع حجازی میں ۵.۳۳ رطل ہوتے ہیں جب کہ ایک رطل نوّے مثقال کا ہوتا ہے۔ اس حساب کے مطابق ایک صاع حجازی کے ۴۸۰ رطل ہوئے۔ ایک مثقال ۴.۵ ماشہ کا ہوتا ہے، اس طرح ۴۸۰ مثقال کے دو ہزار ایک سو ساٹھ (۲۱۶۰) ماشے بنتے ہیں۔ چونکہ ایک تولہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے، لہٰذا بارہ پر تقسیم کرنے سے ایک صاع حجازی کا وزن ایک صد اسّی (۱۸۰) تولہ بنتا ہے۔ جدید اعشاری نظام کے مطابق تین تولہ کے پینتیس (۳۵) گرام ہوتے ہیں۔ اس حساب کے مطابق ایک سو اسی تولہ وزن کے دو ہزار ایک سو (۲۱۰۰) گرام ہوئے۔ یعنی صاع حجازی کا وزن دو کلو سو گرام ہے۔ پرانے وزن کے مطابق دو سیر چار چھٹانک بنتا ہے۔

بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق صاع حجازی کا وزن دو سیر دس چھٹانک تین تولہ اور چار ماشہ یعنی تقریباً پونے تین سیر ہے۔ رائج الوقت اوزان کے مطابق تقریباً اڑھائی کلو ہے۔ اس کے متعلق ہم مکمل تحقیق کتاب کفارات الایمان باب نمبر 5 میں بیان کریں گے جہاں امام بخاری نے صاع حجازی کی افضلیت کو ثابت کرنے کے لیے تین احادیث بیان کی ہیں۔

باب 54

غلہ فروخت کرنے اور اس کے ذخیرہ کرنے کے متعلق جو منقول ہے

حدیث نمبر 2131:

((عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مُجَازَفَةً، يُضْرَبُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَبِيعُوهُ حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ.))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تخمینے سے غلہ فروخت کرنے والوں کو پٹتے دیکھا۔ انہیں منع کیا جاتا تا آنکہ وہ اس پر قبضہ کر کے اپنے گھروں میں لے آئیں، پھر آگے فروخت کریں۔''

فوائد:

(۱)......لغوی طور پر اشیاء ضرورت کو فروخت سے روک لینا احتکار کہلاتا ہے۔ شرعی طور پر یہ ہے کہ نرخ بڑھنے کے انتظار میں اشیاء ضرورت کو روک لینا، انہیں فروخت نہ کرنا جب کہ عوام کو ان کی شدید ضرورت ہو اور ایسا کرنے والا اس سے مستغنی ہو۔

(۲)......لیکن اگر کوئی شخص اس غلے کو ان ایام میں خرید کر ذخیرہ کرے جن میں یہ سستا ہو یا اگر کوئی مہنگائی کے وقت میں اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خریدتا ہو یا اسے خرید کر فوراً فروخت کر دیتا ہو تو یہ احتکار نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کرنا حرام ہے۔

(۳)......حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے ان احادیث سے احتکار کا جواز پیش کیا ہے کیونکہ مذکورہ حدیث میں غلہ کو اپنے گھر یا دوکان میں منتقل کرنے سے پہلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر احتکار حرام ہوتا تو آپ یہ حکم نہ دیتے بلکہ خریدتے ہی فروخت کرنے کا حکم دیتے۔ شاید ان کے نزدیک وہ حدیث ثابت نہیں ہے جسے امام مسلم نے بیان کیا ہے کہ ذخیرہ اندوزی وہی کرتا ہے جو گنہگار ہے۔ ❶

(۴)......نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لوگوں پر ان کا غلہ ذخیرہ کر لیا، اللہ تعالیٰ اسے کوڑھ اور افلاس میں مبتلا کر دے گا۔ ❷

حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ ❸

❶ صحيح مسلم، المساقاة، ١٦٠٥. ❷ ابن ماجه، التجارات، ٤٧٢.
❸ فتح الباری، ص ٤٤٠، ج ٤.



(۵)...... بہر حال ذخیرہ اندوزی مخصوص حالات میں، مخصوص شرائط کے ساتھ منع ہے۔ اس کی مذمت میں متعدد احادیث مروی ہیں۔ موجودہ حالات میں ذخیرہ اندوزی ایک سنگین جرم ہے جب کہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اور وہ قحط سالی کا شکار ہوں۔ اگر لوگوں کو اشیاء ضرورت بسہولت دستیاب ہوں تو غلہ خرید کر ذخیرہ کر لینا منع نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2132:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى أَنْ يَبِيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: كَيْفَ ذَاكَ؟ قَالَ: ذَاكَ دَرَاهِمُ بِدَرَاهِمَ وَالطَّعَامُ مُرْجَأٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ (مُرْجَئُونَ): مُؤَخَّرُونَ .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی آدمی قبضہ کرنے سے پہلے غلہ فروخت کرے۔

راوی حدیث حضرت طاؤس نے کہا کہ ایسا کرنا منع کیوں ہے؟ فرمایا یہ تو دراہم کا دراہم کے عوض فروخت کرنا ہے جب کہ غلہ بعد میں دیا جاتا ہے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ قرآنی لفظ " مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰهِ " کا معنی ہے ان کا معاملہ اللہ کے حکم تک کے لیے مؤخر کر دیا گیا۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری کا مقصد اور استدلال پہلی حدیث کے فوائد میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے دو من غلہ دو سو روپے میں خریدا اور یہ طے پایا کہ غلہ دو ماہ بعد دیا جائے گا۔ اب زید نے خرید کردہ دو من غلہ بکر کو چار سو روپے میں فروخت کر دیا جب کہ غلہ موجود نہیں ہے اور نہ ہی اس پر قبضہ ہوا ہے۔ درحقیقت دو سو روپے کو چار سو روپے میں فروخت کیا گیا ہے جو صریح سود ہے۔ کیونکہ غلہ کا ابھی تک وجود نہیں، وہ تو دو ماہ بعد ملے گا۔ اب تو روپیہ کے عوض روپیہ فروخت کیا گیا ہے۔

(۲)...... حدیث میں "والطعام مرجأ" کے الفاظ آتے تھے۔ امام بخاری نے اس مناسبت سے قرآنی آیت ﴿ وآخرُونَ مُرجَونَ لامرِ اللهِ ﴾ (التوبہ : ۱۰۶) کی لغوی تشریح فرمائی کہ اس کا معنی موخر کرنا ہے۔

حدیث نمبر 2133:

((ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ

ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ .))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص غلہ خریدے، تو وہ اسے فروخت نہ کرے تا آنکہ اس پر قبضہ کر لے۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے اس حدیث کو احتکار کے جواز کے لیے پیش کیا ہے جس کی قبل ازیں وضاحت ہو چکی ہے۔ اب اس امر میں اختلاف ہے کہ احتکار خوراک اور غیر خوراک ہر چیز میں منع ہے یا یہ صرف انسانوں اور حیوانوں کی خورد ونوش کی اشیاء میں ہے۔

(۲)...... ہمارے نزدیک کسی بھی چیز کی ذخیرہ اندوزی منع ہے بشرطیکہ لوگوں کو دستیاب نہ ہو اور وہ اس کے محتاج بھی ہوں لیکن وہ شخص عام انسانوں کے لیے اسے مہنگا کرنا چاہتا ہو۔ اگرچہ بعض احادیث میں لفظ طعام کی صراحت ہے لیکن جن احادیث میں مطلق طور پر احتکار کی ممانعت ہے انہیں مقید احادیث پر محمول کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ اس طرح کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

(۳)...... ہمارے نزدیک ہر وہ چیز جس کا روک رکھنا لوگوں کے لیے باعث تکلیف ہو، احتکار میں شامل ہے خواہ وہ غلہ ہو یا سونا یا کپڑے وغیرہ۔

واضح رہے کہ حضرت سعید بن مسیّب نے جب احتکار کے متعلق حدیث بیان کی تو کسی نے ان سے سوال کیا کہ آپ خود احتکار کیوں کرتے ہیں تو کہنے لگے کہ اس حدیث کے راوی حضرت معمر رضی اللہ عنہ بھی احتکار کرتے تھے۔ [1]

(۴)...... یہ دونوں زیت یعنی تیل کی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے لیکن یہ اس وقت جب بازار میں عام دستیاب تھا کیونکہ جب بازار میں ضرورت کی اشیاء نایاب ہوں تو ایک صحابی کا ایسے حالات میں ذخیرہ اندوزی کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔

حدیث نمبر 2134:

((عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ ـ أَنَّهُ قَالَ: مَنْ عِنْدَهُ صَرْفٌ؟ فَقَالَ طَلْحَةُ: أَنَا حَتَّى يَجِيءَ خَازِنُنَا مِنَ الغَابَةِ، قَالَ سُفْيَانُ: هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ، فَقَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الحَدَثَانِ ـ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُخْبِرُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالبُرُّ بِالبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ.))

[1] صحيح مسلم، المساقاة، ١٦٠٥.

"حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ نقدی کس کے پاس ہے؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے پاس ہے تا آنکہ میرا خزانچی غابہ جنگل سے واپس آ جائے۔ راوی حدیث حضرت سفیان نے کہا ہم نے اس حدیث کو اسی طرح اپنے شیخ امام زھری سے محفوظ کیا ہے۔ اس میں کسی لفظ کا اضافہ نہیں۔ ماک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: سونے کو چاندی کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر یہ کہ دست بدست ہو، گندم کو گندم کے عوض بیچنا بھی سود ہے مگر جب نقد بنقد ہو، اسی طرح کھجور کو کھجور کے بدلے فروخت کرنا سود ہے مگر جب ہاتھوں ہاتھ ہو تو جائز ہے۔"

فوائد:

(۱)...... ایک کرنسی کی دوسری کرنسی کے بدلے خرید وفروخت کرنا "صرف" کہلاتا ہے۔ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ کسی کے پاس دراہم ہیں جنہیں وہ دنانیر کے عوض فروخت کرے۔ بیع صرف میں دست بدست ہونا شرط ہے اگر دونوں عوض ایک جنس ہوں تو کسی بھی طرف سے زیادہ یا کم لینا حرام ہے۔ نیز یہ سودا نقد بنقد ہونا چاہیے۔

(۲)...... اسی طرح اگر جنس مختلف ہو تو زیادتی اور کمی تو جائز ہے لیکن یہ خرید وفروخت دست بدست ہونا ضروری ہے۔ دراصل حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ کے پاس سو دینار تھے۔ وہ اس کے بدلے درہم لینا چاہتے تھے۔ ان کا حضرت طلحہ سے سودا طے ہوا لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وقت میرے پاس درہم موجود نہیں ہیں، میرا خزانچی غابہ سے آئے گا تو آپ کو درہم فراہم کر دیئے جائیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ باتیں سن رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم اس وقت تک الگ نہ ہونا جب تک اس سے درہم وصول نہ کر لو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ سونے کے بدلے چاندی لینا سود ہے مگر جب دست بدست ہو تو جائز ہے۔ واللہ اعلم



باب 55

قبضہ سے پہلے کسی چیز کا فروخت کرنا اور ایسی چیز بیچنا جو موجود نہ ہو

حدیث نمبر 2135:

((ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، يَقُولُ: أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ ، قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلاَ أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع فرمایا وہ غلہ ہے جسے قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کیا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے خیال کے مطابق ہر چیز کا یہی حکم ہے کہ اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہیں کرنا چاہیے۔''

حدیث نمبر 2136:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِعْهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ ، زَادَ إِسْمَاعِيلُ: مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلاَ يَبِعْهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص غلہ خریدے تو جب تک اسے پورا نہ کرلے اسے آگے فروخت نہ کرے۔

راوی حدیث اسماعیل بن ابی اویس نے یہ اضافہ کیا ہے کہ جو کوئی غلہ خریدے اسے آگے فروخت نہ کرے حتی کہ اسے قبضہ میں لے لے۔''

فوائد:

(۱)...... ان دونوں احادیث میں خرید کردہ چیز کو قبضہ میں لینے سے قبل آگے فروخت کرنے کی ممانعت کا ذکر ہے۔ لیکن جو چیز موجود نہ ہو اسے فروخت کرنے کی ممانعت کا ذکر ان احادیث میں نہیں ہے لیکن یہ ممانعت پہلے جزو میں داخل ہے کیونکہ جو چیز پاس موجود نہ ہو اسے فروخت کرنا قبضہ سے پہلے فروخت کرنے کے مترادف ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اس کی صراحت ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ مجھ سے کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے جو میرے پاس

نہیں ہے۔ میں اس سے سودا کر لیتا ہوں اور اسے وہ چیز بازار سے خرید کر دے دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو چیز تمہارے پاس موجود نہیں، اسے فروخت نہ کرو۔ ❶

(۲)......اس سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز کی خرید وفروخت جائز نہیں جو فروخت کے وقت بائع کی ملکیت میں نہ ہو۔ واضح رہے کہ بعض اوقات مشتری کوئی چیز خرید کرتا ہے اور اس کا وزن کرنے کے بعد بائع کے پاس ہی رہنے دیتا ہے یعنی اپنے قبضہ میں نہیں لیتا، ایسی چیز کی آگے فروخت جائز نہیں۔ امام بخاری نے اسماعیل بن ابی اویس کے اضافہ سے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ❷

(۳)......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں چونکہ غلے کا ذکر تھا، اس لئے انہوں نے قیاس کیا کہ ہر چیز حکم میں غلے کی مانند ہے۔ دراصل انہیں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کا علم نہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کوئی چیز خریدو تو اسے قبضہ میں لینے سے پہلے فروخت نہ کرو۔ ❸

(۴)......اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سودے کو ایسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرمایا جہاں اسے خریدا گیا ہو، تا آنکہ لوگ اسے اپنے ٹھکانوں میں لے جائیں۔ ❹

(۵)......بہرحال خرید کردہ چیز غلہ ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور چیز، قبضہ سے پہلے اسے آگے فروخت کرنا منع ہے۔ ہمارے ہاں کھل بنولہ خرید کر اسے وہاں کارخانہ میں ہی رہنے دیا جاتا ہے۔ مالک کو قیمت ادا کر کے اس سے پرچی لے لی جاتی ہے۔ پھر اس پرچی کو آگے فروخت کر دیا جاتا ہے۔ ایسا کرنا شرعاً ناجائز ہے۔



---

❶ مسند امام احمد، ص ۴۰۲، ج ۳.
❷ فتح الباری، ص ٤٤٢، ج ٤.
❸ مسند امام احمد، ۴۰۳، ج ۳.
❹ مستدرك حاكم، ص ٤٠، ج ٢.




باب 56

غلے کے ڈھیر کی تجارت

جو شخص غلہ کا ڈھیر ماپ تول کے بغیر خریدے، وہ اسے فروخت نہ کرے تا آنکہ اپنے ٹھکانے میں لے جائے اور خلاف ورزی کرنے پر سزا ہے۔

حدیث نمبر 2137:

((انَّ ابْـنَ عُـمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: لَقَدْ رَأَيْتُ النَّاسَ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَـلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَبْتَاعُونَ جِزَافًا يَعْنِي الطَّعَامَ ، يُضْرَبُونَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِمْ ، حَتَّى يُؤْوُوهُ إِلَى رِحَالِهِمْ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ان لوگوں کو پٹتے دیکھا جو غلہ کا ڈھیر اندازہ سے خریدتے پھر اسی جگہ فروخت کرتے تا آنکہ وہ غلہ اپنے ٹھکانوں میں لے جائیں۔''

فوائد:

(۱)...... قبضہ میں لینے کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مبیع ہاتھ میں پکڑی جا سکتی ہے جیسا کہ درہم و دینار یا بازار کا سودا سلف تو اسے اپنے ہاتھ میں لینے سے قبضہ مکمل ہو جاتا ہے۔

(۲)...... اگر کوئی جائیداد غیر منقولہ ہے تو اس کا قبضہ یہ ہے کہ مالک اس سے دست بردار ہو جائے مثلاً زمین یا باغ کا قبضہ یہ ہے کہ مالک اسے خریدار کے حوالے کر دے۔

(۳)...... اگر کوئی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کی جا سکتی ہے تو اس کا قبضہ یہ ہے کہ خریدار اسے ایسی جگہ منتقل کر دے جہاں مالک کا عمل دخل نہ ہو جیسا کہ غلہ اور حیوان کی خرید و فروخت کے وقت ہوتا ہے۔

(۴)...... امام بخاری کا موقف یہ ہے کہ اگر مبیع کو ماپ تول کر مالک کے پاس ہی رہنے دیا جائے تو اسے شرعی قبضہ نہیں کہا جائے گا تا آنکہ مشتری اسے ایسی جگہ منتقل نہ کر دے جہاں مالک کا کوئی عمل دخل نہ ہو۔ اس عنوان اور پیش کردہ حدیث کا بھی یہی مقصد ہے کہ خرید کردہ چیز خواہ ماپ تول کر لی جائے یا اندازہ سے، اسے اپنے قبضے میں کرنے سے پہلے اسے فروخت کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۵)...... جب کہ امام مالک کہتے ہیں کہ جو ماپ تول کے بغیر صرف اندازہ سے خریدی جائے اسے قبضہ

کیے بغیر آگے فروخت کیا جا سکتا ہے۔ یہ موقف حدیث کے خلاف ہے، اس لئے تردید ضروری تھی۔

(٦)...... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حاکم وقت خلاف شرع خرید وفروخت کرنے پر سزا دے سکتا ہے۔ حاکم کو چاہیے کہ وہ منڈیوں میں اپنے کارندے تعینات کرے جو خلاف شرع کاموں پر نگاہ رکھیں۔ ❶۔

❶ فتح الباری ، ص ٤٤٤ ، ج ٤ .





سامان خریدنے کے بعد اسی جگہ رکھوا دینا

جب کسی نے کوئی سامان یا جانور خریدا اور اسے فروخت کنندہ کے پاس رکھ دیا یا پھر وہ قبضہ کرنے سے پہلے تلف ہو گیا یا مر گیا (تو اس مسئلے میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر سودا صحیح سالم اور زندہ پر ہوا تھا تو وہ خریدار کے مال سے ہوگا۔

وضاحت:

(۱)...... اس عنوان سے امام بخاری کا یہ مقصد ہے کہ خرید کردہ چیز یا جانور کو فروخت کنندہ کے پاس رکھنا جائز ہے۔

(۲)...... اس کے بعد ایک مسئلہ کو اس عنوان پر متفرع کیا گیا ہے کہ اگر وہ سامان ضائع ہو جائے یا جانور مر جائے تو نقصان بائع کا ہوگا یا مشتری کا؟ امام بخاری نے اس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا کیونکہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے البتہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر یہاں بیان کر کے اپنا رجحان واضح کر دیا کہ اس صورت میں نقصان خریدار کا ہوگا۔

(۳)...... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام طحاوی اور دار قطنی نے متصل سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اس کی وضاحت کی ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2138:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا ، قَالَتْ: لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَيْتَ أَبِي بَكْرٍ أَحَدَ طَرَفَيِ النَّهَارِ ، فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ ، لَمْ يَرُعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَتَانَا ظُهْرًا ، فَخُبِّرَ بِهِ أَبُو بَكْرٍ ، فَقَالَ: مَا جَاءَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لِأَمْرٍ حَدَثَ ، فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ: أَخْرِجْ مَنْ عِنْدَكَ ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ ، يَعْنِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءَ ، قَالَ: أَشَعَرْتَ أَنَّهُ قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ . قَالَ: الصُّحْبَةَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قَالَ: الصُّحْبَةَ ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعْدَدْتُهُمَا لِلْخُرُوجِ ، فَخُذْ إِحْدَاهُمَا ، قَالَ: قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ .))

❶ فتح الباري ، ص ٤٤٥ ، ج ٤ .



''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے وقت صبح و شام کے کسی حصہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر نہ آتے ہوں اور جب آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی گئی تو اچانک ظہر کے وقت تشریف لائے۔
جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی گئی تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ناگہانی ضرورت کے پیش نظر اس وقت تشریف لائے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان سے فرمایا کہ افراد خانہ میں سے اس وقت جو آپ کے پاس ہیں انہیں الگ کر دو۔
انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری صرف دو بیٹیاں عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھے ہجرت کرنے کی اجازت مل چکی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے ساتھ رہو گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں نے ہجرت کے لیے تیار رکھا ہے، آپ ان میں سے ایک کو پسند کر لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک کو قیمت کے عوض لے لیا ہے۔''

فوائد:

امام بخاری نے اس طویل حدیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ کوئی چیز یا جانور خرید کر کے فروخت کنندہ کے پاس رکھنا جائز ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اونٹنی خرید کر انہیں کے پاس رہنے دی۔ ایسا کرنے سے بیع مکمل ہے اور مشتری کو اس میں تصرف کرنے کا پورا پورا حق مل جاتا ہے۔
اگر ایسے حالات میں فروخت کردہ چیز تلف ہو جائے تو اس کا نقصان مشتری کو برداشت کرنا ہوگا۔ اس میں فروخت کنندہ ضامن نہیں ہوگا اِلا یہ کہ وہ کسی کوتاہی کا مرتکب ہو۔ واللہ اعلم





باب 58

کسی کی بیع میں دخل اندازی کرنا

کوئی مسلمان اپنے بھائی کی بیع میں دخل اندازی نہ کرے اور نہ ہی اس کے بھاؤ لگاتے وقت اپنا بھاؤ لگائے تا آنکہ وہ اجازت دے یا بیع چھوڑ دے۔

حدیث نمبر 2139:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ.))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی خرید وفروخت میں دخل اندازی نہ کرے۔''

حدیث نمبر 2140:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا يَخْطُبُ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخْتِهَا لِتَكْفَأَ مَا فِي إِنَائِهَا.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہری کو دیہاتی کے لیے فروخت کرنے سے منع فرمایا، نیز دھوکہ دینے کے لیے قیمت بڑھانے سے بھی منع کیا اور یہ کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی اپنے بھائی کی منگنی کے پیغام پر اپنی منگنی کا پیغام بھیجے۔ اسی طرح نہ ہی کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے تاکہ جو کچھ اس کے برتن میں ہے اسے انڈیل دے۔''

فوائد:

(۱)......امام بخاری نے اپنے عنوان کو اجازت دینے یا چھوڑ جانے کے ساتھ مقید کیا ہے جب کہ احادیث میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے روایت مسلم کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اس قید کی صراحت ہے۔ اسی طرح بھاؤ پر بھاؤ لگانے کا ذکر بھی ان احادیث میں نہیں ہے البتہ امام بخاری نے کتاب الشروط میں



جس روایت کو بیان کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں ''کوئی آدمی اپنے بھائی کے بھاؤ پر بھاؤ نہ لگائے'' ❶

(۲)......واضح رہے کہ ان احادیث میں پانچ احکام بیان ہوئے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

الف:......کسی دوسرے کی خرید وفروخت میں مداخلت کرنا۔ یہ امر اخلاق کریمانہ سے بعید ہے کہ ایک شخص اپنا سامان بیچ رہا ہو یا کچھ خرید رہا ہو تو کوئی دوسرا شخص درمیان میں کود پڑے اور ان کے فائدے میں مداخلت کرے۔

ب:......دیہاتی لوگ جو اپنی اشیاء اہل شہر سے سستے داموں فروخت کر جاتے ہیں، ان سے کوئی شہری کہے کہ تم اسے فروخت نہ کرو بلکہ میرے پاس رکھ جاؤ، میں مہنگے داموں فروخت کروں گا۔ ایسا کرنا منع ہے کیونکہ اس سے شہر والوں کو نقصان پہنچتا ہے۔

ج:......کچھ لوگ بھاؤ چڑھانے کے لیے بولی لگاتے ہیں اور ان کی نیت سودا لینے کی نہیں ہوتی، یہ بھی سخت گناہ ہے۔ اس سے دوسروں کو نقصان پہنچتا ہے۔ البتہ نیلامی میں حصہ لینے کی نیت سے بڑھ چڑھ کر بولی دی جا سکتی ہے۔

د:......اگر کسی مرد نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا ہے، ابھی بات چیت کسی منطقی انجام کو نہیں پہنچی کہ دوسرا اسے پیغام دے، ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے پہلے مرد کی حق تلفی ہوتی ہے۔

ھ:......کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ پہلی بیوی کو طلاق دینے کی شرط لگا دے، ایسا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے مرد اور عورت دونوں گنہگار ہوں گے۔



❶ صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۷۲۷.



باب 59

نیلامی کی بیع

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ مالِ غنیمت نیلام کرنے میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔

وضاحت:

(۱)...... نیلامی میں بڑھ چڑھ کر بولی دی جاتی ہے۔ اسے عربی میں ''بیع مزایدہ'' کہتے ہیں۔ اگر مال لینے کی نیت سے ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۲)...... حضرت عطاء کے اثر کو مصنف ابن ابی شیبہ میں متصل سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2141:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَجُلًا أَعْتَقَ غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ، فَاحْتَاجَ، فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَاشْتَرَاهُ نُعَيْمُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَفَعَهُ إِلَيْهِ.))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے غلام کو اپنے مرنے کے بعد آزادی کا اختیار سونپ دیا مگر وہ شخص کچھ مدت کے بعد محتاج ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کو پکڑ کر فرمایا: اس غلام کو مجھ سے کون خریدتا ہے؟ حضرت نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کسی قدر مال کے عوض اسے خرید لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ قیمت اس کے مالک کو دے دی۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے مذکورہ عنوان سے اس روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیلامی کی بیع سے منع کیا ہے۔ اس کے جواز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانا ٹاٹ اور ایک پیالہ نیلام کیا۔ ایک شخص نے ان کی بولی ایک درہم لگائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ اعلان کرنے پر دوسرے شخص نے دو درہم بولی لگائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اس دوسرے شخص کے حوالے کر دیں۔

(۲)...... بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ پیش کردہ حدیث میں نیلامی کا ذکر نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] فتح الباری، ص ٤٤٨، ج ٤.

کا یہ ارشاد کہ اسے کون خریدتا ہے؟ یہی نیلامی کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

بہرحال نیلامی جائز ہے اور اس میں اگر قیمت بڑھانے کے لیے بولی دی جائے تو منع ہے، اگر خریدنے کا پروگرام ہے تو یہ جائز ہے۔ مذکورہ حدیث میں اس کا واضح ثبوت ہے۔ [1]

[1] فتح الباری ، ص ٤٤٨ ، ج ٤ .





دھوکہ دہی کے لیے نرخ بڑھانا، بعض نے کہا کہ یہ بیع جائز ہی نہیں

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دھوکہ دہی کے لیے قیمت بڑھانے والا سود خور اور خیانت پیشہ ہے۔ یہ دھوکہ کسی صورت میں جائز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دھوکہ کرنے والا جہنم میں ہوگا۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہماری شریعت کے مطابق نہیں تو وہ مردود ہے۔

وضاحت:

حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ [1]

نیز فرمانِ نبوی کہ دھوکہ کرنے والا جہنم میں ہوگا۔ اسے علامہ ابن عدی نے اپنی تصنیف الکامل میں متصل سند سے ذکر کیا ہے۔

اور حدیث نبوی کہ شریعت کے خلاف ہر عمل مردود ہے، اسے امام مسلم نے اپنی کتاب الاقضیہ، حدیث نمبر ۴۴۹۳ میں موصولاً روایت کیا ہے۔ [2]

حدیث نمبر 2142:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّجْشِ .))

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ دینے کے لیے نرخ بڑھانے سے منع کیا ہے۔“

فوائد:

(۱)......نجش کا لغوی معنی شکار کو اپنی جگہ سے بھگانا ہے تاکہ اسے جال میں پھانسا جا سکے اور شرع میں اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی شخص قیمت زیادہ لگائے حالانکہ اس کا خریدنے کا ارادہ نہیں ہے۔ وہ صرف دوسرے کو چیز خریدنے پر اکساتا ہے اور دھوکہ میں ڈالتا ہے۔ چونکہ فروخت کنندہ اس کی موافقت کرتا ہے اس لئے دونوں گناہ میں شریک ہوں گے۔

---

[1] صحيح بخاري ، الشهادات ، ٢٦٧٥ .

[2] فتح الباري ، ص ٤٤٩ ، ج ٤ .

(۲)...... ہمارے ہاں تجارتی منڈیوں میں تاجر حضرات ایسے ایجنٹ مقرر کر دیتے ہیں جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر ممکن خریدار کو دھوکہ دے کر زیادہ قیمت دینے پر آمادہ کریں۔ ایسے ایجنٹ بعض اوقات خریدار کی موجودگی میں مطلوبہ چیز کی قیمت بڑھا کر خریدار بنتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں یہ خریدار نہیں ہوتے۔ گاہک دھوکہ میں آ کر زیادہ قیمت پر چیز خرید لیتا ہے۔

الغرض خرید وفروخت میں دھوکہ دہی کی جملہ صورتیں حرام اور کبیرہ گناہ کا درجہ رکھتی ہیں۔ شریعت نے ان سے منع کیا ہے۔




باب 61

دھوکے اور حبل الحبلہ کی بیع

حدیث نمبر 2143:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الحَبَلَةِ، وَكَانَ بَيْعًا يَتَبَايَعُهُ أَهْلُ الجَاهِلِيَّةِ، كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الجَزُورَ إِلَى أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ، ثُمَّ تُنْتَجُ الَّتِي فِي بَطْنِهَا.))

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ''حبل الحبلہ'' کی بیع سے منع فرمایا۔ یہ بیع زمانہ جاہلیت میں بایں صورت رائج تھی کہ ایک شخص کوئی اونٹنی اس وعدہ پر خرید کرتا کہ جب وہ بچہ جنے گی اور پھر وہ بڑی ہو کر بچہ جنم دے تب اس کی قیمت ادا کروں گا۔''

فوائد:

(۱)...... دھوکے کی بیع یہ ہے کہ پرندہ ہوا میں اڑ رہا ہے یا مچھلی دریا میں تیر رہی ہے یا ہرن جنگل میں بھاگ رہا ہے، اسے پکڑنے سے پہلے بیچ ڈالے۔ اسی طرح وہ غلام یا لونڈی جو بھاگ گئے ہوں جنہیں مشتری کے سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو، انہیں فروخت کرنا بھی دھوکے کی بیع ہے۔

(۲)...... امام بخاری نے دھوکے کی بیع کے متعلق کوئی صریح حدیث پیش نہیں کی بلکہ حبل الحبلہ کی ممانعت سے استنباط کیا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہو جسے امام احمد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا۔

(۳)...... دھوکے کی بیع میں کئی ایک بیوع شامل ہیں۔ معدوم، مجہول اور مبہم اشیاء کی بیع بھی اس میں شامل ہے۔

(۴)...... حبل الحبہ کی تفسیر میں کئی اقوال مروی ہیں جن میں سے ایک مذکورہ حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اونٹنی کے بچہ کے بچہ کی بیع کی جائے۔ دونوں تفسیروں کے مطابق یہ بیع باطل ہے کیونکہ پہلی تفسیر کے مطابق قیمت کی ادائیگی کی مدت مجہول ہے اور دوسری تفسیر کے مطابق یہ معدوم شے کی بیع ہے۔ یہ دونوں ممنوع ہیں۔ [1]

---

[1] فتح الباري، ص ٤٥١، ج ٤.





باب 62

بیع ملامسہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع ملامسہ سے منع فرمایا ہے۔

وضاحت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی معلق روایت کو امام بخاری نے آگے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ [1]

ملامسہ کا لغوی معنی چھونا یا ہاتھ لگانا ہے۔ اصطلاحی طور پر اس کی تفسیر میں تین اقوال ہیں:

الف:...... ایک آدمی تاریکی میں کوئی کپڑا لائے یا روشن جگہ پر لپٹا ہوا تھان کسی کو دے اور خریدار سے کہے کہ یہ کپڑا میں نے تجھے اتنے میں اس شرط پر فروخت کیا کہ تیرا ہاتھ لگا دینا ہی اسے دیکھنے کے قائم مقام ہوگا۔

ب:...... ایجاب وقبول کے بغیر صرف ہاتھ لگا دینے کو ہی بیع قرار دیا جائے۔

ج:...... صرف ہاتھ لگا دینے سے خیار مجلس کو ختم کر دیا جائے۔

ان سب صورتوں میں بیع باطل ہے کیونکہ اس میں جہالت اور دھوکہ دہی ہے۔

حدیث نمبر 2144:

((انَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ ، وَهِيَ طَرْحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى الرَّجُلِ قَبْلَ أَنْ يُقَلِّبَهُ ، أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ ، وَالْمُلَامَسَةُ: لَمْسُ الثَّوْبِ لَا يُنْظَرُ إِلَيْهِ .))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع منابذہ سے منع فرمایا اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص کپڑا خریدار کی طرف پھینک کر بیع مکمل کر دے قبل اس کے کہ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھے، اسی طرح آپ نے بیع ملامسہ سے بھی منع فرمایا اور ملامسہ یہ ہے کہ دیکھے بغیر کپڑے کو صرف ہاتھ لگانے سے ہی بیع پختہ ہو جائے۔''

فوائد:

بیع ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ جب تو میرے کپڑے کو چھولے اور میں تیرے کپڑے کو چھولوں تو بیع واجب ہو جائے گی۔ زمانہ جاہلیت میں اس قسم کی بیع کا عام رواج تھا۔ چونکہ اس میں دھوکہ اور جہالت ہے، اس لیے شریعت نے اس سے منع فرمایا۔

[1] صحیح بخاری، حدیث ۲۲۰۷.

حدیث نمبر 2145:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: " نُهِيَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ: أَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي الثَّوْبِ الوَاحِدِ، ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِبِهِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ .))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ دو قسم کے لباسوں سے منع کیا گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ صرف ایک ہی کپڑے میں کوئی آدمی احتباء کرے، پھر اسے کندھوں تک اٹھا لے اور دو قسم کی خرید وفروخت سے روکا گیا ہے، ایک ہاتھ لگا دینے پر بیع کو پختہ کر لینا اور دوسری صرف پھینک دینے کو بیع کے قائم مقام قرار دے لینا۔''

فوائد:

(۱)......اس حدیث میں بھی بیع ملامسہ سے منع کیا گیا ہے۔اس کی وضاحت پہلی حدیث میں ہو چکی ہے۔

(۲)...... البتہ اس میں دو قسم کے لباسوں سے منع کیا گیا ہے۔

الف:......احتباء **ب:**......اشتمال

ان میں صرف ایک کو اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے، وہ احتباء ہے۔ دوسرا لباس اشتمال الصماء ہے جس کا اس حدیث میں ذکر نہیں ہے کیونکہ عربوں کے ہاں یہ مشہور لباس تھا۔

اشتمال کی صورت یہ ہے کہ انسان کپڑے کو اس طرح اوڑھے کہ اس کے ہاتھ اس میں بالکل محبوس ہو جائیں۔تھوڑی سی ٹھوکر لگنے سے انسان گر پڑتا ہے۔ چونکہ یہ پر خطر لباس ہے اس لئے منع کیا گیا ہے۔

دوسرا لباس احتباء ہے جس کی وضاحت حدیث میں بایں طور پر کی گئی ہے کہ اسے بطور تہبند پہن لیا جائے، پھر اس کا کچھ حصہ کندھوں پر ڈال لیا جائے جس سے وہ برہنہ ہو جائے۔یعنی احتباء اس صورت میں منع ہے جب اس سے برہنہ ہونے کا اندیشہ ہو۔

(۳)......اس کی مکمل بحث کتاب اللباس میں آئے گی۔ انشاء اللہ




بیع منابذہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرمایا ہے۔

وضاحت:

(۱)...... یہ معلق روایت امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے بیان کی ہے۔ [1]

(۲)...... منابذہ کا لغوی معنی پھینکنا ہے۔ اصطلاحی طور پر اس کی تفسیر میں بھی تین اقوال ہیں۔

الف:...... صرف چیز پھینکنے سے ہی بیع پختہ ہو جائے یعنی جو تھان پھینکا جائے وہی بیع قرار پائے۔

ب:...... ایجاب وقبول کے بغیر محض پھینکنے کو بیع قرار دیا جائے۔

ج:...... صرف چیز پھینک دینے سے خیار مجلس کو ختم کر دیا جائے۔

(۲)...... بعض لوگوں نے کنکری پھینکنے کو منابذہ قرار دیا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ فقہاء کے ہاں اسے بیع الحصاۃ کہا جاتا ہے۔ حدیث میں اس کی الگ طور پر ممانعت کی گئی ہے۔

(۳)...... بہر حال منابذہ کی یہ تمام صورتیں جہالت اور دھوکہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع ہیں۔

حدیث نمبر 2146:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنِ الْمُلَامَسَةِ وَالْمُنَابَذَةِ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے۔''

حدیث نمبر 2147:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ، وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ: الْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ".))

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کے لباسوں اور دو قسم کی خرید وفروخت سے منع کیا ہے، خرید وفروخت کی دو اقسام بیع ملامسہ اور بیع منابذہ ہیں۔''

[1] صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲۲۰۷.

فوائد:

(۱)...... منابذہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں سے ہر ایک اپنا اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکتا ہے اور کوئی بھی ایک دوسرے کے کپڑے کو الٹ پلٹ کر نہیں دیکھتا۔ اسی سے بیع پختہ ہو جاتی ہے۔

(۲)...... زمانہ جاہلیت میں اس قسم کی خرید وفروخت عام تھی اور اس میں جہالت اور دھوکہ کے علاوہ جوا کا عنصر بھی شامل تھا۔ جوا کی یہ صورت ہوتی کہ بائع اور مشتری میں یہ طے پا جاتا کہ جو میرے پاس ہے وہ میں تیری طرف پھینکتا ہوں اور جو تیرے پاس ہے وہ میری طرف پھینک دے، بس اسی شرط پر بیع ہو جائے۔ کسی کو معلوم نہ ہو کہ دوسرے کے پاس کیا اور کتنا مال ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کی خرید وفروخت سے منع فرمایا ہے۔ ❶

---

❶ فتح الباری، ص ٤٥٤، ج ٤.




بیع کے لیے جانور کے دودھ کو نہ دوہنا

بائع کے لیے جائز نہیں کہ وہ (کسی کو دھوکہ دینے کے لیے) اونٹنی، گائے اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع کرے۔

مصراۃ وہ جانور ہے جس کا دودھ نہ نکالا گیا ہو اور وہ اس کے تھنوں میں جمع کیا گیا ہو یا کئی دنوں تک اسے نہ دوہا جائے۔

تصریہ کا معنی پانی کو روک لینا ہے۔ عربی میں صریت الماء کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے جب پانی روک لیا جائے۔

وضاحت:

(۱)...... رسول اللہ ﷺ نے دھوکے کی بیع سے منع کیا ہے۔ اس کی ایک صورت بیع المصراۃ ہے۔ امام بخاری نے اس بیع کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے مذکورہ عنوان قائم کیا ہے۔

(۲)...... "مصراۃ" سے مراد وہ جانور ہے جس کے تھنوں میں دودھ روک لیا گیا ہو تا کہ خریدار اسے زیادہ دودھ دینے والا جانور خیال کر کے زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہو۔ اگر کسی نے جانور کے بچے یا اپنے اہل وعیال کو دودھ پلانے کے لیے یہ عمل کیا تو منع نہیں ہے۔ اگرچہ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانوروں کا دودھ مت روکو۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ ❶

منع اس لیے ہے کہ ایسا کرنے سے حیوان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن نسائی کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ اونٹنیوں اور بکریوں کے دودھ کو خرید وفروخت کے لیے ان کے تھنوں میں مت جمع کرو۔ ❷

نیز ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب کوئی دودھ دینے والا جانور فروخت کرو تو اس کے دودھ کو تھنوں میں مت روکو۔ ❸

(۳)...... باقی رہا حیوان کی تکلیف کا مسئلہ تو یہ وقتی طور پر ہوتی ہے جسے منفعت کے لیے برداشت کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی اس طرح کا دودھ بستہ جانور خرید لیتا ہے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو اسے رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے لیکن واپس کرنے کی صورت میں قطع نزاع کے لیے اسے ایک صاع کھجوروں کا واپس کرنا ہوگا۔ اس

---

❶ صحيح بخاري، الشروط، ٢٧٢٧.
❷ سنن نسائي، البيوع، ٤٤٩٢.
❸ نسائي، حديث ٤٤٩١.



میں دودھ کی کمی بیشی کا خیال نہیں رکھا جائے گا۔

حدیث نمبر 2148:

((قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُصَرُّوا الإِبِلَ وَالغَنَمَ، فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدُ فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا: إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ، وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعَ تَمْرٍ" وَيُذْكَرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ، وَمُجَاهِدٍ، وَالوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، وَمُوسَى بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَاعَ تَمْرٍ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ: صَاعًا مِنْ طَعَامٍ، وَهُوَ بِالخِيَارِ ثَلَاثًا، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: عَنِ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا، وَالتَّمْرُ أَكْثَرُ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ نہ روکو اور جس کسی نے دودھ بستہ جانور خریدا تو اسے دوہنے کے بعد خریدار کو اختیار ہے کہ وہ اسے اپنے پاس رکھ لے اور چاہے تو اس کو واپس کر دے اور صاع بھر کھجوریں ساتھ دے۔

ابو صالح، مجاہد، ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا، انہوں نے صاع بھر کھجوروں کا ذکر کیا۔

جب کہ کچھ راوی حضرت ابن سیرین سے صاع بھر غلے کا ذکر کرتے ہیں، نیز کہتے ہیں کہ اسے تین دن تک اختیار ہے۔

اور بعض نے ابن سیرین سے کھجور کا ایک صاع ذکر کیا اور تین دن تک اختیار کا ذکر نہیں کیا البتہ اکثر راویوں نے کھجور کا ذکر کیا ہے۔''

فوائد:

(۱)...... یہ مسئلہ ''مصراۃ'' کے نام سے مشہور ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں لوگوں نے جب کوئی جانور فروخت کرنا ہوتا تو ایک دو دن تک اس کا دودھ نہیں نکالتے تھے تا کہ وہ اس کے تھنوں میں جمع ہو کر زیادہ معلوم ہو لیکن جب خریدار اپنے گھر جا کر اس کیفیت کو ملاحظہ کرتا تو پریشان ہو جاتا۔

اس بناء پر رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ اگر کوئی گائے، بکری یا اونٹنی اس طرح دودھ روک کر فروخت کی جائے تو خریدار کو اختیار ہے، چاہے تو اس پر راضی رہے چاہے اسے واپس کر دے اور ایک صاع کھجور ساتھ دے تا کہ نزاع ختم ہو جائے۔

(۲)...... لیکن تقلید و جمود کی کرشمہ سازی ملاحظہ ہو کہ صحیح احادیث کو رد کرنے کے لیے اصول سازی کی گئی۔ چنانچہ ایک اصول یہ بنایا گیا کہ حدیث کو اس وقت قبول نہ کیا جائے جب اس کے راوی غیر فقیہ ہوں اور وہ ہر طرح سے قیاس کے خلاف ہو۔ مذکورہ حدیث بخاری کو بھی اسی خود ساختہ اصول کی بھینٹ چڑھا دیا گیا اور اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ ان کے ہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، غیر فقیہ ہیں اور یہ حدیث قیاس کے خلاف ہے۔

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی ان کے ہاں غیر فقیہ ہیں اور ان کی بیان کردہ، صحیح بخاری کی ایک روایت کو رد کر دیا گیا۔ حدیث میں ہے کہ کچھ لوگ مدینہ آئے لیکن انہیں وہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی اور ان کے پیٹ پھول گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اونٹنیوں کا دودھ اور پیشاب پینے کی اجازت دی۔ (صحیح بخاری)

(۲)...... ان حضرات کے اس اصول میں علم و اجتہاد سے بہرہ ور بہت سے صحابہ کرام کے ساتھ بے ادبی کا پہلو تو پایا ہی جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کا ثبوت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نہیں ملتا بلکہ یہ عیسی بن ابان کا مذہب ہے جس پر بہت سے متاخرین نے ان کی متابعت کر لی۔ تفصیل کے لیے اصول الشاشی میں بحث السنہ کے حواشی پڑھ لئے جائیں۔

(۳)...... علامہ کرخی نے اس اصول کے خلاف آواز آٹھائی کہ راوی کی فقہ کا روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ روایت کی صحت کا دار و مدار راوی کے عادل اور ضابط ہونے پر ہے۔ ان حضرات نے قیاس کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت پر ترجیح دے کر خود کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والے ہیں بلکہ راوی اسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔ پھر انہوں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حکم نقل کیا ہے جو اپنی جگہ واجب تعمیل ہے۔ واللہ المستعان

(۴)...... امام بخاری کی بیان کردہ متابعات کو مسلم وغیرہ میں متصل سند سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض میں کھجور کے بجائے ''طعام'' کے الفاظ ہیں۔ امام بخاری نے ''طعام'' کی روایات کو مرجوح قرار دیا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2149:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنِ اشْتَرَى شَاةً مُحَفَّلَةً فَرَدَّهَا، فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُلَقَّى الْبُيُوعُ .))

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ اگر کسی نے بکری خریدی جس کے تھن میں دودھ روکا گیا ہو، تو وہ اسے واپس کر دے اور ساتھ کھجوروں کا ایک صاع دے، نیز

[1] فتح الباری، ص ٤٥٩، ج ٤.

رسول اللہ ﷺ نے فروخت کارکو آگے جا کر ملنے سے بھی منع فرمایا ہے۔''

فوائد:

(۱)...... تلقی البیوع کا معنی یہ ہے کہ باہر سے مالِ تجارت لانے والوں کو شہر میں آنے سے پہلے ملاقات کرنا اور کساد بازاری کا ذکر کر کے ان سے سستے داموں اشیاء خرید لینا، پھر اسے منڈی میں لا کر مہنگے داموں فروخت کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲)...... امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو اس لئے بیان کیا ہے کہ راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر غیر فقیہ ہونے کی پھبتی کس کر مذکورہ حدیث کو مسترد کرنے والے حضرات گریبان میں نظر ڈالیں کہ مذکورہ حدیث کا مضمون حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے جنہیں یہ حضرات فقہ اور اجتہاد میں امام تسلیم کرتے ہیں۔ اس موضوع پر امام ابن قیم نے اعلام الموقعین میں بہت کچھ لکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بایں الفاظ مروی ہے:

''میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ صادق و مصدوق رسول ﷺ نے دودھ بستہ جانوروں کی بیع کو فریب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ مسلمان کے ساتھ اس طرح کا دھوکہ کرنا جائز نہیں ہے۔'' [1]

حدیث نمبر 2150:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ، وَلَا تُصَرُّوا الْغَنَمَ، وَمَنِ ابْتَاعَهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا، إِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' قافلوں کے آگے جا کر ان سے مال نہ خریدو اور نہ ہی کوئی ایک دوسرے کی بیع پر بیع کرے۔ نیز بھاؤ بڑھانے کے لیے قیمت نہ لگاؤ اور نہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے خرید وفروخت کرے، نہ ہی کوئی بکریوں کے تھنوں میں دودھ روکے۔ اگر کسی نے ایسی بکری خریدی ہو تو دودھ نکالنے کے بعد اسے اختیار ہے، اگر اس پر راضی ہو تو اسے روک لے اور اگر راضی نہ ہو تو اسے واپس کر دے لیکن ایک صاع کھجور ساتھ دے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں چند ایک کاروباری واردات سے منع کیا گیا ہے۔

(۲)...... تلقی الرکبان اور تلقی البیوع ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

[1] ابن ماجه، التجارات، ٢٢٤٩.

(۳)...... مثلاً شہریوں کو خبر ملی کہ مالِ تجارت باہر سے آ رہا ہے۔ وہ شہر سے باہر دور چلے جائیں اور انہیں شہر میں آنے اور بھاؤ کا علم ہونے سے پہلے پہلے ان سے کم قیمت پر مالِ تجارت خرید لیں، پھر شہر لا کر اسے مہنگے داموں فروخت کریں۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ حدیث میں آمدہ دیگر معاملات کی شرح پہلے بیان ہو چکی ہے۔



باب 65

خریدار اگر چاہے تو دودھ بستہ جانور کو واپس کر دے لیکن دودھ کے بدلے صاع بھر کھجور دے

حدیث 2151:

(((عن أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اشْتَرَى غَنَمًا مُصَرَّاةً، فَاحْتَلَبَهَا، فَإِنْ رَضِيَهَا أَمْسَكَهَا، وَإِنْ سَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی دودھ بستہ بکری خریدے تو اس کا دودھ دوہنے کے بعد وہ اسے پسند ہو تو رکھ لے، اگر پسند نہ ہو تو اس کے دودھ کے عوض صاع بھر کھجور دے دے (اور اسے واپس کر دے)''

فوائد:

(۱)......امام بخاری نے دودھ بستہ جانور کے سلسلہ میں ایک اور مسئلہ بیان کیا ہے کہ جانور ایک ہو یا زیادہ، دودھ کے مقابلہ میں اسے صرف ایک صاع کھجور ساتھ واپس کرنا ہوں گی، ہر جانور کی طرف سے الگ الگ صاع نہیں دیا جائے گا کیونکہ ایک صاع کھجور دودھ کا عوضانہ نہیں ہے۔ بعض اوقات ایک جانور کا دودھ ایک صاع کھجور کی مالیت سے زیادہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا صاع تمر تو قطع نزاع کے لیے ہے۔ اس میں قلیل وکثیر برابر ہیں۔

(۲)...... امام ابن حزم نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ خریدار کو دودھ اور صاع بھر کھجور دونوں واپس کرنا ہوں گے، صرف کھجور دینے سے کام نہیں چلے گا۔ ابن حزم کا یہ موقف محل نظر اور جمہور علماء کے خلاف ہے۔ [1]

---

[1] فتح الباری، ص ٤٦٥، ج ٤.





زنا کار غلام کی خرید و فروخت

قاضی شریح نے فرمایا کہ خریدار اگر چاہے تو عیبِ زنا کی وجہ سے اسے واپس کر سکتا ہے۔

وضاحت:

اس اثر کو سعید بن منصور نے متصل سند سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی سے لونڈی خریدی جو عادتاً زنا میں مبتلا تھی۔ اس عیب کا خریدار کو علم نہیں تھا۔ وہ اپنا معاملہ قاضی شریح کے پاس لے گیا تو انہوں نے فرمایا اگر ایسا ہے تو اس عیب کی بنا پر واپس کر سکتا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2152:

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ یَقُولُ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا زَنَتِ الأَمَةُ فَتَبَیَّنَ زِنَاهَا فَلْیَجْلِدْهَا وَلاَ یُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْیَجْلِدْهَا، وَلاَ یُثَرِّبْ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ، فَلْیَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر لونڈی زنا کرے اور اس کا زنا ظاہر ہو جائے تو اس کا مالک اسے کوڑے لگائے، صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء نہ کرے۔ اگر پھر زنا کرے تو پھر اسے کوڑے لگائے۔ زجر و تنبیہ پر اکتفاء نہ کرے۔ اگر تیسری مرتبہ زنا کرے تو اس کو فروخت کر دے، خواہ بالوں کی رسی کے ہی عوض ہو۔''

حدیث نمبر 21532154,:

((عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، وَزَیْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، سُئِلَ عَنِ الأَمَةِ إِذَا زَنَتْ وَلَمْ تُحْصِنْ، قَالَ: إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَبِیعُوهَا وَلَوْ بِضَفِیرٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: لاَ أَدْرِی بَعْدَ الثَّالِثَةِ أَوِ الرَّابِعَةِ.))

''حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کنواری لونڈیوں کے متعلق سوال ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اس کو کوڑے مارو، پھر اگر زنا کرے اس کو حد لگاؤ۔ پھر اگر بدکاری کا ارتکاب کرے تو اسے فروخت کر دو اگرچہ بالوں کی رسی کے

[1] فتح الباری، ص ٤٦٦، ج ٤.





عوض ہی کیوں نہ ہو۔''

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں تیسری مرتبہ کے بعد یا چوتھی مرتبہ کے بعد یہ فرمایا۔

فوائد:

(۱)..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کاری ایک عیب ہے۔ خریدار اس عیب کے مطلع ہونے پر اس غلام یا لونڈی کو واپس کرسکتا ہے۔

(۲)..... اگر چہ حدیث میں لونڈی کا ذکر ہے لیکن غلام کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ احناف لونڈی کے متعلق یہ قاعدہ درست کہتے ہیں لیکن غلام کے متعلق اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک زنا اور بدکاری لونڈی میں عیب ہے، غلام میں نہیں کیونکہ لونڈی میں جماع اور طلب ولد مقصود ہے اور زنا کاری اس مقصد میں روکاوٹ کا باعث ہے جب کہ غلام سے مقصد خدمت لینا اور زنا اس خدمت میں مخل نہیں ہوتا۔ ہاں اگر زنا اس کی عادت مستمرہ ہو تو یہ ایک عیب ہے۔ بہر حال زیرک و دانا اور غیرت مند کے نزدیک بدکاری ایک عیب ہے خواہ غلام میں ہو یا لونڈی میں۔

(۳)..... یہاں ایک سوال کہ اس عیب دار چیز کو فروخت کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ حدیث میں ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید وہ دوسرے شخص کے پاس جا کر اس کی ہیبت کی وجہ سے وہ بدکاری سے رک جائے کیونکہ بعض اوقات بدکار عورتیں فحول رجال سے نکاح کرنے کے بعد بے حیائی سے رک جاتی ہیں بشرطیکہ نکاح کرنے والا غیرت مند ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ خریدنے والا اس کا آگے کسی سے نکاح کردے یا بذاتِ خود اسے زنا سے بچانے کے لیے کوئی صورت پیدا کرلے۔ واللہ اعلم [1]



[1] فتح الباری ، ص ٤٦٦ ، ج ٤ .

باب 67

عورتوں سے خرید وفروخت کرنا

حدیث نمبر 2155:

((قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اشْتَرِي وَأَعْتِقِي، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعَشِيِّ، فَأَثْنَى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أُنَاسٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنِ اشْتَرَطَ مِائَةَ شَرْطٍ شَرْطُ اللّٰهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی خرید کا ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بریرہ رضی اللہ عنہا کو خرید کر کے آزاد کر سکتی ہو۔ ولاء تو اسی کے لیے ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ پھر آپ شام کے وقت منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کی حمد وثناء کی، اس کے بعد فرمایا لوگوں کو کیا ہے، وہ معاملات میں ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں تو وہ باطل ہے اگر چہ وہ اس طرح کی سو شرطیں لگائے۔ اللہ تعالیٰ کی شرط ہی زیادہ سچی اور مضبوط ہے۔''

حدیث نمبر 2156:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَاوَمَتْ بَرِيرَةَ، فَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ، فَلَمَّا جَاءَ قَالَتْ: إِنَّهُمْ أَبَوْا أَنْ يَبِيعُوهَا إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطُوا الْوَلَاءَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ قُلْتُ لِنَافِعٍ: حُرًّا كَانَ زَوْجُهَا أَوْ عَبْدًا؟ فَقَالَ: مَا يُدْرِينِي.))

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے سودے کی بات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ وہ لوگ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو فروخت کرنے سے انکاری ہیں مگر اس شرط پر کہ ولاء ان کی

ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ولاء تو اس کا حق ہوتا ہے جس نے اسے آزاد کیا ہو۔
راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت نافع سے کہا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا شوہر آزاد تھا یا غلام؟ انہوں نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں ہے۔"

فوائد:

(۱)...... ولاء اس تعلق کو کہتے ہیں جو کسی آزاد کردہ غلام اور اس کے آزاد کنندہ کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ غلام مرتے دم تک خاندانی طور پر اپنی نسبت اپنے محسن آزاد کنندہ کی طرف کرتا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اس کے ترکہ کا حقدار بھی وہی محسن ہوتا ہے جب کہ دورِ جاہلیت میں اس نسبت کا حقدار سابقہ مالک ہوتا تھا خواہ آزاد کنندہ کوئی دوسرا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکان اسی جاہلیت پر اصرار کرتے تھے، جس کی رسول اللہ ﷺ برسرِ عام تردید فرمائی۔

(۲)...... بہر حال اس حدیث سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنے کا ثبوت ملتا ہے اور عنوان کے ساتھ مطابقت بھی یہی ہے کہ عورتیں خرید و فروخت کر سکتی ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

(۳)...... اس حدیث سے امام بخاری نے متعدد مسائل و احکام کا استخراج کیا ہے جن کی موقع و محل کے اعتبار سے وضاحت ہوتی رہے گی۔

(۴)...... اس روایت کے آخر میں حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے خاوند حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت نافع نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت غلام تھا یا آزاد۔
اسی طرح ایک روایت میں شعبہ نے اپنے شیخ عبدالرحمٰن بن قاسم سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے علم نہیں ہے۔ ❶

(۵)...... البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صراحت کی ہے کہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کے وقت اس کا خاوند غلام تھا اور وہ اپنی شریکہ حیات کے فراق پر مدینہ کے گلی کوچوں میں روتا اور آنسو بہاتا تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے اس کی موجودہ کیفیت پر بڑے تعجب کا اظہار کیا اور حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو اسے بطور خاوند قبول کرنے کے متعلق مشورہ بھی دیا لیکن

" ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن " ❷



---

❶ صحيح بخاري ، الهبه ، ٢٥٧٨ .
❷ صحيح بخاري ، الطلاق ، ٥٢٨٢، ٥٢٨٣ .



(بیع میں شہری کا دیہاتی کی مدد کرنا)

کیا شہری کسی دیہاتی کے لیے بلا معاوضہ بیع کرسکتا ہے؟ نیز کیا اسے اس کی خیر خواہی یا مدد کرنے کا حق ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی اپنے بھائی سے خیر خواہی کا مطالبہ کرے تو اسے اس کی خیر خواہی کرنا چاہیے۔

حضرت عطاء نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔

وضاحت:

اس حدیث سے امام بخاری نے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کرنا ضروری ہے۔ اس خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ وہ اجرت کے بغیر اس کی خرید و فروخت کرے۔ اس میں اخلاص اور اس کی اعانت ہوگی جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک دیہاتی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لے کر آیا تاکہ وہ اسے فروخت کر دیں۔ آپ نے فرمایا تم بازار جاؤ اور اپنے خریدار کو تلاش کرو۔ اس کے بعد میرے پاس آنا تاکہ تجھے اس سلسلہ میں مفید مشورہ دوں۔

اس روایت سے بھی خیر خواہی کے طور پر کسی دوسرے کے مال کو فروخت کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2157:

((عَنْ قَيْسٍ، سَمِعْتُ جَرِيرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: بَايَعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ.))

"حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی اس بات پر پابند رہنے کی بیعت کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اور نمائندہ ہیں، نیز نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے، اپنے حکمران کی بات سننے اور اس پر عمل کرنے نیز ہر مسلمان کی خیر خواہی کی پابندی کروں۔"

فوائد:

اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی خیر خواہی کرنا

---

[1] فتح الباری، ص ٤٦٨، ج ٤.

ضروری ہے۔ اس خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ وہ اجرت کے بغیر اس کی خرید وفروخت کرے، اس میں اخلاص اور اس کی اعانت ہوگی جس کا رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک دیہاتی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس دودھ لے کر آیا تاکہ اسے فروخت کردے، آپ نے فرمایا تم بازار جاؤ اور اپنے خریدار کو تلاش کرو، اس کے بعد میرے پاس آنا تاکہ تجھے اس سلسلہ میں مفید مشورہ دوں، اس روایت سے بھی خیر خواہی کے طور پر کسی دوسرے کے مال کو فروخت کرنے کا پتہ چلتا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2158:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَلَقَّوُا الرُّكْبَانَ ، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ ، قَالَ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا قَوْلُهُ لَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ: لَا يَكُونُ لَهُ سِمْسَارًا .))

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: غلہ لے کر آنے والے قافلہ سواروں سے ملنے کے لیے پیش قدمی نہ کرو اور کوئی مقامی آدمی کسی بیرونی شخص کے لیے خرید وفروخت نہ کرے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا مطلب پوچھا کہ کوئی مقامی کسی بیرونی کے لیے بیع نہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔“

فوائد:

امام بخاری کے نزدیک مذکورہ حدیث ایک خاص معنی پر محمول ہے کہ اجرت لے کر بیع کرنا ممنوع ہے۔ اس کے برعکس اگر شہری آدمی باہر سے آنے والے کسی دیہاتی کا سامان تعاون اور خیر خواہی کے طور پر فروخت کرتا ہے تو ایسا کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دوسری احادیث میں مسلمان کی خیر خواہی اور اس کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم ہے۔ جو شخص اجرت لے کر کسی کی خرید وفروخت کرتا ہے، اس کا مقصد خیر خواہی نہیں بلکہ صرف اجرت کا حصول ہے۔

---

[1] فتح الباری، ص٤٦٨ ، ج٤ .


باب 69

شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنا

اس کا ذکر جس نے دیہاتی کے لیے شہری کا اجرت کے ساتھ بیع کرنا مکروہ خیال کیا۔

حدیث نمبر 2159:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَبِهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے شہری کو دیہاتی کے لیے بیع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی یہی کہا ہے۔''

فوائد:

(۱)...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں اجرت کے ساتھ شہری کا دیہاتی کے لیے خرید وفروخت کرنے کی ممانعت کا ذکر نہیں ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ تفسیر کی وجہ سے اسے مقید کیا گیا ہے۔

(۲)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ اجرت کے ساتھ کسی دوسرے کے لیے خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے اور اجرت کے بغیر خیر خواہی کے طور پر ایسا کیا جا سکتا ہے۔

ہمارے نزدیک ممانعت کے لیے پانچ باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

الف:...... دیہات سے کوئی آدمی اپنا سامان بیچنے کے لیے آئے۔

ب:...... اور وہ اسی دن کے بھاؤ پر سامان فروخت کرنا چاہتا ہو۔

ج:...... بھاؤ کا اسے علم نہ ہو۔

د:...... شہری آدمی قصد کر کے اس کے پاس جائے۔

ہ:...... مسلمانوں کو دیہاتی کے سامان کی ضرورت ہو۔

اگر یہ باتیں موجود ہوں تو شہری کا دیہاتی کے لیے خرید وفروخت کرنا ناجائز ہوگا بصورت دیگر صحیح ہے۔ یہ جملہ احکامات درحقیقت اس لئے ہیں کہ کوئی شہری کسی بھی صورت میں کسی دیہاتی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔




باب 70

کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے دلالی کرتے ہوئے خریداری نہ کرے

امام ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رحمہما اللہ بائع اور مشتری دونوں کے لیے دلالی مکروہ خیال کرتے ہیں۔
ابراہیم نے فرمایا، عرب کہتے ہیں: ''بع لی ثوبا'' میرے لیے کپڑا خرید کر یعنی بیع سے شراء مراد لیتے ہیں۔

وضاحت:

(۱)...... اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح شہری کا دیہاتی کے لیے اجرت کے ساتھ سامان فروخت کرنا منع ہے اسی طرح اس کے لیے اجرت کے ساتھ خریدنا بھی منع ہے۔

(۲)...... حدیث میں بیع کا لفظ ہے جو خرید وفروخت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۳)...... امام ابن سیرین کا قول ابوعوانہ نے متصل سند سے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ لیکن ابراہیم نخعی کے قول کے متعلق کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ ان کے نزدیک اجرت کے ساتھ خرید وفروخت دونوں منع ہیں۔ [1]

حدیث نمبر 2160:

((عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا يَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی اپنے مسلمان بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی دھوکہ دہی کے لیے نرخ بڑھائے نیز کوئی شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔''

حدیث نمبر 2161:

((قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: نُهِينَا أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.))

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہمیں شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔

[1] فتح الباری، ص ٤٧١، ج ٤.



فوائد:

(۱)......شہری آدمی کو کسی دیہاتی کی سادگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ دلالی کے ساتھ اس کا سامان نہ خریدے اور نہ ہی بازار سے اسے سامان لے کر دے۔

(۲)......امام بخاری نے اس سلسلہ میں ایک خاص اسلوب اختیار کیا ہے اور اس کے متعلق تین عنوان قائم کیے ہیں۔

پہلے عنوان میں استفہامی انداز میں اس کی کراہت کو ذکر کیا ہے۔

دوسرے عنوان میں اجرت کے ساتھ اس خرید و فروخت کو مکروہ قرار دیا۔

اور اس تیسرے عنوان میں دلالی کے ساتھ نفی کو مقید کیا۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''ہمیں منع کیا گیا تھا کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان فروخت نہ کرے خواہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی ہو۔'' [1]

(۳)......بہر حال منع کی صورت یہ ہے کہ ایک اجنبی آدمی دیہات یا کسی دوسرے شہر سے ایسا ساز و سامان لے کر آتا ہے جس کی تمام لوگوں کو ضرورت ہے اور وہ اسی دن کے بھاؤ سے فروخت کرنا چاہتا ہے۔ اگر اسے شہری کہتا ہے کہ اس سامان کو میرے پاس چھوڑ دو تاکہ میں اسے بتدریج اعلیٰ نرخ پر فروخت کروں۔

(۴)...... جب کہ بعض فقہاء ان احادیث کو منسوخ قرار دیتے ہیں جن میں ممانعت کا ذکر ہے۔ ان کے ہاں ایسا کرنا مطلق طور پر جائز ہے۔ ہمارے نزدیک ان کا موقف محل نظر ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح شہری کے لیے کسی دیہاتی کا سامان فروخت کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس کے لیے خریدنا بھی جائز نہیں کیونکہ لفظ ''بیع'' دونوں میں مستعمل ہے۔ واللہ اعلم



[1] صحيح مسلم ، البيوع ، ١٥٢٣ .





آگے جا کر قافلے والوں کا سامان خریدنا

آگے جا کر قافلہ والوں سے سامان خریدنا منع ہے اور یہ خرید وفروخت مردود ہے کیونکہ ایسا کرنے والا نافرمان اور گنہگار ہے جب کہ وہ دیدہ دانستہ ایسا کرے۔ اس طرح کی خرید وفروخت دھوکہ دہی ہے اور دھوکہ دینا جائز نہیں۔

حدیث نمبر 2162:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّلَقِّي، وَأَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَادٍ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سامان والوں کا استقبال کرنے اور شہری کی دیہاتی کے لیے خرید وفروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

فوائد:

تلقی کا معنی استقبال کرنا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: ...... قحط سالی کے وقت غلہ خریدنے والے شہر سے باہر جا کر دیہاتیوں سے سستے داموں خرید کریں اور شہر لا کر اسے زیادہ قیمت پر فروخت کریں۔

ب: ...... دیہاتیوں کو شہر کے بھاؤ کا علم نہ ہو، خریدار شہر سے باہر جا کر سستے نرخ پر خرید کریں پھر اسے مہنگے نرخ پر فروخت کریں۔

دونوں صورتیں شرعاً ممنوع ہیں۔ امام بخاری کے نزدیک ایسی خرید وفروخت مردود ہے کیونکہ کسی کام سے نہی اس کے فساد کا تقاضا کرتی ہے۔

یہ مذہب ظاہریہ کا ہے جب کہ محققین کہتے ہیں کہ بیع صحیح ہے البتہ خیار ثابت ہوگا کیونکہ نہی قافلہ والوں کے ضرر کو دور کرنے کے لیے ہے اور ضرر انہیں خیار ملنے سے دور ہو سکتا ہے۔

حدیث نمبر 2163:

((عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: مَا مَعْنَى قَوْلِهِ: لَا يَبِيعَنَّ حَاضِرٌ لِبَادٍ فَقَالَ: لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارًا.))

''حضرت طاؤس سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا

کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کے لیے خرید وفروخت نہ کرے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شہری کسی دیہاتی کا دلال نہ بنے۔"

فوائد:

(۱)......اس حدیث میں اختصار ہے۔ مفصل حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں غلہ والوں کا استقبال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ❶

(۲)......بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قافلہ والوں سے غلہ خریدنا جائز ہے جب کہ دوسری احادیث میں اس کی ممانعت ہے۔ ان کے درمیان تطبیق بایں طور ہے کہ اگر اس بیع سے منڈی والوں کو نقصان ہو تو منع ہے، اگر نقصان نہ ہو تو جائز ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آگے جا کر قافلہ والوں سے غلہ نہ خریدو، اگر کسی نے ایسی بیع کی تو بائع جب منڈی میں آئے تو اس کو اختیار ہے کہ اس بیع کو برقرار رکھے یا اسے فسخ کر دے۔ ❷

(۳)......اس حدیث میں اس بیع سے منع کرنے کے باوجود بائع کو فسخ کا اختیار دیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بیع صحیح ہے، ورنہ خیار کا کیا معنی ہے! اگر بیع فاسد ہوتی تو بائع اور مشتری کو اسے ختم کرنے پر مجبور کیا جاتا۔ البتہ امام بخاری نے اس قسم کی بیع کو دوٹوک الفاظ میں مردود قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر 2164:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنِ اشْتَرَى مُحَفَّلَةً فَلْيَرُدَّ مَعَهَا صَاعًا .))

"حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جس کسی نے دودھ بستہ جانور خریدا وہ (اگر اسے واپس کرنا چاہے تو) اس کے ساتھ ایک صاع (کھجور) واپس کرے، نیز انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے "تلقی البیوع" سے منع فرمایا۔"

فوائد:

(۱)......محفلہ کا معنی یہ ہے کہ دودھ والے جانور کا ایک یا دو دن دودھ نہ نکالا جائے تاکہ دودھ اس کے پستانوں میں جمع ہو جائے۔

(۲)......خریدار جب اس قسم کے جانور کو دوہتا ہے تو دودھ کے زیادہ ہونے کی وجہ سے جانور مہنگے داموں خرید لیتا ہے۔ اسے بعد میں پتہ چلتا ہے کہ میرے ساتھ دھوکہ کیا گیا۔ اس لئے شریعت نے اسے تین دن تک جانور واپس کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر واپس کرنا چاہے تو قطع نزاع کے لیے صاع بھر کھجور ساتھ دے۔

❶ صحيح بخاري، حديث نمبر ۲۱۵۸.

❷ صحيح مسلم، البيوع، ۱۵۱۹.

(۳)...... تلقی البیوع کا معنی یہ ہے کہ باہر سے کوئی قافلہ سامان تجارت لے کر آ رہا ہو اور اس کے منڈی پہنچنے سے پہلے پہلے شہری لوگ آگے جا کر سستے داموں سامان خرید لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر 2165:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَلَا تَلَقَّوْا السِّلَعَ حَتَّى يُهْبَطَ بِهَا إِلَى السُّوقِ.))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ ہی باہر جا کر قافلہ سے سامان خریدا جائے تا آنکہ اسے بازار میں لایا جائے۔''

فوائد:

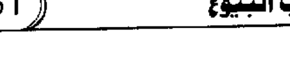
(۱)...... بیع پر بیع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بائع اور مشتری دونوں کسی قیمت پر اتفاق کر لیں، پھر کوئی شخص مالک سے کہے کہ تم اس چیز کو میرے پاس زیادہ قیمت پر فروخت کر دو یا خریدار سے کہے کہ میں تمہیں اس سے کم قیمت پر یہ چیز لے دیتا ہوں۔ اس طرح دونوں کے درمیان دخیل ہونا حرام ہے۔ اگر قیمت طے نہ ہوئی ہو تو اس وقت چیز کی بولی دینا اور قیمت بڑھانا جائز ہے۔

(۲)...... اسی طرح باہر جا کر قافلہ والوں سے سامان خریدنے کی ممانعت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شہری آدمی سامان تجارت لانے والوں کو شہر کی مارکیٹ میں سامان لانے سے پہلے پہلے راستہ میں ہی جا ملے تاکہ بھاؤ کے متعلق غلط بیانی کر کے اس سے سستے داموں سامان خرید لے اور اس کی قیمت سے کم قیمت پر اسے حاصل کرے۔ منع کرنے سے مقصود یہ ہے کہ فروخت کرنے والا دھوکے اور ضرر سے محفوظ رہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے جب کہ یہ احادیث اس عمل کو رد کرتی ہیں۔

(۳)...... الغرض! بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ شہری بیوپاری بیرونی قافلوں سے غلہ کی رسد کو شہر سے دور باہر نکل کر خرید لیتے ہیں اور منڈی میں اسے مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں۔ امام بخاری کے نزدیک ایسی بیع حرام ہے۔

بعض محدثین کے نزدیک یہ بیع صحیح ہے البتہ مالک کو اختیار ہے کہ منڈی کا بھاؤ معلوم ہونے کے بعد اگر چاہے تو سودے کو برقرار رکھے یا فسخ کر دے۔ واللہ اعلم۔


باب 72

استقبال جائز ہونے کی حد

حدیث نمبر 2166:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنَّا نَتَلَقَّى الرُّكْبَانَ، فَنَشْتَرِي مِنْهُمُ الطَّعَامَ فَنَهَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَبِيعَهُ حَتَّى يُبْلَغَ بِهِ سُوقُ الطَّعَامِ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ، يُبَيِّنُهُ حَدِيثُ عُبَيْدِ اللّٰهِ.))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہم باہر سے آنے والے قافلوں کو آگے جا کر ملتے تھے اور ان سے غلہ خریدتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غلہ کو فروخت کرنے سے منع فرما دیا تا آنکہ اسے منڈی میں پہنچا دیا جائے۔
امام بخاری نے فرمایا کہ ان کا قافلہ والوں سے ملنا بازار کے اعلیٰ کنارے میں ہوتا تھا جیسا کہ حضرت عبداللہ کی حدیث سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ (وہ حدیث درج ذیل ہے)''

حدیث نمبر 2167:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانُوا يَبْتَاعُونَ الطَّعَامَ فِي أَعْلَى السُّوقِ، فَيَبِيعُونَهُ فِي مَكَانِهِ، فَنَهَاهُمْ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ حَتَّى يَنْقُلُوهُ.))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ لوگ بازار کے بلند کنارے میں غلہ خریدتے اور اسی جگہ فروخت کر دیتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسی جگہ فروخت کرنے سے منع فرما دیا حتی کہ اسے وہاں سے نقل کر لیں۔

فوائد:

امام بخاری نے باہر سے آنے والے قافلوں کے استقبال کرنے کے جواز اور عدم جواز کی حدود کا تعین کیا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ممنوع استقبال شہر کے داخلہ تک ہے خواہ منڈی میں آئے یا نہ آئے۔
اصل بات یہ ہے کہ قافلہ والے جب شہر میں آئیں اور منڈی کا بھاؤ معلوم کرنا ممکن ہو جائے تو اس وقت استقبال کر کے ان سے غلہ خریدا جا سکتا ہے۔ کیونکہ شہر کے باہر رہتے ہوئے اس وقت منڈی کے بھاؤ کا پتہ کرنا ناممکن تھا، اس لئے منع کیا گیا۔ اگر شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ بھاؤ کا پتہ نہ کریں تو یہ ان کا اپنا قصور ہے۔

امام بخاری نے ممنوع استقبال کی ابتداء بازار سے خروج کو قرار دیا ہے۔ اگر قافلہ والے منڈی میں داخل ہو جائیں تو ان کا استقبال منع نہیں ہے اور منڈی سے باہر استقبال منع ہے۔ اگرچہ شہر میں داخل ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

الغرض جہاں آگے جا کر آنے والے قافلوں سے غلہ خریدنا جائز ہے وہ بازار کا آخری کنارہ ہے اور جہاں خریدنا منع ہے وہ بازار سے خروج ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اسی جگہ خرید کر مال فروخت کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسا استقبال منع نہیں ہے۔ ممنوع استقبال منڈی سے باہر ہے اور انتہاء کی کوئی حد نہیں ہے۔ واللہ اعلم





خرید وفروخت میں ناجائز شرطیں لگانا

حدیث نمبر 2168:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْنِي بَرِيرَةُ فَقَالَتْ: كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ، فِي كُلِّ عَامٍ وَقِيَّةٌ، فَأَعِينِينِي، فَقُلْتُ: إِنْ أَحَبَّ أَهْلُكِ أَنْ أَعُدَّهَا لَهُمْ، وَيَكُونَ وَلَاؤُكِ لِي فَعَلْتُ، فَذَهَبَتْ بَرِيرَةُ إِلَى أَهْلِهَا، فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَوْا ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَجَاءَتْ مِنْ عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ، فَقَالَتْ: إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ فَأَبَوْا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ، فَسَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: خُذِيهَا وَاشْتَرِطِي لَهُمُ الْوَلَاءَ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ، فَفَعَلَتْ عَائِشَةُ، ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّاسِ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ، مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرِطُونَ شُرُوطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللّٰهِ، مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ، وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللّٰهِ أَحَقُّ، وَشَرْطُ اللّٰهِ أَوْثَقُ، وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا میرے پاس حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے مالک سے نو اوقیہ چاندی کے بدلے اس شرط پر مکاتبت کر لی ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی دوں گی، آپ میری مدد کریں۔ میں نے کہا اگر تیرے مالک اس بات کو پسند کریں کہ میں ایک ہی دفعہ رقم گن کر ان کو دے دوں لیکن تیری ولاء میرے لیے ہو تو میں تجھے خرید لیتی ہوں۔ چنانچہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے مالک کے پاس گئیں اور ان سے ماجرا بیان کیا تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ جب وہ ان کے پاس سے واپس آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ وہ عرض کرنے لگیں میں نے یہ بات ان پر پیش کی تو انہوں نے انکار کر دیا ہے مگر یہ کہ ولاء ان کے لئے ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو اجمالاً سنا۔

پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے متعلق تفصیل سے آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اسے خرید لو اور ان کی شرط بھی مان لو لیکن حقیقت یہ ہے کہ ولاء تو آزاد کرنے والے کا حق ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے خرید لیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب فرمایا: اللہ کی حمد وثنا کی پھر آگاہ کیا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے! وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ خبردار! جو شرط اللہ کی کتاب کے مطابق نہیں وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ کا فیصلہ برحق ہے اور اس کی شرط ہی قابل وثوق ہے۔ ولاء صرف اس شخص کے لیے ہے جو آزاد کرے۔''

حدیث نمبر 2169:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا ، فَقَالَ أَهْلُهَا: نَبِيعُكِهَا عَلَى أَنَّ وَلَاءَهَا لَنَا ، فَذَكَرَتْ ذٰلِكَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ: لَا يَمْنَعُكِ ذٰلِكَ ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی خرید کر کے آزاد کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے مالک نے کہا ہم اس شرط پر یہ لونڈی آپ کو فروخت کرتے ہیں کہ اس کی ولاء ہمارے لئے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شرط تمہیں خریدنے سے منع نہ کرے کیونکہ ولاء کا حقدار وہ ہوتا ہے جو اسے آزاد کرے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر خرید وفروخت کرتے وقت کوئی ناجائز شرط رکھ دی جائے تو شرط باطل لیکن بیع صحیح ہے۔

(۲)...... اس حدیث میں ایک اشکال ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو خریدنا، اس کے مالک کے لئے ولاء کی شرط کرنا، اس شرط کے باعث بیع کا فاسد ہونا، فروخت کرنے والوں کو اندھیرے میں رکھنا، ان کے لیے ایسی شرط کرنا جو ان کے لیے صحیح نہ ہو اور نہ ہی انہیں کچھ حاصل ہو۔ ایسے حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے خریدنے کی اجازت دینا۔ یہ تمام معاملات، اشکالات کا باعث ہیں۔

(۳)...... بعض علماء نے تو ان اشکالات کی وجہ سے اس حدیث کا انکار کر دیا ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے لیکن شرط باطل ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ بعض حضرات نے اس شرط کرنے کی یہ تاویل کی ہے کہ ان پر شرط لگا دی جائے کہ ولاء تمہاری نہیں ہوگی۔ کچھ حضرات کا کہنا ہے کہ انہیں ولاء کا حکم بنا دیا جائے کہ





ولاء اس کی ہے جو آزاد کرنے والا ہے۔

(۴)......بعض حضرات اس شرط کو زجر و توبیخ پر محمول کرتے ہیں کیونکہ جب بریرہ رضی اللہ عنہا کے مالکان نے ولاء کی شرط پر اصرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس شرط کی پرواہ نہ کرو کیونکہ یہ شرط باطل ہے اور مردود ہے۔ ہمارا رجحان اس آخری تاویل کی طرف ہے۔ واللہ اعلم




باب 74

کھجور کو کھجور کے عوض فروخت کرنا

حدیث نمبر 2170:

(((عَنْ) عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: الْبُرُّ بِالْبُرِّ رِبًا ، إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ .))

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گندم کے بدلے گندم فروخت کرنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو، جو کے عوض جو بیچنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو اور کھجور کے عوض کھجور فروخت کرنا سود ہے مگر یہ کہ وہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔''

فوائد:

(۱)......اس روایت میں اختصار ہے۔ تفصیلی روایت حسب ذیل ہے۔
سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گندم گندم کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک، نمک کے بدلے ، یہ تمام اشیاء برابر برابر اور نقد بنقد فروخت کی جائیں۔ جو زیادہ لے یا زیادہ دے تو اس نے سود کا کاروبار کیا۔ سود لینے والا اور دینے والا دونوں گناہ میں برابر ہیں۔ [1]

(۲)......جمہور فقہاء کے نزدیک سود کی دو اقسام ہیں:

الف:...... ربا الفضل **ب**:......ربا النسیئه

ربا الفضل:......ایک جنس کی دو اشیاء کو کمی بیشی کے ساتھ فروخت کرنا

ربا النسیئه:......ان میں کمی بیشی تو نہ ہو لیکن ایک طرف نقد اور دوسری طرف ادھار کا معاملہ ہو۔

(۳)......حدیث بالا میں غذائی اجناس کے باہمی تبادلہ کا بیان ہوا ہے کہ ہم جنس اشیاء کا تبادلہ اس صورت میں جائز ہے کہ جب برابر برابر اور نقد بنقد ہو۔ اگر ایک جنس کا دوسری جنس سے تبادلہ کرنا ہو تو پھر کمی بیشی کی اجازت ہے بشرطیکہ سودا نقد بنقد ہو۔ [2]

(۴)......احادیث میں صرف چھ اشیاء کے تبادلے کا ذکر ہے۔ سونا، چاندی، گندم، جو، کھجور اور نمک۔

---

[1] مسلم ، المساقاة ، ۱۵۸۷ .
[2] صحیح مسلم ، المساقاة ، ۱۵۸۷ .

ظاہری حضرات ان چھ اشیاء کے لیے اس حکم کو محدود کرتے ہیں لیکن باقی تمام مکاتب فکر دوسری اشیاء کو بھی ان پر قیاس کرتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہی نقطہ نظر صحیح ہے کیونکہ پاکستان اور اس کے اردگرد ممالک میں جس طرح گندم بنیادی غذائی جنس ہے، اسی طرح مشرقِ بعید (ملائیشیا، انڈونیشیاء، جاپان، کوریا وغیرہ) میں چاول خوراک کا بنیادی جزو ہے۔ عرب اور اردگرد کے ممالک میں جو حیثیت کھجور کی ہے، پاکستان کے شمالی حصوں بلتستان وغیرہ میں وہی حیثیت خوبانی کی اور بحیرہ روم کے علاقوں میں کشمش کی ہے۔ اس لئے ان اشیاء کو گندم، جو اور کھجور پر قیاس کرنا چاہیے۔

(۵)...... بہر حال ہم جنس غذائی اشیاء کا تبادلہ کرنے میں دو شرطیں ہیں:

الف:...... برابر برابر **ب:**...... نقد بنقد

اور اگر مختلف اجناس کا تبادلہ کرنا ہو تو ایک شرط ہے کہ سودا نقد بنقد ہو، ان میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔





باب 75

کشمش کے عوض کشمش کی اور غلے کے عوض غلے کی خرید وفروخت کرنا

حدیث نمبر 2171:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ: بَيْعُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الزَّبِيبِ بِالْكَرْمِ كَيْلًا".))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مزابنہ سے منع فرمایا ہے۔'' مزابنہ یہ ہے کہ درخت کی تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض ناپ کر فروخت کیا جائے۔ اسی طرح بیل کے انگوروں کو کشمش کے عوض ناپ کر فروخت کیا جائے۔

فوائد:

(۱)......بعض روایات میں کھیتی کی غلے کے ساتھ خرید وفروخت کرنے کا ذکر ہے کہ ایسا کرنا منع ہے۔ ❶

(۲)......اس حدیث میں ''ثمر'' سے مراد خشک کھجور ہے۔ ہر پھل مراد نہیں ہے کیونکہ دوسرے پھلوں کی کھجور سے خرید وفروخت جائز ہے۔

پھر حدیث میں ماپ کر بیچنے کا ذکر نفس الامر کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس وقت لوگ ماپ کر خرید وفروخت کرتے تھے لیکن ایسا تبادلہ مطلق طور پر ناجائز ہے خواہ ناپ کر ہو یا اسے ناپ کے بغیر کیا جائے۔

(۳)......ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آیا تازہ کھجوریں خشک کھجوروں کے عوض فروخت کی جا سکتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ خشک ہو کر وزن میں کم رہ جاتی ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا ''ہاں'' تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ ❷

(۴)......حدیث میں اگرچہ طعام کا ذکر نہیں ہے تاہم معنی کے اعتبار سے اس عنوان کو ثابت کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں طعام کا ذکر بھی ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے ان کی طرف اشارہ کیا ہو۔ ❸

---

❶ مسند امام احمد، ص ٥، ج٢. ❷ ابو داؤد، ٣٣٥٩.
❸ فتح الباري، ص ٤٧٦، ج ٤.

(۵)...... بہر حال وہ کھجور جو ابھی درختوں سے نہ اتاری گئی ہو، اسی طرح وہ انگور جو ابھی بیلوں پر ہیں، ان کا اندازہ کر کے خشک کھجوروں یا منقہ کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں کیونکہ اس سے ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔ البتہ عرایا میں ایسا کیا جا سکتا ہے جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

حدیث نمبر 2172:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ قَالَ: وَالْمُزَابَنَةُ: أَنْ يَبِيعَ الثَّمَرَ بِكَيْلٍ: إِنْ زَادَ فَلِي ، وَإِنْ نَقَصَ فَعَلَيَّ .))

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا اور مزابنہ یہ ہے کہ (بائع تازہ) پھل (خشک پھل کے عوض) اس طرح ناپ کر فروخت کرے کہ اگر زیادہ ہو تو میرا اور اگر کم ہو تو میں خود اس کا ذمہ دار ہوں۔"

فوائد:

بیع مزابنہ یہ ہے کہ اندازہ سے تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض خرید کیا جائے اور خریدتے وقت یہ کہا جائے کہ اندازہ کردہ کھجور جو ماپ کے مساوی خیال کی گئی ہیں اگر زیادہ ہوئیں تو میری اور اگر کم ہوں تو اس کا نقصان میں خود برداشت کروں گا۔ اس قسم کی خرید و فروخت سے ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرما دیا۔

حدیث نمبر 2173:

((قَالَ: وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا بِخَرْصِهَا .))

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا میں اندازہ سے کھجور لینے دینے کے متعلق اجازت دی ہے۔"

فوائد:

یہ حدیث دراصل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کا حصہ ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی۔ اس میں ایک استثنائی صورت کا بیان ہے کہ تازہ پھل کے عوض خشک پھل لینا عرایا میں جائز ہے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ہم صرف دو کو یہاں بیان کرتے ہیں۔

الف:...... فقراء کے پاس خشک کھجوریں ہوتی ہیں۔ جب تازہ کھجوروں کا موسم آئے تو وہ بھی تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں، اس لئے انہیں اجازت دی گئی ہے کہ وہ درخت پر موجود تازہ کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض اندازہ سے خرید لیں۔

ب:...... کوئی شخص کسی غریب کو کھجور کا درخت دے دے کہ تم اس کا پھل استعمال کر سکتے ہو۔ پھر جب وہ اس درخت سے تازہ کھجوریں کھانے باغ میں آئے تو اس کے آنے جانے سے مالک کو تکلیف ہو تو اس کے لیے اجازت ہے کہ وہ اسے خشک کھجوریں دے دے اور تازہ کھجوروں کا درخت خود رکھ لے۔ لیکن اہل عرایا کے لیے پانچ وسق یعنی ۲۰ من تک کی مقدار لینے دینے کی اجازت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں بیع عرایا کی اجازت دی ہے۔ ❶

---

❶ صحیح بخاری، البیوع، ۲۱۹۰.





جو کے عوض جو فروخت کرنا

حدیث نمبر 2174:

((عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ التَمَسَ صَرْفًا بِمِائَةِ دِينَارٍ ، فَدَعَانِي طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللَّهِ ، فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اصْطَرَفَ مِنِّي ، فَأَخَذَ الذَّهَبَ يُقَلِّبُهَا فِي يَدِهِ ، ثُمَّ قَالَ: حَتَّى يَأْتِيَ خَازِنِي مِنَ الغَابَةِ ، وَعُمَرُ يَسْمَعُ ذَلِكَ ، فَقَالَ: وَاللَّهِ لاَ تُفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالبُرُّ بِالبُرِّ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ .))

”حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے سو دینار کے عوض ریز گاری کی ضرورت ہوئی تو مجھے حضرت طلحہ بن عبید رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ ہم آپس میں نرخ کے متعلق گفتگو کرنے لگے۔ بالآخر انہوں نے مجھ سے بیع صرف یعنی درہم دینے کا معاملہ طے کر لیا۔ انہوں نے سونا یعنی دینار لئے اور ہاتھ میں لے کر انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ پھر کہا کہ اس قدر انتظار کرو کہ میرا خزانچی مقام غابہ سے آجائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! جب تک درہم وصول نہ کر لو، اس سے جدا نہ ہونا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنا سود ہے جب تک وہ دست بدست نہ ہو اور گندم کو گندم کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر اس کا نقد بنقد سودا کرنا جائز ہے۔ اسی طرح جو کی جو کے ساتھ بیع سود ہو گی جب تک دست بدست نہ ہو اور کھجور کی بیع بھی کھجور کے ساتھ سود ہے جب تک دست بدست نہ ہو۔“

فوائد:

(۱)...... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال اس صورت میں پورا ہو سکتا ہے جب حدیث کے الفاظ بایں طور ہوں کہ ”سونا چاندی کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر جب کہ نقد بنقد ہو“ چنانچہ ایک دوسری روایت میں بعینہ یہ الفاظ مروی ہیں جسے امام بخاری نے بھی بیان کیا ہے۔ [1]

[1] صحيح بخاري ، حديث نمبر ٢١٣٤ .

(۲)...... نیز دار السلام کے مطبوعہ نسخہ میں الفاظ یوں ہیں" جو چاندی کے عوض فروخت کرنا سود ہے مگر جب کہ سودا نقد بنقد ہو۔" یہ الفاظ بخاری کے کسی نسخہ میں نہیں ہیں بلکہ جو کو جو کے عوض فروخت کرنا سود ہے جب تک دست بدست نہ ہوں۔ ہم نے ترجمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ ممکن ہے عربی متن میں طباعت کی غلطی ہو۔

(۳)......سونے کو چاندی کے عوض یا اس کے برعکس کرنا بیع صرف کہلاتا ہے۔ اس میں فوری طور پر قبضہ شرط ہے۔ ادھار کرنا سود ہے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کو فوری قبضہ کرنے کا حکم دیا۔

(۴)......حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گندم اور جو الگ الگ جنس ہیں جب کہ امام مالک اور امام اوزاعی رحمہما اللہ نے انہیں ایک ہی جنس قرار دیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ گندم کو جو کے بدلے جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ سودا نقد بنقد ہو۔ یہ حدیث صحیح اور صریح ہے کہ یہ دونوں الگ الگ اجناس ہیں۔ [1]



[1] فتح الباری، ص ۴۷۸، ج ۴.



باب 77

سونے کے عوض سونا فروخت کرنا

حدیث نمبر 2175:

((قَالَ أَبُو بَكْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَالفِضَّةَ بِالفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالفِضَّةِ، وَالفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ.))

''حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کو سونے کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر۔ چاندی کو چاندی کے عوض فروخت نہ کرو مگر برابر برابر اور سونے کو چاندی کے عوض، اسی طرح چاندی کو سونے کے عوض جیسے چاہو فروخت کرو۔''

فوائد:

سونے کو سونے کے عوض اور چاندی کو چاندی کے عوض برابر برابر فروخت کیا جائے اور اگر اجناس مختلف ہوں مثلاً ایک طرف سے سونا اور دوسری طرف سے چاندی تو اس میں کمی بیشی تو ہوسکتی ہے البتہ ادھار ناجائز ہے۔ بلکہ دونوں طرف نقد بنقد ہونا ضروری ہے۔ ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار جائز نہیں۔ اسی طرح دونوں طرف سے ادھار بھی ممنوع ہے۔

بہرحال اگر اجناس مختلف ہوں تو کمی بیشی کی جاسکتی ہے مگر مجلس بیع میں قبضہ شرط ہے۔ ادھار کرنا حرام ہے، اسے شریعت نے سود قرار دیا ہے۔



باب 78

چاندی کو چاندی کے عوض فروخت کرنا

حدیث نمبر :2176

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ حَدَّثَهُ مِثْلَ ذَٰلِكَ حَدِيثًا ، عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ: يَا أَبَا سَعِيدٍ مَا هٰذَا الَّذِي تُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا بِمِثْلٍ ، وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا بِمِثْلٍ .))

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی ایک حدیث بیان کی (جس کا مضمون حضرت عمر اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث سے ملتا جلتا تھا) تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان سے ملے اور فرمایا: اے ابو سعید! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیا بیان کرتے ہو؟ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بیع صرف کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض برابر برابر فروخت کرو۔''

حدیث نمبر :2177

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ، وَلَا تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ ، وَلَا تُشِفُّوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ ، وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا بِنَاجِزٍ .))

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سونے کو سونے کے عوض مت فروخت کرو مگر برابر برابر یعنی ایک دوسرے سے کم زیادہ کر کے مت فروخت کرو۔ اور چاندی کے عوض چاندی کو فروخت نہ کرو مگر برابر برابر، یعنی ایک دوسرے میں کمی بیشی کر کے مت فروخت کرو۔ اسی طرح غائب چیز کو حاضر کے عوض نہ فروخت کرو یعنی ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار نہ ہو۔''

فوائد:

(۱)...... حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ " مثـــل ذالك" سے مراد یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی طرح حدیث بیان کی جیسا کہ اسماعیلی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں صراحت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وہی مضمون تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے۔

(۲)...... نیز یہ واقعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیش آیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی ہے جو آئندہ حدیث نمبر ۲۱۷۸، ۲۱۷۹ میں بیان ہوگا۔

(۳)...... واضح رہے کہ ایک شخص نے کسی سے درہم لینے ہیں اور کسی اور نے اس سے دینار لینے ہیں۔ یہ دونوں آپس میں درہم و دینار کی خرید و فروخت نہیں کر سکتے کیونکہ جب ایک طرف سے ادھار اور دوسری طرف سے نقد کی خرید و فروخت جائز نہیں تو دونوں طرف سے ادھار کی بیع کیسے درست ہو سکتی ہے۔ [1]



[1] فتح الباری، ص ٤٨١، ص ٤.



دینار کو دینار کے عوض ادھار فروخت کرنا

حدیث نمبر 2178,2179:

(((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ) الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ، وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ ، فَقُلْتُ لَهُ: فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ، فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ: سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ؟ قَالَ كُلَّ ذٰلِكَ لَا أَقُولُ، وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ .))

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ دینار کو دینار کے عوض اور درہم کو درہم کے عوض (برابر برابر) فروخت کرنا جائز ہے۔ راوی حدیث نے ان سے عرض کیا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس کے قائل نہیں ہیں۔

چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ نے اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے یا کتاب اللہ میں دیکھا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا میں ان میں سے کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کے فرمودات کو مجھ سے زیادہ جانتے ہو۔ البتہ مجھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔''

فوائد:

جب ایک جنس کا باہمی تبادلہ ہو تو برابر برابر اور نقد بنقد ہونا چاہیے لیکن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف تھا کہ دست بدست ایک دینار کو دو دینار کے عوض فروخت کیا جا سکتا ہے۔ ان کے نزدیک سود صرف اس صورت میں تھا جب ایک طرف سے ادھار ہو۔ جب حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا:

''اے ابن عباس! تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے کب تک لوگوں کو سود کھلاتے رہو گے۔''

پھر آپ نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھجور کے بدلے کھجور، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، سونے کے بدلے سونا اور چاندی کے بدلے چاندی فروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ برابر برابر اور

دست بدست ہو۔ جس نے زیادہ وصول کیا اس نے سود لیا۔ اس حدیث نبوی کو سن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

”اے ابو سعید! اللہ تعالیٰ آپ کو جنت عطا فرمائے۔ آپ نے مجھے ایسا کام یاد دلا دیا ہے جسے میں فراموش کر چکا تھا۔ میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔“

اس کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بہت سختی سے منع کرتے تھے۔ ❶

چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف دیگر صحیح احادیث کے خلاف تھا، اس لئے آپ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث بھی صحیح ہے، اس کی حسب ذیل تاویل کی گئی ہے:

الف:...... اس سود سے زیادہ سنگین کوئی نہیں جو ادھار میں ہے۔

ب:...... اس سے مختلف اجناس کا باہمی تبادلہ مراد ہے کہ وہاں سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔ اس میں کمی بیشی جائز ہوتی ہے۔ واللہ اعلم



❶ مستدرک حاکم، ص ۴۳، ج ۲.



باب 80

چاندی کو سونے کے عوض ادھار فروخت کرنا

حدیث نمبر: 2180,2181

((قَالَ(أَبُو الْمِنْهَالِ): سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ، وَزَيْدَ بْنَ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ عَنِ الصَّرْفِ، فَكُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا يَقُولُ: هَذَا خَيْرٌ مِنِّي، فَكِلَاهُمَا يَقُولُ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرِقِ دَيْنًا .))

''حضرت ابوالمنہال سے روایت ہے، انہوں نے حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع کے متعلق دریافت کیا تو ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے متعلق کہا کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ پھر دونوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے کو چاندی کے عوض ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

فوائد:

(۱)...... عام طور پر خرید وفروخت کرنسی کے ذریعے سے ہوتی ہے لیکن فقہاء کی اصطلاح میں خرید وفروخت کی اقسام درج ذیل ہیں:

الف: مقایضہ: ...... غلہ، کپاس وغیرہ دے کر ضرورت کی دیگر اشیاء خریدنا، ابتدائی دور میں اور بعض دیہات میں آج کل بھی بس گندم وغیرہ دے کر دوکان سے اشیاء کی خریدی جاتی ہیں۔

ب: مراطلہ: ......ایک کرنسی کی اسی کرنسی کے بدلے خرید وفروخت کرنے کو مراطلہ کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ تبادلے میں دونوں کی مقدار ایک جتنی ہو اور سودا بھی دست بدست ہو۔

ج: صرف: ......سونے کو چاندی یا ایک کرنسی کو دوسری کرنسی کے بدلے خرید وفروخت کرنے کو صرف کہتے ہیں۔ اس میں باہمی کمی بیشی تو جائز ہے مگر ادھار کی اجازت نہیں ہے۔ ایک سو گرام سونے کے عوض کئی سو گرام چاندی یا ایک ریال کے بدلے کئی دوسرے روپے خریدے جاسکتے ہیں لیکن ایک ملکی کرنسی کے نئے نوٹوں کو پرانے نوٹوں کے عوض کمی بیشی سے خریدنا ناجائز ہے۔

د: عمومی بیع: ......نقدی دے کر اشیاء ضرورت خریدنا، اس کی نقد خرید وفروخت تو ہر وقت جاری رہتی ہے۔ اس میں ادھار بھی جائز ہے۔ اگر قیمت پہلے ادا کر دی جائے اور چیز بعد میں لینا طے پائے تو اسے سلم کہتے ہیں اور ایسا کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ اسی طرح چیز لے کر قیمت بعد میں ادا کرنا بھی جائز ہے لیکن

قیمت اور جنس دونوں کو ادھار رکھنا جائز نہیں ہے۔ اسے بیع سلم بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(۲)...... بہر حال ان تمام اقسام کا حکم یہ ہے کہ دست بدست تو سب جائز ہیں البتہ ادھار لین دین میں کچھ تفصیل ہے۔

نقدی کا نقدی کے عوض ادھار جائز نہیں البتہ اسباب کا نقدی کے عوض ادھار جائز ہے۔ اگر نقدی وصول کر کے اسباب بعد میں حوالے کرنا ہے تو بھی جائز ہے۔ اگر دونوں طرف سے ادھار ہے تو یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔

(۳)...... امام بخاری نے چاندی کو سونے کے عوض ادھار خرید و فروخت کرنے کے متعلق باب قائم کیا تھا۔ حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اس میں کمی بیشی تو ہو سکتی ہے لیکن خرید و فروخت کا ہاتھوں ہاتھ ہونا ضروری ہے۔






سونے کو چاندی کے عوض دست بدست فروخت کرنا

حدیث نمبر 2182:

(((عَنْ) عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، وَأَمَرَنَا أَنْ نَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا، وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا.))

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کو چاندی کے عوض اور سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنے سے منع فرمایا مگر برابر برابر بیچنا جائز ہے اور ہمیں حکم دیا کہ ہم سونے کو چاندی کے بدلے جس طرح چاہیں خرید کریں۔ اسی طرح چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہیں بیچ دیں۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری بعض اوقات عنوان قائم کر کے اس کے تحت آنے والی حدیث کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ ہم سونے کو چاندی کے عوض اور چاندی کو سونے کے عوض جس طرح چاہیں خرید کریں۔ اس حدیث میں نقد بنقد سودا کرنے کی قید نہیں ہے۔ امام بخاری نے عنوان قائم کر کے اس حدیث کے بعض طرق کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں دست بدست خرید و فروخت کے الفاظ ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ اختلاف اجناس کی صورت میں تم جس طرح چاہو خرید و فروخت کرو بشرطیکہ نقد بنقد ہو۔ [1]

مذکورہ حدیث میں بیع صرف کا بیان ہے۔ یعنی جب ایک ملک کی کرنسی کو دوسرے ملک کی کرنسی سے خریدنا چاہیں تو کمی بیشی تو ہوسکتی ہے لیکن ادھار کی اجازت نہیں ہے۔ اگر آپ کو تین دینار کے عوض پاکستانی روپے خریدنا چاہتے ہیں تو جس وقت دینار دیں اسی وقت روپے حاصل کرلیں۔ اگر ایک طرف سے بھی تاخیر ہوئی تو اسلام اسے سود قرار دیتا ہے۔ یہ آج کل کا عام مشاہدہ ہے کہ کرنسیوں کے شرح تبادلہ اور سونے چاندی کا ریٹ لمحہ بہ لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ فوری تبادلہ نہ ہو اور ایک چیز دے کر اس کے بدلے دوسری چیز حاصل کرنے میں تاخیر ہوگئی تو ریٹ بدل چکا ہوگا۔ سونے چاندی کے علاوہ بنیادی غذائی اجناس کے ایک دوسرے کے ساتھ تبادلے میں بھی یہی حکم ہوگا کہ کمی بیشی تو جائز ہے لیکن لین دین دست بدست ہو، ادھار نہ ہو۔

[1] صحیح مسلم، المساقاة، ۱۵۸۷.





مزابنہ اور عرایا کی بیع کا بیان

مزابنہ یہ ہے خشک کھجور کو تازہ کھجور سے اور کشمش کو انگوروں کے عوض فروخت کیا جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2183:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، وَلَا تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ.))

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک پھلوں کو فروخت کرنے سے منع کیا ہے جب تک ان میں پکنے کی صلاحیت ظاہر نہ ہو جائے۔ نیز فرمایا کہ درخت کی کھجور کو خشک کھجور کے عوض مت فروخت کرو۔“

حدیث نمبر 2184:

”قَالَ سَالِمٌ: وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللّٰهِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ الْعَرِيَّةِ بِالرُّطَبِ، أَوْ بِالتَّمْرِ، وَلَمْ يُرَخِّصْ فِي غَيْرِهِ“

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اس حکم امتناعی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی صورت میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو تازہ یا خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور صورت میں اجازت نہیں دی۔“

حدیث نمبر 2185:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: ”أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ: اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ كَيْلًا، وَبَيْعُ الْكَرْمِ بِالزَّبِيبِ كَيْلًا“.))

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع مزابنہ سے منع فرمایا ہے اور

❶ صحیح بخاری، البیوع، ٢٢٠٧.

مزابنہ یہ ہے کہ تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض ماپ کر خرید کرنا اور انگور کو کشمش کے بدلے بھرتی کر کے فروخت کرنا۔"

حدیث نمبر 2186:

((عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنِ الْمُزَابَنَةِ، وَالْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةُ اشْتِرَاءُ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ فِي رُؤُوسِ النَّخْلِ.))

"حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ اور محاقلہ سے منع فرمایا ہے۔
مزابنہ یہ ہے کہ خوشوں میں لگی ہوئی تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض خرید کیا جائے۔"

حدیث نمبر 2187:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ.))

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ اور مزابنہ دونوں سے منع فرمایا ہے۔"

حدیث نمبر 2188:

((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْخَصَ لِصَاحِبِ الْعَرِيَّةِ أَنْ يَبِيعَهَا بِخَرْصِهَا.))

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عریہ کے مالک کو اجازت دی ہے کہ وہ کھجور کو اندازے سے فروخت کر سکتا ہے۔"

فوائد:

(۱)...... مزابنہ، زبن سے مشتق ہے جس کے معنی دفع کرنے کے ہیں۔ چونکہ مزابنہ، جو تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے سے عبارت ہے، اس کے عوضین میں تفاوت اور فرق زیادہ ہوتا ہے، اس لئے اس میں لڑائی جھگڑے کا زیادہ احتمال ہے۔ جب کوئی فریقین میں سے اپنے حق میں نقصان محسوس کرے تو اس بیع کو دفع کرنے کی کوشش کرے گا۔ حدیث میں اس کی دو صورتیں بیان ہوئی ہیں:

الف:...... تازہ کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا

ب:...... انگوروں کو منقے یعنی خشک انگور کے عوض فروخت کرنا

(۲)...... اگرچہ عوضین کیل یا وزن میں برابر ہی کیوں نہ ہوں تاہم تازہ پھل خشک ہونے کے بعد کم ہو جاتا

ہے، اس لئے اس سے منع کر دیا گیا۔

البتہ محدود پیمانے پر عرایا کی اجازت ہے۔ اس کا تعلق عرب کے عطایا خاصہ سے ہے۔ عرب لوگ غرباء اور مساکین کو کھجور کے درخت عنایت کر دیتے کہ تم ان کا پھل استعمال کر سکتے ہو لیکن جب کھجور اتارنے کے لیے باغ میں ان کا آنا جانا ہوتا تو باغ والا اس میں تنگی محسوس کرتا۔ اس لیے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ درختوں پر کھجور کا اندازہ کر کے اتنی مقدار میں خشک کھجوریں دے دیں اور درخت اپنے پاس رہنے دیں۔

(۳)...... اصولاً یہ بیع جائز نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک طرف کی کھجوریں زیادہ ہوں لیکن شارع علیہ السلام نے اس کی اجازت دی ہے کیونکہ یہ فقراء کی بیع ہے۔ حدیث میں پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں خرید و فروخت کرنے کی اجازت ہے۔

(۴)...... ان احادیث میں لفظ ''محاقلہ'' بھی استعمال ہوا ہے اس کا معنی ہے کہ خوشہ میں گندم کی کی بیع صاف گندم کے عوض کی جائے۔ اس سے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

الغرض تازہ کھجور کے عوض خشک کھجور خریدنا مزابنہ ہے۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔ البتہ بیع عرایا کو اس حکم امتناعی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ باغ کا مالک کسی کو کھجور کا درخت خیرات کے طور پر دے دے پھر بے موقع آنے جانے کی تکلیف کے پیش نظر خشک کھجور دے کر وہ درخت خرید لے، شریعت نے اس کی اجازت دی ہے۔ واللہ اعلم






باب 83

درخت پر لگی کھجور سونے چاندی کے عوض فروخت کرنا

حدیث نمبر 2189:

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَطِيبَ، وَلَا يُبَاعُ شَيْءٌ مِنْهُ إِلَّا بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمِ، إِلَّا الْعَرَايَا.))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل کی فروخت سے منع فرمایا تاوقتیکہ وہ پک نہ جائے اور ان کی کوئی قسم درہم و دینار کے علاوہ کسی اور چیز کے عوض فروخت نہ کی جائے سوائے عرایا کے (کہ ان کو پھلوں کے عوض فروخت کیا جا سکتا ہے)''

حدیث نمبر 2190:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ؟ قَالَ: نَعَمْ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی ہے بشرطیکہ وہ پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم ہوں۔''

فوائد:

(۱)...... کھجور جب درخت پر ہو تو اسے خشک کھجور کے عوض خریدنا منع ہے البتہ اسے درہم و دینار اور دیگر اسباب کے عوض خریدنا جائز ہے۔ اگرچہ حدیث میں سونے چاندی کا ذکر ہے لیکن وہ امر واقعہ کے اعتبار سے ہے، کیونکہ اس وقت لوگ درہم و دینار سے معاملات کرتے تھے۔ ممانعت صرف تازہ پھل خشک پھل کے عوض ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسری چیز سے درختوں پر لگی کھجور کو خریدا جا سکتا ہے۔

(۲)...... البتہ عرایا کو ایک محدود مقدار میں پھلوں کے عوض خریدا جا سکتا ہے۔ دوسری حدیث میں پانچ وسق یا اس سے کم کی مقدار بیان ہوئی ہے اس لئے اگر درخت پر لگی کھجوروں کا اندازہ پانچ وسق یا اس سے کم کا ہو تو بیع عرایا جائز ہے۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

(۳)...... تاہم احتیاط کا تقاضا ہے کہ اس کا جواز پانچ سے کم تر میں محدود کر دیا جائے۔ بعض فقہاء کے نزدیک بیع عرایا منسوخ ہے۔ ان احادیث کے پیش نظر ان کا موقف محل نظر ہے۔

نیز نسخ کے لیے تقدیم و تاخیر کو ثابت کرنا ضروری ہے جب کہ اس سے قبل حدیث میں ممانعت کے بعد

رخصت کا واضح ذکر ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2191:

(((عَنْ) سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخَّصَ فِي العَرِيَّةِ أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا، يَأْكُلُهَا أَهْلُهَا رُطَبًا وَقَالَ سُفْيَانُ مَرَّةً أُخْرَى: إِلَّا أَنَّهُ رَخَّصَ فِي العَرِيَّةِ يَبِيعُهَا أَهْلُهَا بِخَرْصِهَا يَأْكُلُونَهَا رُطَبًا، قَالَ: هُوَ سَوَاءٌ، قَالَ سُفْيَانُ: فَقُلْتُ لِيَحْيَى: وَأَنَا غُلَامٌ إِنَّ أَهْلَ مَكَّةَ يَقُولُونَ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ العَرَايَا فَقَالَ: وَمَا يُدْرِي أَهْلَ مَكَّةَ؟ قُلْتُ: إِنَّهُمْ يَرْوُونَهُ عَنْ جَابِرٍ، فَسَكَتَ، قَالَ سُفْيَانُ: إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنَّ جَابِرًا مِنْ أَهْلِ المَدِينَةِ، قِيلَ لِسُفْيَانَ: وَلَيْسَ فِيهِ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ؟ قَالَ: لَا.))

''حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خشک کھجور کے عوض درخت پر لگی ہوئی تازہ کھجور کی بیع سے منع فرمایا البتہ بیع عریہ کی آپ ﷺ نے رخصت دی کہ اسے اندازہ کر کے فروخت کیا جا سکتا ہے تاکہ عریہ والے تازہ کھجور کھائیں۔

راوی حدیث حضرت سفیان نے کبھی اس حدیث کو بایں الفاظ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عریہ کی اجازت دی کہ اندازہ کر کے اسے فروخت کیا جا سکتا ہے تاکہ اس کے مالک خود انہیں رطب کی شکل میں کھاتے رہیں۔ ان دونوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے۔

سفیان نے کہا میں نے اپنے شیخ یحییٰ بن سعید سے عرض کیا کہ میں اس وقت کم سن بچہ تھا جب اہل مکہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع عرایا کی اجازت دی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا (کیونکہ وہ تاجر پیشہ لوگ تھے، باغبانی نہیں کرتے تھے)؟ میں نے عرض کیا وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، تو وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان کہتے ہیں میرا مقصد یہ تھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ تو اہل مدینہ سے ہیں۔

سفیان سے پوچھا گیا کہ آیا اس حدیث میں یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع کیا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔''

فوائد:

اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ یحییٰ بن سعید اور اہل مکہ کی روایت میں قدرے اختلاف ہے۔ یحییٰ بن سعید

❶ صحيح البخاري، البيوع، ٢١٨٣، ٢١٨٤.

کی روایت میں بیع عرایا کی رخصت میں اندازہ سے فروخت کرنے اور اہل عرایا کو تازہ کھجور کھانے کی صراحت ہے جب کہ اہل مکہ اپنی روایت میں ان قیود کا حوالہ نہیں دیتے بلکہ وہ مطلق طور پر عرایا کے جواز کا رجحان رکھتے ہیں۔ اندازہ کر کے فروخت کرنے کی صراحت تو ایک ثقہ راوی نے کی ہے اس لئے اس کا اعتبار کرنا ضروری ہے البتہ تازہ کھجور کھانے کا ذکر محض اتفاقی ہے، احترازی نہیں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات اسے بطور شرط بیان کرتے ہیں جو صحیح نہیں ہے۔ واللہ اعلم ❶

❶ فتح الباری، ص ۴۹۲، ج ۴.

باب 84

عرایا کی تفسیر کا بیان

امام مالک نے کہا ''عریہ'' یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے لیے اپنے باغ میں ایک دو کھجوریں ہبہ کر دیتا ہے، پھر باغ میں اس کے آنے جانے سے اذیت محسوس کرتا ہے تو اسے اجازت ہے کہ خشک کھجور دے کر اس سے درخت خرید لے۔

ابن ادریس (امام شافعی) نے کہا کہ عریہ کی بیع خشک کھجور کے عوض ناپ کر دست بدست ہوتی ہے، اندازہ سے نہیں ہوتی۔ حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کا قول اس کی تائید کرتا ہے کہ عریہ کی بیع وسق کے ذریعے ناپ تول کر ہوتی ہے۔

ابن اسحاق نے اپنی حدیث میں حضرت نافع سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بیع عرایا یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مال میں سے کھجور کا ایک یا دو درخت کسی کو دے دے۔

یزید نے حضرت سفیان بن حسین سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ عرایا کھجوروں کے درخت ہوتے تھے جو مساکین کو ہبہ کیے جاتے اور وہ ان کے پختہ ہونے کا انتظار نہ کر سکتے تھے تو انہیں اجازت دی گئی کہ وہ خشک کھجور کے عوض جتنی چاہیں فروخت کر دیں۔

وضاحت:

(۱)...... عربوں کے ہاں یہ عادت تھی کہ وہ ایک دو کھجوروں کا پھل کسی مسکین محتاج کو ہبہ کر دیتے جیسا کہ بکری اور اونٹ وغیرہ کسی کو صرف دودھ پینے کے لیے دے دیتے تھے۔ پھر بعض اوقات مساکین کو تنگ دستی کی وجہ سے ان کھجوروں کے پختہ ہونے کی تاب نہ ہوتی تھی لیکن ان کے اہل وعیال کی خواہش ہوتی تھی کہ وہ تازہ کھجوریں کھائیں تو انہیں اپنے پاس بچی ہوئی خشک کھجوروں کے عوض درختوں پر لگی ہوئی کھجوریں خریدنے کی اجازت دی گئی اور بعض اوقات خود مالک ان کے آنے جانے سے اذیت محسوس کرتا تو اسے اجازت دی گئی کہ وہ اپنے پاس خشک کھجوریں دے کر درخت ان سے خرید لے۔

(۲)...... امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے اقوال ملتے جلتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ امام مالک کی تفسیر کے مطابق ہبہ کرنے والا ہبہ شدہ درختوں کے پھل کو خرید لیتا اور ابوحنیفہ کی تفسیر کے مطابق ہبہ کرنے والا اس کا بدل دے کر اپنا وعدہ پورا کرتا تھا۔

لیکن اس سلسلہ میں امام شافعی کا موقف ان حضرات سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھل کی مقدار معلوم

ہونا ضروری ہے۔ اس میں اندازہ لگانا صحیح نہیں ہے۔ احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں یہ بیع کرنے کی اجازت ہے۔ مطلق طور پر رخصت نہیں دی گئی۔

(۳)...... بہر حال بیع عرایا کے جواز میں اہم پہلو غرباء اور مساکین کا مفاد ہے، جو اپنی تنگ دستی کی وجہ سے پھل پختہ ہونے کا انتظار کرنے سے معذور ہیں لیکن انہیں شکم پروری کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے انہیں محدود پیمانے پر اس بیع کی اجازت دی گئی۔ عقل صحیح بھی اس کے جواز کا تقاضا کرتی ہے۔ عام طور پر اس خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے۔

حدیث نمبر 2192:

((عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ وَالْعَرَايَا: نَخَلَاتٌ مَعْلُومَاتٌ تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا.))

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کے متعلق اجازت دی کہ انہیں اندازے سے ناپ تول کر فروخت کیا جائے۔

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے کہا کہ عرایا چند معین کھجوریں ہیں جس کا پھل اتری ہوئی کھجوروں کے عوض خریدا جاتا ہے۔''

فوائد:

راوی نے عرایا کی تفسیر میں اختصار سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اس میں درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو خشک کھجوروں کے عوض خریدا جاتا ہے۔ چونکہ عرایا میں یہ امر معروف ہے اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ واللہ اعلم





صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنا

حدیث نمبر 2193:

((عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ الأَنْصَارِيِّ، مِنْ بَنِي حَارِثَةَ: أَنَّهُ حَدَّثَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَتَبَايَعُونَ الثِّمَارَ، فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ وَحَضَرَ تَقَاضِيهِمْ، قَالَ الْمُبْتَاعُ: إِنَّهُ أَصَابَ الثَّمَرَ الدُّمَانُ، أَصَابَهُ مُرَاضٌ، أَصَابَهُ قُشَامٌ، عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا كَثُرَتْ عِنْدَهُ الْخُصُومَةُ فِي ذٰلِكَ: فَإِمَّا لاَ، فَلاَ تَتَبَايَعُوا حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُ الثَّمَرِ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا لِكَثْرَةِ خُصُومَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ: لَمْ يَكُنْ يَبِيعُ ثِمَارَ أَرْضِهِ حَتَّى تَطْلُعَ الثُّرَيَّا، فَيَتَبَيَّنَ الأَصْفَرُ مِنَ الأَحْمَرِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: رَوَاهُ عَلِيُّ بْنُ بَحْرٍ، حَدَّثَنَا حَكَّامٌ، حَدَّثَنَا عَنْبَسَةُ، عَنْ زَكَرِيَّاءَ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ سَهْلٍ، عَنْ زَيْدٍ.))

''حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو بنی حارثہ سے تھے، وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ پھلوں کی خرید وفروخت اس طرح کرتے تھے کہ جب پھل کاٹنے کا وقت آتا اور ایک دوسرے سے تقاضے کا وقت آتا تو خریدار کہتا'' پھل کو دمان ہو گیا، اسے مراض ہو گیا، قشام نے آلیا'' یہ سب پھلوں کی بیماریاں ہیں جن کا وہ ذکر کرکے آپس میں جھگڑتے تھے۔ ایسے حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس قسم کے جھگڑے بکثرت آنے لگے کہ تم ایسی خرید وفروخت نہ کیا کرو تا آنکہ وہ انتفاع کے قابل ہو جائیں اور ان میں کھانے کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔ گویا کثرتِ تنازعات کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کے طور پر یہ ارشاد فرمایا۔

خارجہ بن زید بن ثابت نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنی زمین کے پھل نہیں بیچتے تھے حتی کہ ثریا ستارہ طلوع ہو جاتا اور زرد پھل زرد پھل سے نمایاں ہو جاتا۔ (زردی سرخی سے ظاہر ہو جاتی)۔

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا: اس روایت کو علی بن بحر نے بیان کیا ہے، وہ حکام سے وہ عنبسہ سے وہ زکریا سے، ابوالزناد سے، وہ حضرت عروۃ سے، انہوں نے حضرت سہل سے اور وہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔"

وضاحت:

(۱)...... پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے اور ان کے قابل انتفاع ہونے سے پہلے خرید وفرخت کرنے کے متعلق کافی اختلاف ہے۔ اس قوت اختلاف کی بناء پر امام بخاری نے جزم و وثوق کے ساتھ کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ ابن ابی لیلی اور امام ثوری کے نزدیک ایسا کرنا مطلق طور پر ناجائز ہے جب کہ کچھ حضرات مطلقاً اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ احناف اسے جائز کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ پھلوں کے وجود سے پہلے بیع کرنا ممنوع ہے، صلاحیت ظاہر ہونے کا معنی یہ ہے کہ پھلوں کی ترشی اور سختی جاتی رہے اور ان میں مٹھاس اور نرمی آجائے یعنی وہ قابل انتفاع ہو جائیں اور ثریا ستارہ کے وقت طلوع پھل انتفاع کے قابل ہو جاتے تھے۔ اس لئے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ طلوع ثریا کے بعد اپنے پھلوں کو فروخت کرتے تھے۔

(۲)...... کثرتِ نزاع کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک پھل قابل انتفاع نہ ہو، اسے فروخت نہ کیا جائے، تاکہ جھگڑا وغیرہ نہ ہو۔

(۳)...... واضح رہے کہ دمان پھلوں کی بیماری جس سے پھل سیاہ ہو جاتے ہیں، مراض ایک ساوی آفت ہے جس کے آنے سے پھل خراب ہو جاتا تھا، قسام بھی ایک بماری ہے کہ پھل زرد ہونے سے پہلے ہی گر جاتا تھا۔ جب ایسی آفتوں اور بیماریوں سے پھل محفوظ ہو جائے تو پھر اس کی خرید وفروخت کرنے کی اجازت ہے۔

حدیث نمبر 2194:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاحُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ.))

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ ممانعت فروخت کرنے والے اور خریدار دونوں کے لیے ہے۔"

فوائد:

(۱)...... قابل انتفاع ہونے سے قبل پھلوں کی خرید وفروخت کرنا پہلے تو بطور صلاح ومشورہ تھا جیسا کہ قبل ازیں حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد قطعی طور پر اس سے منع کر دیا گیا جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ ممانعت بطور مشورہ کے راوی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود اپنے پھل پختہ ہونے سے پہلے فروخت

نہیں کرتے تھے۔ ایسا کرنا فروخت کنندہ کے لیے اس لئے ناجائز ہے کہ وہ اپنے بھائی کا مال باطل طریقہ سے نہ کھائے اور خریدار کو اس لئے منع کیا گیا کہ وہ اپنے مال کو ضائع نہ کرے اور فروخت کنندہ کے لیے باطل طریقہ سے مال کھانے کا ذریعہ نہ بنے۔

(۲)...... واضح رہے کہ ممانعت صرف پھلوں سے متعلق ہے۔ اگر درخت فروخت کرنے مقصود ہوں تو پھلوں کے پکنے کا انتظار نہ کیا جائے کیونکہ درختوں کی خرید وفروخت میں یہ پابندی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2195:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهُوَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: يَعْنِي حَتَّى تَحْمَرَّ .))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے کھجور کا پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

ابوعبداللہ امام بخاری کہتے ہیں کہ اس سے مراد ان کا سرخ ہونا ہے یعنی سرخ ہونے سے قبل انہیں فروخت نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر 2196:

(((عَنْ) جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشَقِّحَ فَقِيلَ: وَمَا تُشَقِّحُ؟ قَالَ: تَحْمَارُّ وَتَصْفَارُّ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا .))

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا جب تک وہ مشقح نہ ہو جائیں۔ عرض کیا گیا مشقح کیا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک وہ سرخ یا زرد اور کھانے کے قابل نہ ہو جائیں۔''

فوائد:

(۱)...... حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں لفظ ''زھو'' استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب کھجور کا پھل ظاہر ہو کر پختگی پر آنے کے لئے سرخ یا زرد ہو جائے تو اس حالت پر یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اور اس کا موسم ہاڑ کا مہینہ ہے۔ اس وقت ثریا ستارہ صبح کے وقت طلوع ہونے لگتا ہے۔ طلوع ثریا اس کے پختہ ہونے کی علامت ہے۔ اس وقت پھلوں کے لیے خطرات کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ حجاز کے علاقہ میں اس وقت سخت گرمی ہوتی ہے اور پھل وغیرہ پک جاتے ہیں۔

(۲)...... حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے حسن ترتیب سے ان احادیث کو بیان کیا ہے۔ حضرت



زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں ممانعت کا سبب بیان ہوا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ممانعت کی صراحت ہے۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی احادیث میں اس حکم امتناعی کی انتہاء کا بیان ہے جہاں اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ ❶

---

❶ فتح الباری ، ص ۵۰۲ ، ج ٤ .






باب 86

قابل انتفاع ہونے سے قبل کھجور فروخت کرنا

حدیث نمبر 2197:

((حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاحُهَا، وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهُوَ، قِيلَ: وَمَا يَزْهُو؟ قَالَ: يَحْمَارُّ أَوْ يَصْفَارُّ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھل فروخت کرنے سے منع فرمایا تا آنکہ وہ نفع کے قابل ہو جائیں اور کھجور بیچنے سے منع فرمایا حتی کہ وہ زھو ہو جائے۔ عرض کیا ''زھو'' کیا ہے؟ فرمایا کہ سرخ یا زرد ہو جائے۔''

فوائد:

(۱)...... حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ اس عنوان سے مراد کھجوروں کے درخت فروخت کرنا ہے اور قبل ازیں پھل فروخت کرنے کا ذکر تھا، اس بناء پر یہ تکرار نہیں ہے۔ ❶

(۲)...... لیکن ہمارے نزدیک اس عنوان سے مراد کھجور کا پھل فروخت کرنا ہی ہے کیونکہ زھو کا تعلق کھجور کے اس پھل سے ہوتا ہے جو تازہ ہو۔ قبل ازیں پھلوں کا ذکر تھا اور عنوان میں کھجور کے پھل کا بطور خاص ذکر ہوا ہے کیونکہ عربوں کے ہاں علاقہ حجاز میں کھجور ہی بکثرت پائی جاتی تھی۔

(۳)...... ایک روایت میں وضاحت ہے کہ سوال کرنے والے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص حضرت حمید ہیں اور جواب دینے والے حضرت حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ ❷

بہر حال قابل انتفاع ہونے سے قبل کسی قسم کے پھل کی خرید و فروخت درست نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے سے کسی ایک فریق کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے جس کی وضاحت آئندہ آئے گی۔



❶ فتح الباری، ص ۵۰۲، ج ٤.

❷ صحیح بخاری، البیوع، ۲۲۰۸.



باب 87

جب پھل قبل از صلاحیت بیچا گیا تو آفت آنے پر نقصان کی ذمہ داری بائع پر ہوگی

حدیث نمبر: 2198

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتَّى تُزْهِيَ، فَقِيلَ لَهُ: وَمَا تُزْهِي؟ قَالَ: حَتَّى تَحْمَرَّ. فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ، بِمَ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالَ أَخِيهِ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کے زھو ہونے سے قبل انہیں فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ زھو کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کا سرخ ہونا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلا بتاؤ اگر اللہ پھل کو ضائع کر دے تو تم میں کوئی اپنے بھائی کا مال کس چیز کے عوض کھائے گا؟''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری کا موقف یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ پختگی سے قبل پھلوں کی خرید و فروخت درست نہیں تاہم اگر کوئی قبل از صلاحیت ان کی خرید و فروخت کرتا ہے تو ایسا کرنے سے بیع کا معاملہ درست ہوگا لیکن آفت زدگی کی صورت میں اس کا تاوان بیچنے والے کے ذمہ ہوگا یعنی فروخت کنندہ کو خریدار کی کل رقم واپس کرنا ہوگی۔

(۲)...... اس سلسلہ میں امام بخاری نے حضرت امام زہری کے موقف کو اختیار کیا ہے جیسا کہ آئندہ روایت میں اس کی وضاحت ہے۔

(۳)...... بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آفت کی نوعیت کو دیکھا جائے۔ اگر ایک ثلث سے کم نقصان ہوا ہے تو اس کا لحاظ نہیں ہوگا اور اگر نقصان ایک تہائی سے زیادہ ہے تو اس کی تلافی کی جائے گی جو بائع کے ذمے ہے۔

حدیث نمبر: 2199

((قَالَ اللَّيْثُ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: لَوْ أَنَّ رَجُلًا ابْتَاعَ ثَمَرًا قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهُ، ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ، كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى رَبِّهِ أَخْبَرَنِي سَالِمُ

بْـنُ عَبْـدِ الـلّٰهِ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: لاَ تَتَبَايَعُوا الثَّمَرَ حَتَّى يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ، وَلاَ تَبِيعُوا الثَّمَرَ بِالتَّمْرِ .))

''حضرت لیث سے روایت ہے، وہ یونس سے حضرت ابن شہاب کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اگر کسی نے صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے باغ خرید لیا پھر کوئی آفت آئی تو جو نقصان ہوگا وہ مالک کے ذمے ہوگا۔

ابن شہاب کہتے ہیں کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے، انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھل اس وقت تک فروخت نہ کرو جب تک کہ اس صلاحیت نہ ظاہر ہو جائے اور درخت پر لگی تازہ کھجور خشک کھجور کے عوض مت فروخت کرو۔''

فوائد:

صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل اگر باغ کو فروخت کیا گیا تو فروخت کرنے والا اس صورت میں نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ جب کوئی آفت آ جائے اور باغ کو تباہ کر دے، اگر کوئی نقصان نہ ہو اور پھل صحیح طور پر تیار ہو گیا تو بیع صحیح ہوگی۔

اس تفصیل کے باوجود ہمارا رجحان یہ ہے کہ پھلوں کی پختگی سے پہلے سودا نہ کیا جائے کیونکہ احادیث کے ظاہر الفاظ کا یہی تقاضا ہے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں بہت سے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔

جن احادیث میں ممانعت ہے وہ اسی احتیاط پر محمول ہیں البتہ امام بخاری کا رجحانِ جواز مشروط ہے، کیونکہ جب پھل تلف ہو گیا اور خریدار کی ادا کردہ قیمت کے مقابل کوئی چیز نہ رہی تو بائع کا قیمت لینا باطل ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر تو نے اپنے بھائی کو پھل کا باغ فروخت کیا اور وہ کسی آفت کے آنے سے تباہ ہو گیا تو تیرے لیے اس سے کوئی قیمت وصول کرنا حلال نہیں ہے۔ استحقاق کے بغیر مال لینا کیونکر تیرے لیے جائز ہو سکتا ہے۔ [1]



[1] صحیح مسلم ، المساقاۃ ، ۳۹۷۵.


باب 88

ایک مدت کے لیے غلہ ادھار خریدنا

حدیث نمبر 2200:

((حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، قَالَ: ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْنَ فِي السَّلَفِ، فَقَالَ: لاَ بَأْسَ بِهِ، ثُمَّ حَدَّثَنَا عَنِ الأَسْوَدِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَجَلٍ، فَرَهَنَهُ دِرْعَهُ.))

''حضرت اعمش سے روایت ہے، انہوں نے کہا ہم نے ابراہیم نخعی سے قرض کے عوض گروی رکھنے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے غلہ ادھار خریدا اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی تھی۔''

فوائد:

(۱)..... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقت ضرورت غلہ ادھار پر خریدا جا سکتا ہے۔ یہودی سے اس بناء پر معاملہ کیا کہ ممکن ہے مسلمانوں میں سے کسی کے پاس زائد غلہ نہ ہو یا اس بناء پر کہ کوئی مسلمان رواداری کے طور پر اس کی قیمت وصول نہ کرے۔ اس لئے آپ ﷺ نے انہیں زحمت دینا گوارا نہ فرمایا۔

(۲)..... ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس یہودی سے جو لیے اور اس کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی تھی۔

(۳)..... لیکن زندگی نے وفا نہ کی اور اپنی گروی ہوئی زرہ کو قیمت دے کر واپس نہ لے سکے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے قیمت ادا کر کے زرہ واپس لی۔

(۴)..... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری ایام کا ہے۔ جب کہ صاحب تدبر قرآن نے اسے مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور کا قرار دیا ہے۔

یہ ہے ان حضرات کا مبلغ علم؟ ان کے نزدیک یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ ❶



❶ تدبر قرآن، ص ۴۸۵، ج ۱.





اگر کوئی بہترین کھجوروں کے عوض عام کھجوروں کو فروخت کرنا چاہے

حدیث نمبر 2201,2202:

((عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ، وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ رَجُلًا عَلَى خَيْبَرَ، فَجَاءَهُ بِتَمْرٍ جَنِيبٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكُلُّ تَمْرِ خَيْبَرَ هٰكَذَا؟، قَالَ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هٰذَا بِالصَّاعَيْنِ، وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَفْعَلْ، بِعْ الْجَمْعَ بِالدَّرَاهِمِ، ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا.))

''حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا تحصیل دار بنایا۔ وہ ایک عمدہ قسم کی کھجور لے کر حاضر خدمت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا علاقہ خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نہیں، اللہ کی قسم ہم اس عمدہ کھجور کے ایک صاع کو دوسری کھجوروں کے دو صاع کے عوض اور دو صاع کو تین صاع کے عوض لیتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کیا کرو، بلکہ تم ان ردی کھجوروں کو پیسوں کے عوض فروخت کر کے پھر ان پیسوں سے عمدہ کھجور خرید لیا کرو۔''

فوائد:

(۱)......اس حدیث کے پیش نظر ربوی معاملات میں اس قسم کے حیلہ کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک عمدہ سونے کے عوض کم قیراط والے سونے کو کمی بیشی کے ساتھ لینے کی ضرورت ہو تو پہلے عمدہ سونے کو روپے کے عوض فروخت کر دیا جائے پھر ان کے عوض دوسرا سونا خریدا جائے۔ ہم جنس اشیاء کا کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنا سود ہے۔ خواہ نقد بنقد ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور برابر برابر لینے کا حکم دیا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ [1]

(۲)......رسول اللہ ﷺ نے اس قسم کے سودے کو سود قرار دیا ہے اور اسے واپس کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں اس کی صراحت ہے۔ [2]

[1] صحيح مسلم، المساقاة، ٤٠٩١.
[2] صحيح مسلم، المساقاة، ٤٠٨٤.

(۳)......حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی اس قسم کا ایک واقعہ منقول ہے۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: افسوس! یہ تو سود ہے، آئندہ ایسا مت کرنا۔ ❶

(۴)......ہم جنس اشیاء کی باہمی خرید و فروخت کے متعلق اس ضابطہ کے حوالے سے آج کل یہ عام سوال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک جنس مثلاً کھجور بہتر قسم کی ہو اور دوسری کمتر کوالٹی کی ہو جیسا کہ مذکورہ واقعہ میں ہے تو دونوں کو ہم مقدار رکھنا کیسے قرین قیاس ہو سکتا ہے! جب کہ اسلام نے ہمیں عدل و انصاف کرنے کے متعلق حکم دیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر نوع کی کھجور یا گندم بنیادی طور پر انسان کی بھوک مٹاتی ہے۔ محض تنوع یا ذائقے میں فرق رکھنے کے اعتبار سے تبادلہ کی گنجائش ہے لیکن بھوک مٹانے میں دونوں برابر برابر ہیں۔ اس بنا پر تبادلہ کرتے وقت دونوں کی مقدار برابر رکھی جائے، عدل و انصاف کا یہی تقاضا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ غذائی ضرورت پورا کرنے میں ایک نوع دوسری نوع سے بہتر ہے، اس لئے ان دونوں کا تبادلہ کرتے وقت فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ لیکن عام آدمی کے پاس ایسا کوئی آلہ نہیں جو عدل و انصاف کے مطابق ایک کوالٹی کی دوسری کوالٹی سے تبادلے میں دونوں کی مقداریں صحیح طور پر متعین کر سکے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کا حل یہ بتایا کہ گھٹیا کوالٹی کی نقدی کے ذریعے قیمت طے کر لو اور اس طے شدہ نقدی کے عوض فروخت کر دو۔ پھر اعلیٰ کوالٹی کی قیمت بھی بذریعہ نقدی طے کر لو اور اسے نقدی کے عوض خرید لو۔ اس طرح عدل و انصاف کے تقاضے صحیح معنوں میں پورے ہو جائیں گے۔ کوالٹی کا فرق کتنا ہے، اس کو وزن یا ماپ کے ذریعے متعین نہیں کیا جا سکتا۔ قیمت کے ذریعے متعین کیا جا سکتا ہے۔ کوالٹی کے تعین کے لیے قیمت ہی ایک غیر جانبدار اور مناسب ترین ذریعہ ہے۔

اگر قیمت کا طریقہ اختیار نہ کیا جائے بلکہ محض وزن میں کمی بیشی کے ذریعے کام چلانے کی کوشش کی جائے تو دونوں میں سے ایک فریق کا حق ضرور مارا جائے گا۔ کوالٹی کا فرق متعین کرنے کے لیے وزن کو معیار بنایا گیا تو باہمی رضامندی کے تقاضے بھی پورے نہیں ہوں گے جو صحت بیع کے لیے ضروری ہیں۔ (واللہ اعلم)

(۵)......صاحب تدبر قرآن نے حسب عادت اس مقام پر بھی خلط مبحث سے کام لیا ہے۔ ان کی حدیث دانی کا یہ عالم ہے، لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم نہیں دیا کہ کھجوروں کا مبادلہ برابر مقدار میں ہی کرنا ہوگا۔ ❷ حالانکہ اس حدیث کی ایک روایت میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم ایسا مت کرو بلکہ مقدار برابر رکھو یا ایک کو قیمت سے فروخت کر کے اس قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لو۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم ، المساقاۃ ، ٤٠٨٣ .

❷ تدبر حدیث ، ص ٤٨٦ .

❸ صحیح بخاری ، الاعتصام ، ٧٣٥٠ ، ٧٣٥١ .





باب 90

پیوند شدہ کھجور کا درخت یا کھیتی کھڑی زمین فروخت کرنا یا ٹھیکے پر دینا

حدیث نمبر 2203:

((عَنْ نَافِعٍ ، مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ ، أَنَّهُ قَالَ: أَيُّمَا نَخْلٍ بِيعَتْ ، قَدْ أُبِّرَتْ لَمْ يُذْكَرِ الثَّمَرُ ، فَالثَّمَرُ لِلَّذِي أَبَّرَهَا ، وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ ، وَالْحَرْثُ ، سَمَّى لَهُ نَافِعٌ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَ .))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع نے کہا کہ جب کھجور کا کوئی پیوندی درخت فروخت کیا جائے اور اس کے پھل کا ذکر نہ آئے تو پھل اسی کا ہے جس نے اسے پیوند کیا تھا۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حکم ہے۔ حضرت نافع نے اپنے شاگرد ابن جریج سے ان تینوں کا ذکر کیا۔''

وضاحت:

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، آپ نے فرمایا جس نے پیوند شدہ کھجور کا درخت فروخت کیا تو اس کا پھل بائع کا ہوگا مگر یہ کہ مشتری اس کی شرط لگا لے اور جو کوئی غلام فروخت کرے تو اس کا مال فروخت کنندہ کا ہے مگر یہ کہ خریدار اس کی شرط لگا لے۔ ❶

یہ تمام معاملات رواج اور عرف پر مبنی ہیں۔ اگر معاشرہ میں رائج کوئی چیز شریعت کے خلاف نہیں ہے تو شریعت نے اسے گوارا کیا ہے، اسے ناجائز قرار نہیں دیا۔

حدیث نمبر 2204:

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبِّرَتْ فَثَمَرُهَا لِلْبَائِعِ ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی پیوند کیا ہوا درخت فروخت کرے تو اس کا پھل بائع ہی کو ملے گا الا یہ کہ خریدار اس کی شرط کر لے۔''

فوائد:

(۱)...... شریعت کا منشا یہ ہے کہ لین دین کے معاملات میں فریقین کا آپس میں تفصیلات طے کرنا اور دونوں طرف سے ان کا برضا و رغبت قبول کرنا ضروری ہے تاکہ آئندہ چل کر کوئی جھگڑا اور فساد نہ ہو۔ اگر خریدار

❶ صحیح مسلم ، المساقاة ، ۳۹۰۵.

نے شرط لگا دی تو جھگڑا ہی ختم ہو گیا۔ اگر شرط نہیں لگائی تو پھل وغیرہ بائع کا ہو گا۔

الغرض معاملہ معروف دستور کے مطابق ہو گا اور جس جگہ جو طریقہ رائج ہو گا اس کے مطابق عمل کیا جائے گا، لیکن امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ پیوند لگائے یا نہ لگائے دونوں صورتوں میں پھل بائع کا ہے۔ واللہ اعلم

(۲)...... پیوند کاری یہ ہے کہ مادہ کھجور کے خوشہ میں نر کھجور کا خوشہ رکھ دیا جائے۔ اس پیوند کاری سے پھل زیادہ آتا ہے۔ بعض اوقات ہوا کے ذریعے بار آوری خود بخود عمل میں آ جاتی ہے۔

باب 91

کھڑی کھیتی کو غلہ کے عوض ماپ کر فروخت کرنا

حدیث نمبر 2205:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: "نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُزَابَنَةِ: أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَ حَائِطِهِ إِنْ كَانَ نَخْلًا بِتَمْرٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَبِيبٍ كَيْلًا، وَإِنْ كَانَ زَرْعًا، أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ، وَنَهَى عَنْ ذَلِكَ كُلِّهِ"))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے روکا ہے، وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باغ کا پھل فروخت کرے اگر کھجور ہے تو خشک کھجور سے ناپ کر، اگر انگور ہے تو اسے کشمش کے عوض ناپ کر یا اگر کھیتی ہے تو اسے غلے کے عوض ناپ کر فروخت کرے۔ آپ نے ان تمام سودوں سے منع کیا ہے۔''

فوائد:

(۱)......اس حدیث میں تین قسم کی بیوع سے منع کیا گیا ہے:۔

پہلی یہ کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو ناپ کر خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا اسے مزابنہ کہتے ہیں۔

دوسری یہ کہ بیل پر لگے ہوئے انگوروں کو ناپ کے حساب سے منقی کے عوض فروخت کرنا، اسے بھی مزابنہ کہا جاتا ہے۔

تیسری یہ کہ کھڑی کھیتی کو غلہ کے عوض ناپ کے حساب سے بیچنا، اسے محاقلہ کہتے ہیں، یہ بھی جائز نہیں ہے۔

(۲)......ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان میں ایک معلوم چیز کے عوض مجہول کو فروخت کرنا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ابن بطال کے حوالہ سے علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ کھیتی کو کاٹنے سے پہلے غلہ کے عوض فروخت کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اس میں ہر دو کے لئے نقصان کا احتمال ہے۔ ایسے ہی کھیتی کاٹنے کے بعد تازہ بالیوں کو خشک غلہ کے عوض فروخت کرنا بھی درست نہیں۔ [1]

البتہ احناف کہتے ہیں کہ پھل توڑ کر ڈھیری لگا دی جائے تو اس میں چونکہ اندازہ ہو جاتا ہے، لہٰذا اس صورت میں خرید و فروخت کرنا جائز ہے لیکن اس سے صریح نص کی مخالفت لازم آتی ہے۔

[1] فتح الباری، ص ۵۱۰، ج ۴.




باب 92

کھجور کا درخت جڑ سمیت فروخت کرنا

حدیث نمبر 2206:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: أَيُّمَا امْرِءٍ أَبَّرَ نَخْلًا ثُمَّ بَاعَ أَصْلَهَا، فَلِلَّذِي أَبَّرَ ثَمَرُ النَّخْلِ، إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَهُ الْمُبْتَاعُ.))

''حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب بھی کوئی آدمی کھجور کو پیوند کرے، پھر اسے فروخت کردے تو اس کا پھل اسی کا ہوگا جس نے اسے پیوند کیا مگر یہ کہ خریدار اس پھل کی شرط کرلے۔''

فوائد:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنے کو پھل سمیت فروخت کرنا جائز ہے۔ اس صورت میں معاملہ خریدار پر موقوف ہوگا۔ اگر اس نے درخت خریدتے وقت شرط لگا دی کہ پھل سمیت لے رہا ہوں تو وہ شرط نافذ ہوگی اور اگر شرط کے بغیر سودا ہوا ہے تو موجودہ پھل پہلے مالک کا ہوگا۔

لیکن ہمارے ہاں رواج ہے کہ اگر آم کا باغ فروخت ہوا ہے تو جو کچھ بھی ہوگا وہ خریدار کا ہوگا یعنی معاشرتی طور پر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جو کچھ فروخت ہوا ہے وہ خریدار کا ہے۔ بہر حال جھگڑے کی صورت میں حدیث کے مطابق فیصلہ ہوگا کہ اگر درخت فروخت کرتے وقت کسی قسم کی شرط نہیں لگائی گئی تو درختوں کا پھل فروخت کنندہ کا ہے، ہاں اگر خریدار نے شرط لگا دی تو پھل کا حق دار ہوگا۔ واللہ اعلم




بیع مخاضرہ کا بیان

حدیث نمبر 2207:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، أَنَّهُ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُحَاقَلَةِ، وَالْمُخَاضَرَةِ، وَالْمُلَامَسَةِ، وَالْمُنَابَذَةِ، وَالْمُزَابَنَةِ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلہ، مخاضرہ، ملامسہ، منابذہ اور مزابنہ سے منع فرمایا۔''

فوائد:

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید وفروخت کی چند ایک انواع سے منع فرمایا ہے جن میں غرر یا غرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

محاقلہ:

یہ حقل سے مشتق ہے جس کا معنی کھیتی کے ہیں۔ اس سے مراد خوشہ گندم کی بیع کھلی گندم سے کی جائے۔ یہ اس لئے منع ہے کہ اس میں مساوات کا پتہ نہیں چلتا۔

مخاضرہ:

مخاضرہ کا لفظ خضرہ سے بنا ہے جس کا معنی کچی کھیتی یا کچا پھل ہے۔ یعنی پھلوں اور دانوں کی صلاحیت ظاہر ہونے سے پہلے خرید وفروخت کرنا، البتہ حیوانات کے چارہ کے لیے کچی فصل کو فروخت کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح گاجر، مولی، شلغم اور پیاز وغیرہ کو زمین کے اندر فروخت کرنا جائز ہے۔ واضح رہے کہ محاقلہ اور مخاضرہ دونوں ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔

ملامسہ اور منابذہ:

ملامسہ اور منابذہ کی وضاحت پہلے بھی ہو چکی ہے کہ کپڑے کے تھان پر صرف ہاتھ رکھنے سے بیع پختہ ہو جائے۔ جس کے متعلق علم نہ ہو کہ سوتی ہے یا ریشمی۔ اسی طرح محض چیز کو پھینک دینے سے بیع پختہ کر لینا۔ لین دین کی ان اقسام میں جوا پایا جاتا ہے۔ پھر ان میں ضرر اور غرر دونوں کا اندیشہ رہتا ہے، اس لئے منع کر دیا گیا۔

مزابنہ:

مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر لگی کھجوروں اور بیل کے انگوروں کو خشک کھجور یا کشمش کے عوض خریدنا۔ یہ بھی منع

ہے البتہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو عرایا کی صورت میں پختہ کھجوروں کے عوض فروخت کیا جا سکتا ہے جیسا کہ ہم پہلے اس کی وضاحت کر آئے ہیں۔

حدیث نمبر 2208:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ ثَمَرِ التَّمْرِ حَتَّى يَزْهُوَ ، فَقُلْنَا لِأَنَسٍ: مَا زَهْوُهَا؟ قَالَ: تَحْمَرُّ وَتَصْفَرُّ ، أَرَأَيْتَ إِنْ مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمَرَةَ بِمَ تَسْتَحِلُّ مَالَ أَخِيكَ .))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے وہ پھل جو درخت پر ہوں فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک ان کا زھو نہ ہو۔ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اس کے زھو سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس سے مراد پھل کا سرخ یا زرد ہونا ہے۔ دیکھو! اگر اللہ تعالیٰ پھل روک لے تو پھر اپنے بھائی کے مال کو اپنے لیے کیسے حلال خیال کرو گے؟''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں بھی درخت پر لگے ہوئے کچے پھلوں کی خرید وفروخت کے متعلق وضاحت ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔ چونکہ کوئی بھی ایسا پہلو جس میں خریدنے والے یا بیچنے والے کے لیے نقصان کا اندیشہ ہے، وہ شریعت کی نظر میں ایک ناپسندیدہ عمل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ پھل جب سرخ ہو جائے یا زرد ہو جائے یا کسی حد تک کھانے کے قابل ہو جائے تو اسے فروخت کرنا جائز ہے۔ اس کے بعد نفع یا نقصان قسمت کا معاملہ ہے۔

(۲)...... حدیث کے آخری جملہ کا مطلب بھی واضح ہے کہ تم نے کچا باغ اپنے بھائی کو فروخت کر دیا اور طے شدہ روپیہ وصول کر لیا۔ بعد میں باغ پھل نہ لایا یا آفت زدہ ہو گیا تو آپ نے جو رقم وصول کی ہے وہ کس طرح اپنے لئے حلال خیال کرو گے؟

(۳)...... اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ہاں دو تین سال تک باغات کے ٹھیکے ہوتے ہیں، شرعاً یہ جائز نہیں ہیں۔








باب 94

کھجور کا گودا فروخت کرنا اور اسے تناول کرنا

حدیث نمبر 2209:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُمَّارًا، فَقَالَ: مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةٌ كَالرَّجُلِ الْمُؤْمِنِ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ النَّخْلَةُ، فَإِذَا أَنَا أَحْدَثُهُمْ، قَالَ: هِيَ النَّخْلَةُ.))

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا جب کہ آپ کھجور کا گودا کھا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ہے جو بندہ مومن کی طرح ہے (بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟) میں نے یہ کہنے کا ارادہ کیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن جتنے لوگ وہاں موجود تھے میں ان سب میں کمسن تھا، لہٰذا چپ رہا۔ آپ نے خود ہی فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔''

فوائد:

(۱)...... ''جمار'' کھجور کے سفید رنگ کے کچے گودے کو کہتے ہیں جو تنے کی بالائی جانب ہوتا ہے اور اسے کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ کہیں سے تحفہ میں آیا تو آپ اسے کھانے لگے۔

(۲)...... روایت میں کھانے کا ذکر ہے، اس کی خرید و فروخت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ عنوان میں دونوں مذکور ہیں۔ ابن بطال نے کہا کہ جمار کا کھانا اور فروخت کرنا دونوں مباح ہیں۔ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جسے کھایا جائے اس کی بیع بھی جائز ہے یعنی امام بخاری نے عنوان کے دوسرے جزو کو نص سے ثابت کیا ہے جب کہ پہلے جزو کو قیاس سے ثابت کیا ہے۔ ممکن ہے امام بخاری نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہو جس میں اس کی خرید و فروخت کا ذکر ہے لیکن وہ آپ کی شرط کے مطابق نہ تھی۔

(۳)...... اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مجلس میں اکابر موجود ہوں اصاغر کو ان کے آداب کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ ❶



❶ فتح الباری، ص ۵۱۲، ج ٤.





معاملات میں عرف کی حیثیت

خرید وفروخت، اجارہ اور ماپ تول میں لوگوں کے عرف، رسم و رواج، نیتوں اور ان کے مشہور طریقوں کے مطابق حکم دیا جائے گا۔

قاضی شریح نے سوت فروخت کرنے والوں سے کہا کہ تم باہمی طور پر معاملات میں جو فیصلہ کرتے ہو اسی کا اعتبار ہوگا۔

عبدالوہاب نے ایوب کے ذریعے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ دس درہم میں خرید کردہ چیز گیارہ درہم سے فروخت کرنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بھی کہ اس پر تمام خرچہ ڈال کر نفع لے سکتے ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہند رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ رواج کے مطابق اتنا لو جو تجھے اور تیرے بچوں کے لئے کافی ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء: ٦)

''جو فقیر ہو وہ معروف طریقہ سے (مالِ یتیم) کھائے۔''

حضرت حسن بصری نے عبداللہ بن مرداس سے ایک گدھا اجرت پر لیا تو پوچھا کتنا کرایہ ہوگا؟ اس نے کہا دو دانق، تو وہ سوار ہو گئے۔ پھر دوسری مرتبہ آئے اور فرمایا کہ گدھا لاؤ، گدھا، پھر اس پر سوار ہو گئے اور کوئی شرط طے نہ کی، صرف نصف درہم (بطور اجرت) بھیج دیا۔

وضاحت:

(۱)...... امام بخاری کا اس عنوان سے یہ مقصد ہے کہ ہر ملک میں لوگوں کے رسم و رواج اور عرف و عادت پر اعتماد ہوگا۔ معاملات میں اسی پر احکام جاری ہوں گے۔ صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ رسم و رواج شریعت کے کسی حکم کے منافی نہ ہو۔ ایسے حالات میں ان کے رواج و چلن کو شریعت ہی کا حصہ تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ قاضی شریح کے پاس سوت کے تاجر کوئی معاملہ لے کر آئے اور کہنے لگے ہمارا آپس میں طریقہ اور رواج یہ ہے تو انہوں نے فرمایا کہ تم اپنے رسم و رواج کے مطابق اپنا معاملہ طے کر لو۔

(۲)...... امام بخاری نے اس سلسلہ میں جتنے آثار پیش کئے ہیں ان سے یہی بات ثابت کی ہے کہ خرید و فروخت، اجارہ، ماپ تول کرنے میں نیتوں کے مطابق معاشرہ میں جو طریقہ رائج ہو اسی پر عمل ہوگا اور وہی دین

ہے بشرطیکہ رواج کی کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہو۔ ❶

حدیث نمبر 2210:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: حَجَمَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو طَيْبَةَ، فَأَمَرَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يُخَفِّفُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ.))

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنگی لگائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا، نیز آپ نے اس کے مالکان سے کہا کہ اس کے محصول سے کچھ کمی کر دو۔''

حدیث نمبر 2211:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: قَالَتْ هِنْدٌ أُمُّ مُعَاوِيَةَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ، فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ آخُذَ مِنْ مَالِهِ سِرًّا؟ قَالَ: خُذِي أَنْتِ وَبَنُوكِ مَا يَكْفِيكِ بِالْمَعْرُوفِ.))

''ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسفیان بڑا بخیل آدمی ہے، اگر میں اس کے مال سے کچھ پوشیدہ طور پر لے لیا کروں تو مجھ پر گناہ تو نہیں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دستور کے موافق صرف اتنا لے سکتی ہے جو تجھے اور تیرے بیٹوں کو کافی ہو۔''

حدیث نمبر 2212:

(((عَنْ) عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، تَقُولُ: (وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا، فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا، فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ) (النساء: ٦)، أُنْزِلَتْ فِي وَالِي الْيَتِيمِ الَّذِي يُقِيمُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ، إِنْ كَانَ فَقِيرًا أَكَلَ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ.))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے، انہوں نے درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے متعلق فرمایا:

''جو مال دار ہو وہ (مال یتیم سے) گریز کرے اور جو تنگدست ہو وہ رواج کے مطابق کھالے''

فرمایا، یہ آیت کریمہ یتیم کے سرپرست کے متعلق نازل ہوئی جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا اور اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے، اگر وہ تنگدست فقیر ہے تو دستور کے مطابق اس کے مال سے کھائے۔

❶ فتح الباری، ص ٥١٣، ج ٤.





فوائد:

(۱)......امام بخاری نے اس عنوان اور پیش کردہ احادیث سے معاشرتی رواج کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے کہ خرید وفروخت اور معاملات طے کرتے وقت ملکی دستور اور معاشرتی رواج کو ملحوظ رکھنا ہوگا بشرطیکہ وہ دستور یا رواج شریعت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً اگر کسی ملک میں کوئی کرنسی رائج ہے تو خرید وفروخت کرتے وقت دوسری کرنسی کی شرط نہ لگانے کی صورت میں رائج الوقت کرنسی ہی مراد ہوگی۔

(۲)......اس سلسلہ میں امام بخاری نے تین احادیث ذکر کی ہیں:۔

پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے سنگی لگواتے وقت کوئی اجرت وغیرہ طے نہیں کی بلکہ عرف پر اعتماد کرتے ہوئے ایک صاع کھجور کا ادا کرنے کا حکم دیا۔ نیز ابوطیبہ کے مالک اس سے کچھ زیادہ محصول لیتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے اسے کم کروایا تاکہ رواج اور دستور کے مطابق ہو جائے۔

دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ھند رضی اللہ عنہا کو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا مال لینے کی اجازت تو دی لیکن اس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اسے عرف اور دستور پر چھوڑ دیا یعنی اپنی حیثیت اور ضرورت کے مطابق جو علاقہ کا رواج اور چلن ہے مال لینے کا حکم دیا۔ اس میں عرفی حیثیت بھی مدنظر رکھی جائے گی۔

نیز تیسری روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یتیم کے سرپرست اگر نادار اور غریب ہیں تو اس مال میں سے جس کی وہ دیکھ بھال کرتے ہیں، دستور کے مطابق کھا سکتے ہیں یعنی اگر دستور معروف ہے تو دین ہے اور اگر دین کے مخالف ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔





باب 96

ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے

حدیث نمبر 2213:

((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ، وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ، فَلَا شُفْعَةَ.))

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر تقسیم شدہ مال میں حق شفع قائم رکھا ہے لیکن جب تقسیم ہونے کے بعد حدیں واقع ہو جائیں اور راستے بدل جائیں تو شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔''

فوائد:

(۱)...... اس مال سے مراد غیر منقولہ جائیداد ہے مثلاً مکان، زمین اور باغ وغیرہ کیونکہ منقولہ جائیداد میں بالاتفاق کسی کو شفع کا حق نہیں ہے۔ ابن بطال فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد مشترک چیز کی خرید و فروخت کا جواز ثابت کرنا ہے یعنی یہ بیع اجنبی کی بیع کی طرح صحیح ہوگی۔

دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ کہ عنوان سے مقصود شریک کو ترغیب دینا ہے کہ اگر وہ اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو شریک کے پاس بیچے کیونکہ اگر کسی دوسرے کو فروخت کرے گا تو شریک کو شفعہ کا حق ہوگا۔ ❶

(۲)...... علامہ عینی فرماتے ہیں کہ اس عنوان کی غرض شریک کو رغبت دلانا ہے کہ اگر وہ اپنا حصہ فروخت کرنا چاہے تو وہ اسے اپنے شریک کے پاس فروخت کرے کیونکہ جب شریک فروخت کردہ حصہ بذریعہ عدالت لے سکتا ہے تو رضامندی سے اسے فروخت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ایسا کرنا اس کی خوش دلی کا باعث ہے۔ ❷



❶ فتح الباری، ص ٥١٥، ج ٤.

❷ عمدة القاری، ص ٥٢١، ج ٨.





مشترکہ زمین، مکان اور باغ کا فروخت کرنا جو ابھی تقسیم نہ کیے گئے ہوں

حدیث نمبر 2214:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ، فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِّفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ.))

''حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقِ شفعہ ہر اس مال میں قائم رکھا ہے جو تقسیم نہ ہوا ہو۔ جب حدود قائم ہو جائیں اور راستے الگ الگ ہو جائیں تو شفعہ نہیں ہے۔

عبدالواحد کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ حقِ شفعہ ہر غیر منقسم چیز میں ہے۔

معمر سے روایت کرنے میں ہشام نے عبدالواحد کی متابعت کی ہے۔

عبدالرزاق نے بایں الفاظ اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حقِ شفعہ ہر اس مال میں ہے جو تقسیم شدہ نہ ہو، اس روایت کو عبدالرحمٰن بن اسحاق نے بھی امام زہرہ سے بیان کیا ہے۔''

فوائد:

اس عنوان میں امام بخاری نے زمین اور گھروں کے ساتھ عروض کا لفظ بھی شامل کیا ہے۔ اس کا معنی اسباب وسامان ہے جب کہ اس میں دوسرے شریک ہوں تو انہیں بھی فروخت کیا جا سکتا ہے۔

مثلاً ایک گھوڑے میں اگر دو شریک ہیں تو ایک شریک کو چاہیے کہ وہ دوسرے شریک کو پیش کش کرے کہ وہ گھوڑا خرید لے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو جس قیمت میں وہ فروخت ہوا ہے اس میں سے دوسرے شریک کو حصہ دے۔

آخر میں امام بخاری نے الفاظ حدیث کے اختلاف کو بیان کیا ہے، لیکن یہ اختلاف حدیث کے مفہوم پر کچھ بھی اثر انداز نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم





باب 98

دوسرے کے لیے بیع کرنا

جب کوئی شخص دوسرے کے لیے اس کی اجازت کے بغیر کوئی چیز خرید کرے، جس پر وہ راضی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

حدیث نمبر 2215:

((عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص: ٨٠)، قَالَ: "خَرَجَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ يَمْشُونَ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ، فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ، فَانْحَطَّتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ، قَالَ: فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: ادْعُوا اللّٰهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ، فَقَالَ أَحَدُهُمْ: اللّٰهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ، فَكُنْتُ أَخْرُجُ فَأَرْعَى، ثُمَّ أَجِيءُ فَأَحْلُبُ فَأَجِيءُ بِالْحِلَابِ، فَآتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ، ثُمَّ أَسْقِي الصِّبْيَةَ وَأَهْلِي وَامْرَأَتِي، فَاحْتَبَسْتُ لَيْلَةً، فَجِئْتُ فَإِذَا هُمَا نَائِمَانِ، قَالَ: فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَهُمَا، وَالصِّبْيَةُ يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ رِجْلَيَّ، فَلَمْ يَزَلْ ذَلِكَ دَأْبِي وَدَأْبَهُمَا، حَتَّى طَلَعَ الْفَجْرُ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً نَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ، قَالَ: فَفُرِجَ عَنْهُمْ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أُحِبُّ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِ عَمِّي كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ، فَقَالَتْ: لَا تَنَالُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا مِائَةَ دِينَارٍ، فَسَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى جَمَعْتُهَا، فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفُضَّ الْخَاتَمَ إِلَّا بِحَقِّهِ، فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا، فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فُرْجَةً، قَالَ: فَفَرَجَ عَنْهُمُ الثُّلُثَيْنِ، وَقَالَ الْآخَرُ: اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرَةٍ فَأَعْطَيْتُهُ، وَأَبَى ذَاكَ أَنْ يَأْخُذَ، فَعَمَدْتُ إِلَى ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ، حَتَّى اشْتَرَيْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيهَا، ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: يَا عَبْدَ اللّٰهِ أَعْطِنِي حَقِّي، فَقُلْتُ: انْطَلِقْ إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيهَا فَإِنَّهَا لَكَ، فَقَالَ: أَتَسْتَهْزِئُ بِي؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَسْتَهْزِئُ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ، اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ، فَافْرُجْ عَنَّا فَكُشِفَ عَنْهُمْ.))



''حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی کہیں جانے کے لیے نکلے تو راستہ میں انہیں بارش نے آلیا۔ چنانچہ وہ تینوں ایک پہاڑ کی غار میں گھس گئے۔ اوپر سے ایک چٹان گری (جس سے غار کا منہ بند ہوگیا)۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اپنے بہترین عمل کا وسیلہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو جو تم نے کیا ہے، تو ان میں سے ایک نے کہا اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے۔ میں گھر سے نکلتا اور اپنے مویشیوں کو چراتا پھر شام کو واپس آتا، دودھ نکالتا، اسے لے کر پہلے والدین کو پیش کرتا جب وہ نوش جان کر لیتے تو پھر بچوں، بیوی اور دیگر اہل خانہ کو پلاتا تھا۔ ایک شام مجھے دیر ہوگئی۔ جب میں واپس گھر آیا تو والدین سو گئے تھے۔ میں نے انہیں بیدار کرنا اچھا خیال نہ کیا۔ دریں حالت میرے بچے پاؤں کے پاس بھوک سے بلبلا رہے تھے، میری اور میرے والدین کی کیفیت رات بھر یہ رہی تا آنکہ فجر ہوگئی۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضا جوئی کے لیے کیا ہے۔ تو ہم سے یہ پتھر ہٹا دے کم از کم آسمان تو ہمیں نظر آنے لگے۔ چنانچہ پتھر کچھ ہٹ گیا۔

دوسرے نے دعا کہ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنی چچا زاد لڑکی سے بہت محبت کرتا تھا، ایسی شدید محبت جو ایک مرد کو عورتوں سے ہوسکتی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تو وہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک مجھے سو دینار نہ دے۔ چنانچہ میں نے کوشش کر کے سو دینار جمع کر لیا۔ جب میں اس سے صحبت کے لیے بیٹھا تو اس نے کہا اللہ سے ڈر اور اس مُہر کو حق کے بغیر نہ توڑ، میں اٹھ کھڑا ہوا اور اسے چھوڑ دیا۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضاء طلبی کے لیے کیا ہے تو ہم سے چٹان کی رکاوٹ دور کر دے۔ چنانچہ دو تہائی پتھر ہٹ گیا۔

تیسرے آدمی نے کہا اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک مزدور کو ایک ''فرق'' جوار کے عوض اجرت پر رکھا تھا۔ جب میں نے اسے غلہ دیا تو اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے یہ کیا کہ اس غلے کو زمین میں کاشت کر دیا۔ پھر اس کی پیداوار سے گائیں خریدیں اور ایک چرواہا بھی رکھ لیا۔ پھر ایک دن وہ مزدور آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے بندے! میرا حق مجھے دیدے۔ میں نے کہا وہ گائیں اور چرواہا تمہارے ہیں۔ اس نے کہا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو، میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مذاق نہیں کر رہا، وہ واقعی تمہارے ہیں۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام تیری رضا کو طلب کرتے ہوئے کیا تھا تو ہم سے اس چٹان کو ہٹا دے۔ چنانچہ اس چٹان کو وہاں سے ہٹا دیا گیا۔''

فوائد:

(۱)...... ''فرق'' دو صاع کے برابر کا ایک پیمانہ ہے۔ امام بخاری نے بیع فضولی کا جواز ثابت کیا ہے اور وہ

یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے اذن کے بغیر اس کے مال سے کوئی چیز خرید لے، پھر وہ راضی ہو جائے تو یہ سودا جائز ہے۔ دوسرے شخص کا راضی ہونا ضروری ہے۔

(۲)...... بیع فضولی، نکاح فضولی کی طرح صحیح ہے اور یہ دوسرے شخص کی اجازت پر نافذ ہو جاتی ہے۔ امام بخاری کا استدلال اس حدیث میں آخری شخص کا بیان ہے کیونکہ اس نے اصل مالک کی اجازت کے بغیر اس کی مملوکہ جوار کو کام میں صرف کیا۔ اس سے نفع کمایا، گائیں خریدیں اور نگہبانی کے لیے ایک چرواہا رکھا، آخر کار اس مزدور نے اسے قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کو بطور مدح وثناء کے بیان فرمایا۔ اگر آخری شخص کا یہ عمل ناجائز ہوتا تو وہ اسے اللہ کے حضور کیوں پیش کرتا اور رسول اللہ ﷺ اس کی وضاحت کر دیتے۔

(۳)...... اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہمارے لیے حجت ہے بشرطیکہ اس کا کوئی ضابطہ ہماری شریعت کے خلاف نہ ہو اور رسول اللہ ﷺ سے اس پر انکار ثابت نہ ہو، لیکن فکر فراہی کے حاملین کو اس طریق استدلال سے اتفاق نہیں۔ انہوں نے اس حدیث کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ اس قصہ سے فقہی اصول مستنبط نہیں کیے جا سکتے نیز ان کے نزدیک اس حدیث میں بہت عریانی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دعا کا یہ طریقہ اسلام کے مزاج کے منافی ہے۔ پھر اس طرح کی دیگر روایات جن میں دعا کرتے وقت کسی نیک عمل یا کسی زندہ نیک شخصیت کے وسیلے کا ذکر ہے، ان کا انکار کیا ہے اور انہیں شیعہ حضرات کی گھڑی ہوئی کہانی قرار دیا ہے، پھر اس انکار کی بنیاد کوئی علمی اصول نہیں بلکہ ان کی طبع زاد ''درایت'' ہے۔ اس درایت سے صحیح احادیث کو کاٹا جاتا ہے۔ ❶

(۴)...... بہر حال ہمارے نزدیک بیع فضولی صحیح ہے اور اعمال صالحہ کو اللہ کے حضور بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا اشارہ ملتا ہے۔ (المائدہ : ۳۵)



❶ تدبر حدیث، ص ۴۹۸، ج ۱۔



باب 99

مشرکین اور اہل حرب سے خرید وفروخت کرنا

حدیث نمبر 2216:

((عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ مُشْعَانٌّ طَوِيلٌ بِغَنَمٍ يَسُوقُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْعًا أَمْ عَطِيَّةً؟ - أَوْ قَالَ: - أَمْ هِبَةً ، قَالَ: لَا ، بَلْ بَيْعٌ ، فَاشْتَرَى مِنْهُ شَاةً .))

''حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، انہوں نے کہا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے ۔ اس دوران پراگندہ بال اور لمبے قد والا ایک مشرک آیا اور وہ کچھ بکریاں ہانک کر لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا یہ بکریاں بیچنے کے لیے یا عطیہ دینے کے لیے ہیں ۔ راوی کو شک ہے کہ عطیہ یا ہبہ کا لفظ کہا۔ اس نے کہا جناب کچھ نہیں بلکہ فروخت کرنے کے لیے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی۔''

فوائد:

(۱)......اس عنوان کا مقصد یہ ہے کہ مشرکین اور اہل حرب کے ساتھ معاملہ اس عالم رنگ و بو کے باشندوں کی حیثیت سے ان کے حقوق تسلیم کرتے ہوئے کیا جائے گا۔ ہاں اگر ان سے جنگ کی نوبت آ جائے تو ان کے لیے اسلام کا ایک جداگانہ ضابطہ ہے ، اہل ذمہ اور اہل صلح کے لیے الگ الگ قاعدے ہیں ۔ ان کا مال ہمارے اہل اسلام کے مال کی طرح اور ان کا خون ہمارے خون کی طرح محترم ہے۔

(۲)......مشرک یا کافر کی اہل شرک یا اہل کفر ہونے کی حیثیت سے ان کی گردن مارنے کی اجازت نہیں ہے۔ بہر حال مشرکین و کفار کے بھی حقوق ہیں ، وہ بھی حق ملکیت رکھتے ہیں ۔ ان سے خرید وفروخت کی جاسکتی ہے لیکن انتہا پسندوں کے خیال کے مطابق مشرک اور کافر جس حالت میں بھی ہو اس کا خون حلال اور مال و آبرو جائز ہے بلکہ کچھ جہادی حضرات نے ایک قدم آگے بڑھایا ہے کہ مزعومہ جہاد کشمیر کے دوران ہندوں اور سکھوں کی لڑکیوں کو لونڈی بنایا جا سکتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

(۳)...... بہر حال اسلام نے کفار و مشرکین کا انسان ہونے کے ناطے سے خیال رکھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مشرک سے بکری خریدی۔ جب کہ ہمارے دور کے انتہاء پسندوں کے

ہاں ایسے حالات میں شاید بکریوں کے ریوڑ کو ذبح کر دینا جائز ہو۔

(۴)......اس مقام پر مولانا امین احسن اصلاحی کا فکر بھی قابل اصلاح ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس روایت پر چونکہ احناف کا اعتماد ہے تو اہل حدیث کہتے ہیں کہ (یہ روایت) جھوٹی ہے۔ وہ ایک معقول بات کو کہتے ہیں کہ موضوع ہے۔ ❶

(۵)......مولانا تو اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں البتہ ہم فکر فراہی یا فکر اصلاحی کے حاملین سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ کون سے اہل حدیث ہیں جنہوں نے اس روایت کو جھوٹا یا موضوع کہا؟ ہمیں اس کا حوالہ درکار ہے بصورتِ دیگر ہمیں کہنے دیجئے کہ مولانا اصلاحی کی اس گپ کا اہل حدیث کے ہاں دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا۔ اس سے بھی عجیب تر یہ بات ہے کہ اسلام تو حقیقی کفار و مشرکین کے حقوق کو تسلیم کرتا ہے لیکن اہل تقلید اپنے دیگر حریفوں کے حقوق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حنفی مذہب رکھنے والا شافعی مسلک رکھنے والے کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے لیکن اپنی لڑکی کا نکاح ان سے نہیں کر سکتا۔ ❷

گویا وہ اہل کتاب ہیں۔ ایسے احناف کے متعلق فکر اصلاحی کے حاملین کیا فتوی دیتے ہیں؟

(۶)......حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے مگر ایسا معاملہ درست نہیں جس سے وہ اہل اسلام کے خلاف جنگ کرنے میں مدد حاصل کر سکیں نیز کافر کی خرید و فروخت صحیح ہے اور وہ اسلامی قانون کے اعتبار سے اپنے اموال کا مالک تسلیم کیا جائے گا۔ نیز اس حدیث کی رو سے کافر سے ہدیہ قبول کرنا بھی جائز ثابت ہوا۔ ❸

(۷)......واضح رہے کہ مذکورہ روایت انتہائی مختصر ہے۔ تفصیلی روایت آئندہ بیان ہوگی۔ ❹



❶ تدبر حدیث، ص ۵۰۰، ج ۱.
❷ فتاوی بزازیه، ص ۱۱۲ م ج ٤.
❸ فتح الباری، ص ۵۱۸، ج ٤.
❹ صحیح بخاری، حدیث نمبر ۲٦۱۸.



باب 100

حربی سے غلام خریدنا، اس کا ہبہ کرنا اور آزاد کرنا

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اپنے مالکان سے مکاتبت کرلو حالانکہ آپ آزاد تھے لیکن کافروں نے ان پر ظلم کیا اور پکڑ کر بیچ دیا تھا۔

حضرت عمار، حضرت خبیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم یہ سب قید کر لیے گئے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ، فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُونَ﴾ (النحل: ۷۱)

''اللہ تعالیٰ نے رزق کے معاملہ میں تمہیں ایک دوسرے پر برتری دی ہے، پھر جن لوگوں کو برتری دی گئی ہے وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ آقا اور غلام سب برابر ہو جائیں تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے رہیں گے۔''

وضاحت:

(۱)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ کافر خواہ حربی ہی کیوں نہ ہو، اس کا بھی حق ملکیت تسلیم کیا جائے گا، اسے لینے کے لیے قانون کے تقاضوں کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح حربی سے غلام خریدنا اور اس کا آزاد کرنا یا ہبہ کرنا معتبر ہوگا۔ امام بخاری نے اس سلسلہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ آزاد تھے، ان پر ظلم کیا گیا، انہیں پکڑ کر فروخت کر دیا گیا، اس طرح وہ غلام بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ وہ اپنے آقاؤں سے کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کرنے کا معاملہ کرلیں، پھر اس رقم کا بندوبست کیا جائے۔ اس واقعہ کو امام احمد نے اپنی متصل سند سے بیان کیا ہے۔ [1]

(۲)...... حضرت عمار بن یاسر، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا بھی یہی حال تھا۔ یہ سب آزاد تھے لیکن کافروں نے انہیں قید کر کے غلام بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت رائج قانونی تقاضوں کو پورا کیا اور ان کے حق ملکیت کو تسلیم کیا۔

(۳)...... آخر میں آپ نے ایک قرآنی آیت کا حوالہ دیا ہے جس میں کفار و مشرکین کے ملک یمین کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جب کفار کی ملک یمین صحیح ہے اور قرآن کریم نے اسے تسلیم کیا ہے تو ان سے خرید و فروخت کرنا بھی

[1] فتح الباری، ۵۱۹، ج۴.

جائز ثابت ہوا۔ اس کے علاوہ حربی کافر کا اپنا غلام آزاد کرنا یا کسی کو ہبہ کرنا بھی صحیح ہے۔

نوٹ: ...... مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے آقا کو کچھ رقم قسطوں کی شکل میں ادا کرنا قبول کر لے۔ طے شدہ کل رقم ادا کرنے کے بعد غلام خود بخود آزاد ہو جاتا ہے۔ اس طرح غلام کو خرید کر اسے آزاد کرنے کی بہت فضیلت ہے۔ بہر حال امام بخاری یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ کفار و مشرکین بحیثیت انسان اپنا حق ملکیت رکھتے ہیں۔ ان کی خرید و فروخت کا اعتبار ہوگا۔

حدیث نمبر 2217:

(((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ، فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمُلُوكِ أَوْ جَبَّارٌ مِنَ الْجَبَابِرَةِ، فَقِيلَ: دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ: أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ؟ قَالَ: أُخْتِي، ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ: لَا تُكَذِّبِي حَدِيثِي، فَإِنِّي أَخْبَرْتُهُمْ أَنَّكِ أُخْتِي، وَاللّٰهِ إِنْ عَلَى الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَغَيْرُكِ، فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَقَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ وَتُصَلِّي، فَقَالَتْ: اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ، وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي، إِلَّا عَلَى زَوْجِي فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ"، قَالَ الْأَعْرَجُ: قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ: إِنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: "قَالَتْ: اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهَا، فَقَامَتْ تَوَضَّأُ تُصَلِّي، وَتَقُولُ: اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَحْصَنْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى زَوْجِي، فَلَا تُسَلِّطْ عَلَيَّ هَذَا الْكَافِرَ، فَغُطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرِجْلِهِ"، قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ أَبُو سَلَمَةَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ: "فَقَالَتْ: اللّٰهُمَّ إِنْ يَمُتْ فَيُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ، فَأُرْسِلَ فِي الثَّانِيَةِ، أَوْ فِي الثَّالِثَةِ، فَقَالَ: وَاللّٰهِ مَا أَرْسَلْتُمْ إِلَيَّ إِلَّا شَيْطَانًا، ارْجِعُوهَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ، وَأَعْطُوهَا آجَرَ فَرَجَعَتْ إِلَى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَتْ: أَشَعَرْتَ أَنَّ اللّٰهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخْدَمَ وَلِيدَةً".))

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی اور انہیں لے کر ایک ایسے شہر پہنچے جہاں ایک سخت گیر ظالم حکمران تھا۔ اسے اطلاع دی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک خوبرو عورت کو لے کر آئے ہیں۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ

میری بہن ہے۔ پھر حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم نے میری بات کو جھٹلانا نہیں ہوگا کیونکہ میں نے ان لوگوں کو بتایا ہے کہ تو میری بہن ہے۔ اللہ کی قسم! اس سرزمین پر میرے اور تیرے علاوہ کوئی مومن نہیں ہے۔

پھر انہوں نے حضرت سارہ کو رضی اللہ عنہا کو اس ظالم کے پاس بھیج دیا۔ وہ بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھنے کے لیے اٹھا تو انہوں نے کھڑے ہو کر وضو کیا پھر نماز پڑھنے لگیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرمگاہ کو اپنے شوہر کے سوا محفوظ رکھا ہے تو تو اس کافر کو میرے اوپر مسلط نہ ہونے دے۔ اس پر بادشاہ کا سانس گلے میں پھنس گیا اور وہ گر پڑا، ایڑیاں رگڑنے لگا۔

حضرت اعرج نے حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا کہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر یہ مر گیا تو کہا جائے گا کہ اسے سارہ نے قتل کیا ہے، چنانچہ وہ درست ہو گیا، پھر وہ بری نیت سے اٹھ کر حضرت سارہ کی طرف جانے لگا تو وہ اٹھیں اور وضوء کرنے کے بعد نماز شروع کر دی۔ پھر دعا کی کہ اے اللہ! اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے بجز اپنے شوہر کے کسی کو اجازت نہیں دی تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ ہونے دے۔ اس پر وہ زمین پر گر پڑا اور اس کا سانس حلق میں پھنس گیا حتی کہ زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے ابوسلمہ کے حوالہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان نقل کیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے دعا کی اے اللہ! اگر یہ ظالم مر گیا تو کہا جائے گا کہ اس عورت نے اسے قتل کیا ہے تو وہ دوسری دفعہ بھی اچھا ہو گیا۔ جب تیسری دفعہ بھی ایسا ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ تم لوگوں نے ایک شیطان عورت کو میرے پاس بھیج دیا ہے۔ اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس لے جاؤ اور اسے آجر (حضرت ہاجرہ) بھی دے دو۔ چنانچہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس آئیں اور فرمایا کہ تم دیکھتے ہو اللہ نے کافر کو ذلیل و خوار کیا اور انھوں نے ایک لڑکی خدمت گذاری کے لیے بھی ساتھ دی ہے۔''

فوائد:

(۱)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سرزمین کنعان سے مصر جانے کے لیے رخت سفر باندھا تھا کیونکہ ان دنوں وہ سخت قحط سالی کی زد میں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی سارہ کے ہمراہ مصر پہنچے تو وہاں ایک ظالم شخص حکمران تھا اور وہ انتہائی عاشق مزاج بھی تھا، اس لئے وہ حسین و جمیل عورتوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ جب اس نے حضرت



سارہ ؓ کے حسن کا چرچا سنا تو اسے بلایا اور اس سے بدکاری کا ارادہ کیا مگر حضرت سارہ کی بدعا سے برائی پر قادر نہ ہو سکا۔ بالآخر اس کے دل میں اس خاندان کی عظمت نقش ہوگئی اور حضرت سارہ کو واپس کر دیا، نیز اپنے خلوص، عقیدت کے پیش نظر اپنی بیٹی ہاجرہ کو ان کی نذر کر دیا تاکہ وہ حضرت سارہ کی خدمت میں رہ کر تعلیم و تربیت حاصل کرے۔

(۲)...... کتب یہود میں اس امر کی وضاحت ہے کہ حضرت ہاجرہ شاہ مصر کی بیٹی تھیں۔ امام بخاری کا استدلال یہ ہے کہ اس کافر بادشاہ نے اپنی شہزادی ہاجرہ کو بطور عطیہ پیش کیا۔ حضرت سارہ نے اسے قبول فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کافر کے ہدیہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۳)......مولانا امین احسن اصلاحی نے حسب عادت لکھا ہے کہ حدیث میں مذکورہ قصہ یہودیوں کا گھڑا ہوا ہے جسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں ٹھونس دیا۔ ہم قارئین کرام کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ فراہی فکر کے حاملین کی کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان کا یہ ادنی سا نمونہ ہے۔

واضح رہے کہ مصلحین کے حلقہ ارادت میں مولانا اصلاحی صاحب کو ''الامام'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، جب کہ علمیت کا یہ حال ہے لکھتے ہیں کہ یہ روایت صحیح بخاری کے علاوہ، جہاں تک مجھے یاد ہے اور کہیں نہیں ہے۔ [1] حالانکہ اس روایت کو درج ذیل کتب حدیث میں دیکھا جا سکتا ہے:

(۱)...... صحیح مسلم، فضائل، ۶۱۴۵۔ (۲)......ابوداود، طلاق، ۲۲۱۲۔

(۳)...... جامع ترمذی، التفسیر، ۳۱۶۶۔ (۴)......مسند امام احمد، ص ۴۰۳، ج ۲۔

اس مقام پر اصلاحی صاحب نے ایک اعتراض بایں الفاظ اٹھایا ہے کہ اس قصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک ایسا جھوٹ بولنے کا مرتکب گردانا گیا ہے جس کا زمین و آسمان میں کوئی فائدہ نہیں۔ حالانکہ محدثین کرام نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ اگر اس کافر کو پتہ چل جاتا کہ یہ ان کی بیوی ہے تو اس کے حصول کے لیے طلاق لینے کی ناپاک کوشش کرتا یا آپ کو قتل کرنے کی گندی جسارت کا مرتکب ہوتا۔ اس لئے آپ نے اپنی بیوی کو بہن کہا۔ چنانچہ علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ اس جابر ظالم کی یہ عادت تھی کہ وہ خاوند والی عورتوں پر ہاتھ ڈالتا تھا اور خاوند کو قتل کر کے اس کی زوجہ پر قبضہ جما لیتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وجہ سے اس ذومعنی لفظ کو استعمال فرمایا۔ اس طرح آپ اس ظالم کی ناپاک اور مذموم جسارت سے محفوظ رہے۔

حدیث نمبر 2218:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: اخْتَصَمَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فِي غُلَامٍ، فَقَالَ سَعْدٌ: هٰذَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنُ أَبِي

[1] تدبر حدیث، ص ۵۰۳، ج ۱.

وَقَّاصٍ، عَهِدَ إِلَيَّ أَنَّهُ ابْنُهُ انْظُرْ إِلَى شَبَهِهِ، وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ: هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ، وُلِدَ عَلَى فِرَاشِ أَبِي مِنْ وَلِيدَتِهِ، فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَهِهِ، فَرَأَى شَبَهًا بَيِّنًا بِعُتْبَةَ، فَقَالَ: هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ، الْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ، وَاحْتَجِبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتَ زَمْعَةَ فَلَمْ تَرَهُ سَوْدَةُ قَطُّ .))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہما نے ایک لڑکے کے متعلق جھگڑا کیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بچہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا لڑکا ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ یہ اس کا بیٹا ہے، آپ اس کی شکل وصورت کو ملاحظہ فرمالیں۔ عبد بن زمعہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے بھائی کے بستر پر ان کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی شکل وصورت دیکھی تو عتبہ سے واضح طور پر ملتی جلتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا اے عبد بن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے۔ لڑکا اس کو ملتا ہے جس کے گھر پیدا ہوا اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ اے سودہ بنت زمعہ! تم اس لڑکے سے پردہ کرو۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر اسے کبھی نہیں دیکھا۔''

فوائد:

(۱)..... اس مقدمہ میں بات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مانی جاتی یا عبد بن زمعہ کی تسلیم کی جاتی، دونوں صورتوں میں بیٹا کافروں کا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقدمہ کی سماعت فرمائی۔ زمعہ کی لونڈی اور اس کی ملکیت کو برقرار رکھا اور اس کا انکار نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کا اپنی ملکیت میں ہر طرح کا تصرف جائز ہے۔

(۲)..... امام بخاری نے اس سے ثابت کیا ہے کہ کفار کا عتق معتبر ہے۔ ان کی لونڈیاں اور ان کی جائیداد ان کی ملکیت ہوں گی اور دیگر معاملات میں بھی ان کے حقوق کو تسلیم کیا جائے گا۔ یہ نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ یہ لوگ کافر ہیں، اس لئے ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر ان سے جنگ کا معاملہ پیش آجائے تو اس کے اصول وضوابط الگ ہیں۔

(۳)..... قانونی اعتبار سے نومولود کی شکل وصورت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ وہ اس کا بیٹا تسلیم کیا جائے گا جس کے گھر اس کی پیدائش ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو احتیاطاً پردے کا حکم دیا کیونکہ اس کی شکل وصورت عتبہ بن ابی وقاص سے ملتی جلتی تھی۔ واللہ اعلم

حدیث نمبر 2219:

((قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِصُهَيْبٍ: اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَدَّعِ إِلَى غَيْرِ أَبِيكَ، فَقَالَ صُهَيْبٌ مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِي كَذَا وَكَذَا، وَأَنِّي قُلْتُ ذٰلِكَ وَلٰكِنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ.))

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم اللہ سے ڈرو اور خود کو اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے سے منسوب نہ کرو۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اگر مجھے اتنا اتنا مال ملے تب بھی اس طرح کا دعوی کرنا پسند نہ کروں لیکن مجھے بچپن میں چرا لیا گیا تھا۔''

فوائد:

(۱)...... یہ روایت انتہائی مجمل ہے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اصلاً عرب تھے۔ ان کے والد قبیلہ نمر سے اور والدہ بنوتمیم سے تھیں۔ یہ دونوں قبیلے عرب ہیں۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو بچپن میں ہی کسی نے اغواء کر کے رومیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ ان کی پرورش رومی علاقے میں ہوئی۔ اس بناء پر رومی لب ولہجہ میں عربی بولتے تھے۔ اغواء کے وقت انہیں اتنا شعور تھا کہ وہ کن لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں اور کن لوگوں میں انہوں نے پرورش پائی ہے۔

قبیلہ کلب نے انہیں رومیوں سے خریدا۔ ان سے ابن جدعان نے خرید کر انہیں آزاد کر دیا تھا۔ عرب میں واپس آنے کے بعد جب انہوں نے اپنے حسب ونسب کا اظہار کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان کے بیان پر شبہ کا اظہار کیا۔ تب حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے وضاحت فرمائی جو حدیث میں ہے۔

(۲)...... مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت صہیب سے اس قسم کی گفتگو کی تھی تو آپ نے بتایا تھا کہ میں سنان بن مالک کا بیٹا ہوں البتہ بچپن میں مجھے چرا لیا گیا تھا اور رومیوں کے ہاتھ بیچ دیا گیا اور میری پرورش رومیوں میں ہوئی اس لئے میں انہی کے لب ولہجہ میں عربی بولتا ہوں۔ [1]

(۳)...... امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ کفار ومشرکین کی ملک صحیح ہے۔ اس کا اعتبار کیا جائے گا کیونکہ ابن جدعان نے انہیں خریدا، پھر آزاد کیا۔ اس بناء پر کفار کی خرید وفروخت، عتق وھبہ وغیرہ کا اعتبار ہوگا۔ صرف ان کے کفر کی وجہ سے انکار نہیں کیا جائے گا۔

حدیث نمبر 2220:

((أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ أُمُورًا كُنْتُ أَتَحَنَّثُ

[1] عمدة القاری، ص ۵۳۹، ج۸.



أَوْ أَتَـحَـنَّثُ بِهَا فِي الجَاهِلِيَّةِ مِنْ صِلَةٍ وَعَتَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ، هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ حَكِيمٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَسْلَمْتَ عَلَى مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ .))

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! ان نیک کاموں کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جنہیں زمانہ جاہلیت میں صلہ رحمی، غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے سلسلہ میں میں کیا کرتا تھا، کیا ان کا بھی مجھے ثواب ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ بھلائی تم سے گذشتہ دور میں ہو چکی ہے، اسی کی بدولت تو تم اسلام لائے ہو۔''

فوائد:

امام بخاری نے کفار و مشرکین کے حقوق کے متعلق ایک قدم اور آگے بڑھا دیا کہ زمانہ جاہلیت میں اگر کسی نے نیکی کے کام کئے تھے، پھر وہ اسلام لے آیا تو اسے ان نیکیوں پر بھی اجر ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان نیکیوں کو ختم کر کے نہیں بلکہ انہیں باقی رکھ کر اسلام میں آئے ہو اور اس پر تمہیں اجر ملے گا۔ اس کے برعکس جو باطل چیزیں ہیں اسلام لانے کے بعد ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی، اسلام ان سب کو مٹا دے گا۔

عنوان سے اس حدیث کی مطابقت بایں طور پر ہے کہ مشرک کا صدقہ کرنا، اپنے اقارب سے حسن سلوک کرنا اور غلام آزاد کرنا تب ہی درست ہو سکتا ہے کہ ان میں اس کی ملکیت کو صحیح سمجھا جائے۔ مشرک کا حق ملکیت تسلیم شدہ ہے کیونکہ غلام آزاد کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ اس کی ملکیت کو صحیح تسلیم کیا جائے۔ ❶



❶ فتح الباری، ص ۵۲۱، ج ٤.



دباغت سے پہلے مردار کی کھال کا حکم

حدیث نمبر 2221:

((انَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ مَيِّتَةٍ، فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِإِهَابِهَا؟، قَالُوا: إِنَّهَا مَيِّتَةٌ، قَالَ: إِنَّمَا حَرُمَ أَكْلُهَا.))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری کے پاس سے گزرے تو فرمایا تم نے اس کی کھال سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟ لوگوں نے کہا یہ تو مردار ہے، آپ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔''

فوائد:

(۱)......اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ مردار کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ لہٰذا اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردار کے کھانے کو ہی حرام قرار دیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی خرید وفروخت کو حرام نہیں فرمایا۔ بظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ مردار کی کھال سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اگر چہ اسے دباغت نہ دی گئی ہو۔ امام زہری نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی موقف معلوم ہوتا ہے لیکن مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ تم نے اس کی کھال کو دباغت کیوں نہیں کیا اور پھر اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھایا؟! [1]

(۲)......اس سے معلوم ہوا کہ مردار کی کھال کو دباغت دیے بغیر استعمال نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اس کی خرید وفروخت کرنا چاہیے۔ امام بخاری کے اس موقف کی تاویل بایں الفاظ ہوسکتی ہے کہ نا پختہ چمڑے کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کی رطوبت ختم ہو جائے خواہ وہ دباغت سے ہو یا دھوپ لگنے سے۔ اس بناء پر دباغت جواز بیع کے لیے شرط نہیں ہے۔

(۳)......اصلاحی صاحب نے اس مقام پر ایک سوال اٹھایا ہے کہ دباغت کا اس حدیث میں کہاں ذکر آیا ہے جس کا تذکرہ امام بخاری نے عنوان میں کیا ہے۔ [2]

اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ ''اھاب'' اس چمڑے کو کہتے ہیں جسے دباغت نہ کیا گیا ہو کیونکہ دباغت کے بعد اسے قربہ کہتے ہیں، اس لئے اصلاحی صاحب کا سوال بے محل ہے۔

[1] صحیح مسلم، الحیض، ۷۰۶.
[2] تدبر حدیث، ص ۵۰۶، ج ۱.


باب 102

خنزیر کو قتل کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خنزیر کی خرید وفروخت کو حرام قرار دیا ہے۔

وضاحت:

(۱)...... اس روایت کو خود امام بخاری نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔ ❶

(۲)...... اس عنوان کو کتاب البیوع میں اس لئے ذکر کیا ہے کہ شریعت نے جس جانور کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس کے حرام ہونے کی علامت ہے اور حرام چیز کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے جیسا کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ میں صراحت ہے۔

(۳)...... اس وضاحت کے بعد امین احسن اصلاحی کے قابل اصلاح فکر کو ملاحظہ فرمائیں کہ امام صاحب نے قتل خنزیر کا باب شاید ندرت کے خیال سے باندھا ہے ورنہ کتاب البیوع کے حوالہ سے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ❷ جب انسان کی سوچ وبچار میں کجی ہو اور وہ محدثین کے کارہائے نمایاں کو استخفاف سے دیکھنے کا عادی ہو وہاں سمجھ میں کیا آ سکتا ہے۔ کاش اس مقام پر فتح الباری کا مطالعہ کیا ہوتا تو یہ حضرت اس قدر ناپختہ بات نہ کہتے۔ ❸

حدیث نمبر 2222:

((عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا، فَيَكْسِرَ الصَّلِيبَ، وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيرَ، وَيَضَعَ الْجِزْيَةَ، وَيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، عنقریب تم میں حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، اس وقت وہ حاکم منصف ہوں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال اس طرح بہے گا کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہو گا۔''

---

❶ صحیح بخاری، حدیث ۲۲۳٦.

❷ تدبر حدیث، ص ۵۰۸، ج ۱.

❸ فتح الباری، ص ۵۲۲، ج ٤.

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب البیوع میں اس لئے ذکر کیا ہے کہ جو شے حرام ہو اور اس کی بیع جائز نہ ہو، اسے مار ڈالنا جائز ہے۔ خنزیر کی بیع کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، اس اعتبار سے اس کا مار ڈالنا جائز ہے۔ لیکن اہل ذمہ کے خنزیر کو مارنا جائز نہیں کیونکہ وہ ان کے نزدیک مال ہے اور ہمیں ان کے اموال کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۲)...... سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مطلق طور پر خنزیر کو مار ڈالیں گے کیونکہ ان کے زمانہ میں کوئی ذمی نہیں ہوگا بلکہ اہل کتاب سب مسلمان ہو جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ صلیب کو بھی توڑ ڈالیں گے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

(۳)...... قتل خنزیر سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے دور میں خنزیر کی نسل کشی کا حکم جاری کریں گے۔ اس میں اس کے کھانے کی حرمت کا بیان ہے اور عیسائیوں کے لیے سخت وعید ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن خنزیر کھانا حلال کہتے ہیں اور اس کی محبت میں مبالغہ کرتے ہیں۔ ❶

(۴)...... متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کی بنیاد پر جملہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں۔ قرب قیامت کے وقت وہ نازل ہوں گے اور شریعت محمدیہ کو نافذ کریں گے۔

(۵)...... مذکورہ حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے حلفیہ بیان فرمایا ہے کہ وہ ضرور نازل ہوں گے لیکن مولانا امین احسن اصلاحی نے اس موقع پہ کس دجل سے کام لے کر لکھا ہے کہ نصاریٰ کی یہ روایت ہمارے ہاں بھی آ گئی ہے۔ قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔ اتنا بڑا عقیدہ قرآن میں ہونا چاہیے تھا، اخبار آحاد پر ہم کوئی عقیدہ نہیں قائم کر سکتے۔ ❷

(٦)...... آپ نے اس حدیث کی سند پر بھی بحث کی ہے۔ لکھا ہے کہ اس میں ایک راوی تو ابن شہاب ہیں جن کے بارے میں میں اپنی رائے کا اظہار میں کرتا آ رہا ہوں۔ دوسرے راوی سعید بن مسیّب ہیں۔ ان سے مجھے پہلے بڑا حسن ظن رہا ہے کہ مدینہ کے جید علماء سے ہیں۔ میں ان کی تعریف کرتا کہ فقہ میں ان کا بڑا مقام ہے لیکن میں نے جب ان کے بارے میں جرح وتعدیل کے ائمہ کی رائے پڑھی تو معلوم ہوا کہ یہ شیعوں کے ساتھ شیعہ اور سنیوں کے ساتھ سنی ہیں تو میں بڑا مایوس ہوا۔ ❸

ہمارے نزدیک اس سے بڑا کوئی جھوٹ نہیں ہے جو اس "امام" نے لکھا ہے۔ ہماری معلومات کے مطابق جرح وتعدیل کے کسی امام نے بھی حضرت سعید بن مسیّب کے متعلق ایسا نہیں لکھا ہے۔ عقیدہ نزول کے متعلق ہم اپنی گزارشات آئندہ کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم کے تحت بیان کریں گے۔ باذن اللہ

---

❶ فتح الباری، ٥٢٢، ج٤.
❷ تدبر حدیث، ص ٥٠٩، ج١.
❸ تدبر حدیث، ص ٥٠٧، ج١.




مردار کی چربی پگھلائی جائے
اور نہ ہی اس کی چکناہٹ کو فروخت کیا جائے

اس مضمون کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔

وضاحت:

اس روایت کو خود امام بخاری نے متصل سند سے ذکر کیا ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2223:

(((عَنِ)ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، يَقُولُ: بَلَغَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَنَّ فُلانًا بَاعَ خَمْرًا ، فَقَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ فُلانًا ، أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ ، فَجَمَلُوهَا فَبَاعُوهَا .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ فلاں آدمی نے شراب بیچی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ فلاں کو ہلاک کرے، کیا وہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہود پر لعنت کرے کیونکہ ان پر مردار کی چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر اس کی خرید وفروخت شروع کر دی۔''

فوائد:

(ا)...... صحیح مسلم میں صراحت ہے کہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے شراب فروخت کی تھی۔ ان کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بیان جاری کیا تھا۔ حالانکہ شراب کی حرمت مشہور ومعروف تھی۔ اس کی تاویل کے متعلق تین اقوال ہیں:

الف:...... انہوں نے اہل کتاب سے، ان پر عائد جذیہ کی قیمت کے عوض شراب لی اور پھر اسے ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ ان کے گمان کے مطابق ایسا کرنا جائز تھا۔

ب:...... انہوں نے انگوروں کا شیرہ فروخت کیا تھا جس سے شراب تیار کی جاتی ہے۔ شیرے کو مجازی طور پر شراب کہہ دیا جاتا ہے۔

---

❶ صحيح بخاري ، البيوع ، ٢٢٣٦ .

ج:...... انہوں نے شراب کا سرکہ بنالیا، پھر اسے فروخت کیا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہ تھا۔

(۲)...... ایک اور احتمال بھی ہے کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ کو شراب کی حرمت کا ضرور علم تھا مگر اس کی خرید و فروخت کے متعلق علم نہ تھا۔ کیونکہ انہیں علم ہوتا اور دیدہ دانستہ ایسا کام کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء نہ کرتے بلکہ فوراً معزول کر دیتے۔

بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کام کو اچھا خیال نہ کیا اور فرمایا کہ اس طرح کی حیلہ سازی تو یہودی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کرنا شروع کر دیا۔ ❶

حدیث نمبر 2224:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَاتَلَ اللّٰهُ يَهُودَ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ، فَبَاعُوهَا وَأَكَلُوا أَثْمَانَهَا، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: (قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ) (التوبة: ۳۰): لَعَنَهُمْ، (قُتِلَ) (الذاريات: ۱۰): لُعِنَ، (الْخَرَّاصُونَ) (الذاريات: ۱۰): الْكَذَّابُونَ.))

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے، ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اسے فروخت کرنا شروع کر دیا اور اس کی قیمتیں کھانے لگے۔

ابو عبداللہ (بخاری) نے کہا کہ قاتل کا معنی لعنت کرنا ہے جیسا کہ ''قتل الخراصون'' (الذاریات: ۱۰) کا معنی جھوٹوں پر لعنت کی گئی ہے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی حیلہ سازی اور وسیلہ جوئی جو انسان کو کسی ممنوع کام تک پہنچا دے ناجائز اور حرام ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جس چیز کی ذات حرام ہے اس کی قیمت کھانا بھی حرام ہے۔

(۲)...... آخر میں امام بخاری نے قَاتَلَ کا معنی لَعَنَ کیا ہے اور یہ معنی انہوں نے قرآن مجید سے اخذ کیا ہے۔ قرآن میں ہے ''قتل الخراصون'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا معنی لعنت زدگی کیا ہے اور ''خراصون'' کا معنی کذابون ہے۔ اسے امام مجاہد نے اختیار کیا ہے۔ ❷

(۳)...... واضح رہے کہ اس حدیث کے مطابق حرام چیزوں کی شکل تبدیل کر کے انہیں فروخت کرنا اور ان کی قیمت استعمال کرنا حرام ہے۔

---

❶ فتح الباري، ص ۵۲۳، ج ٤.
❷ فتح الباري، ص ۵۲۵، ج ٤.


باب 104

بے جان اشیاء کی تصویر

ایسی تصویروں کی خرید وفروخت کا بیان جن میں روح نہیں ہوتی اور اس میں جو چیز مکروہ ہے

حدیث نمبر 2225:

((عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الحَسَنِ ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا أَبَا عَبَّاسٍ ، إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ يَدِي ، وَإِنِّي أَصْنَعُ هَذِهِ التَّصَاوِيرَ ، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لاَ أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: مَنْ صَوَّرَ صُورَةً ، فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الرُّوحَ ، وَلَيْسَ بِنَافِخٍ فِيهَا أَبَدًا فَرَبَا الرَّجُلُ رَبْوَةً شَدِيدَةً ، وَاصْفَرَّ وَجْهُهُ ، فَقَالَ: وَيْحَكَ ، إِنْ أَبَيْتَ إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ ، فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ ، كُلِّ شَيْءٍ لَيْسَ فِيهِ رُوحٌ ، قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: سَمِعَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ، مِنَ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ ، هَذَا الوَاحِدَ .))

"حضرت سعید بن الحسن سے روایت ہے، اس نے کہا میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ ان کے ہاں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا اے ابن عباس! میں ایک ایسا انسان ہوں جس کا پیشہ صرف دستکاری ہے، میں یہ تصویریں بناتا ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں تجھے وہی بات کہوں گا جسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کوئی تصویر بنائی تو اللہ اسے عذاب دیتا رہے گا تا آنکہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ کبھی اس میں روح نہیں ڈال سکے گا۔

یہ سن اس شخص نے ٹھنڈا سانس لیا اور ساتھ ہی اس کا چہرہ فق ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے کہا تیرا بھلا ہو اگر تجھے تصویریں بنانے پر اصرار ہے تو درختوں یا ان چیزوں کی تصویریں بنالیا کر جن میں روح نہیں ہے۔

ابوعبداللہ (بخاری) نے کہا کہ سعید بن ابی عروبہ نے حضرت نضر بن انس سے یہی ایک حدیث سنی ہے۔"

فوائد:

(ا)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی روح کی تصویر بنانا حرام ہے، خواہ وہ ہاتھ سے ہو یا کیمرے سے، وہ

مجسم ہو یا کاغذ پر پرنٹ ہو، کسی حالت میں ذی روح بنانا درست نہیں ہے۔ اس بنا پر تصویر کشی اور فوٹو گرافی کو بطور کاروبار اختیار کرنا بھی شرعاً ناجائز ہے جب کہ مذکورہ حدیث میں اس کی صراحت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جو آدمی آیا تھا اس کا ذریعہ معاش ہی تصویر کشی تھا، اس پر اسے وعید سنائی گئی۔ ہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت سے امام بخاری نے یہ استنباط کیا ہے کہ غیر ذی روح کی تصاویر بنانا اور ان کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ مذکورہ عنوان میں اس کی اباحت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۲)...... امام بخاری نے آخر میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اسے خود ہی آئندہ متصل سند سے بیان کریں گے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ جس نے دنیا میں تصویر کشی کی، قیامت کے دن اسے اپنی تیار کردہ تصویر میں روح پھونکنے کے متعلق کہا جائے گا لیکن وہ کسی صورت اس میں روح نہیں ڈال سکے گا۔ ❶

(۳)...... ایک روایت میں ہے کہ جس نے تصویر بنائی اسے قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا۔ ❷



❶ صحیح بخاری، اللباس، ۵۹۶۳.
❷ صحیح بخاری، حدیث ۷۰۴۲.


باب 105

شراب کی تجارت حرام ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کی تجارت کو حرام فرمایا ہے۔

وضاحت:

اس معلق روایت کو امام بخاری نے خود ہی متصل سند سے بیان کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت اعلان کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے شراب کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔ [1]

حدیث نمبر 2226:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: لَمَّا نَزَلَتْ آيَاتُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ عَنْ آخِرِهَا، خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ شراب کی تجارت کو حرام کر دیا گیا ہے۔''

فوائد:

(۱)......مسند امام احمد میں حضرت تمیم داری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت حرام قرار دی ہے۔ [2]

(۲)......اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شراب کی قیمت کا دعوی کرنا اور اسے استعمال کرنا حرام ہے۔ [3]

(۳)......اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب کی حرمت اور اس کی خرید و فروخت کی ممانعت ان دونوں میں کچھ آگے پیچھے کا فرق ہے۔ بہر حال اصل یہ ہے کہ جس چیز کا استعمال حرام ہو اس کی تجارت بھی حرام ہے۔ واللہ اعلم

---

[1] صحيح بخاری، البيوع، ٢٢٣٦.
[2] فتح الباری، ص ٥٢٧، ج ٤.
[3] فتح الباری، ص ٥٣٦، ج ٤.


باب 106

آزاد شخص کو فروخت کرنے کا کفارہ

حدیث نمبر 2227:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: رَجُلٌ أَعْطَى بِي ثُمَّ غَدَرَ، وَرَجُلٌ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ، وَرَجُلٌ اسْتَأْجَرَ أَجِيرًا فَاسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَمْ يُعْطِ أَجْرَهُ.)).

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے ''میں قیامت کے دن تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا۔ ایک وہ جس نے میرا نام لے کر عہد و پیمان کیا پھر بے وفائی کی، دوسرا وہ جس نے کسی آزاد آدمی کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھائی اور تیسرا وہ جس نے کسی مزدور سے پورا کام لیا لیکن اسے اس کی اجرت نہیں دی۔''

فوائد:

(۱)...... حدیث میں مذکور یہ تینوں بڑے اخلاقی جرائم ہیں:۔

اللہ کے نام پر کسی سے عہد و پیمان کرنا پھر اسے توڑ دینا یہ اللہ تعالیٰ سے بے وفائی ہے۔ ایسے شخص کو سخت عذاب ہوگا کیونکہ اس نے اللہ کے نام کا احترام نہیں کیا۔ نیز تمام مسلمان آزاد ہونے میں مساوی ہیں لیکن اس سے بڑا ظلم کیا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی آزاد آدمی کو غلامی کی زنجیر میں جکڑ دے اور اس کے تمام تصرفات ختم کر کے اس کی آزادی سلب کرے۔ تیسرے وہ انسان جو کسی مزدور سے بلا اجرت کام لیتا ہے۔

بہر حال ایسے جرم پیشہ لوگوں کے خلاف اللہ تعالیٰ خود ہی مدعی ہوگا۔ ایسے لوگوں کی نامرادی اور ناکامی کی کوئی حد نہیں ہے، ہاں اگر کوئی جہالت یا لاعلمی کی وجہ سے کسی آزاد آدمی کو فروخت کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہیں ہوگا۔ آزاد آدمی کو غلام بنانے کی دو صورتیں ہیں:

الف:...... غلام کو آزاد کر کے اسے چھپائے رکھنا یا اس کی آزادی کا انکار کر دینا۔

ب:...... آزاد کرنے کے بعد زبردستی اس سے خدمت لیتے رہنا۔

لیکن حدیث میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ ان صورتوں سے زیادہ سنگین ہے کیونکہ اس میں ایک آزاد آدمی کو غلام بنا کر فروخت کرنا پھر اس کی قیمت ہڑپ کر جانا ہے۔ ❶

❶ فتح الباری، ص ۵۲۸، ج ٤.



باب 107

یہودیوں کو جلا وطن کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کا انہیں اپنی زمینیں فروخت کرنے کا حکم دینا

اس سلسلہ میں حضرت مقبری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی ہے۔

وضاحت:

(۱)......امام بخاری نے اس عنوان کے تحت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی جس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے اسے کتاب الجہاد میں بایں الفاظ بیان کیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم مسجد میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ حجرہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: آؤ یہودیوں کے پاس چلیں ۔ چنانچہ یہودیوں کے بیت المدراس میں گئے تو آپ نے ان سے فرمایا: یہودیو! مسلمان ہو جاؤ، سلامتی میں رہو گے ۔ یقین کر لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے اور میں تمہیں اس سرزمین سے جلا وطن کرنا چاہتا ہوں ۔ جس کے پاس کوئی چیز ہو وہ اسے فروخت کر دے ورنہ جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔ [1]

یہ وہ یہودی ہیں جو بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر کے جلا وطن ہونے کے بعد مدینہ طیبہ میں رہ گئے تھے ۔

(۲)......امام بخاری نے زمین کی بیع کو بھی عام اموال کی مثل قرار دیا ہے۔ حدیث میں اگرچہ زمین کا ذکر نہیں ہے تاہم اس میں لفظ ''مال'' عام ہے جو زمین کو بھی شامل ہے۔

(۳)......واضح رہے کہ بخاری کے بعض نسخوں میں یہ عبارت نہیں پائی جاتی۔ واللہ اعلم

---

[1] صحیح بخاری، ۳۱۶۷.





باب 108

غلام اور جانور کا جانور کے عوض فروخت کرنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک اونٹنی چار اونٹنیوں کے عوض خریدی اور یہ ضمانت لی کی ان کا مالک انہیں ربذہ پہنچا دے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کبھی ایک اونٹ دو اونٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض خرید کیا۔ ایک تو موقع پر دے دیا اور کہا کہ دوسرا بلا تاخیر ان شاء اللہ کل دوں گا۔

حضرت ابن مسیّب نے کہا حیوانات میں سود نہیں۔ ایک اونٹ دو اونٹوں کے عوض اور ایک بکری دو بکریوں کے عوض ادھار خریدنا جائز ہے۔

حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ ایک اونٹ کو دو اونٹوں کے عوض اور ایک درہم کو ایک درہم کے عوض ادھار خریدنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وضاحت:

(۱)...... قبل ازیں بیان ہوا تھا کہ اجناس کی باہمی خرید وفروخت کے متعلق دو اصول ہیں۔

الف:...... اگر ایک جنس کا اسی کے ساتھ تبادلہ مقصود ہو تو دو چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔

دونوں برابر برابر ہوں

سودا نقد بنقد ہو

ب:...... اگر دو اجناس کا باہمی تبادلہ کرنا ہو تو ایک چیز کو پیش نظر رکھنا ہوگا کہ سودا نقد بنقد ہو البتہ اس میں کمی بیشی جائز ہے۔

(۲)...... اس عنوان میں غلام اور حیوانات کے متعلق اجازت دی گئی ہے کہ ان کے تبادلہ میں کمی بیشی اور ادھار دونوں کی رعایت ہے۔ ایک اعلیٰ نسل کا اونٹ دو یا اس سے زائد اونٹوں کے بدلے نقد یا ادھار فروخت کیا جا سکتا ہے کیونکہ حیوانات میں سود نہیں ہے۔

(۳)...... امام بخاری نے اس کے جواز کے لیے پانچ آثار پیش کیے ہیں:۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام مالک اور امام شافعی نے متصل سند سے بیان کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام شافعی نے موصولاً ذکر کیا ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی خرید وفروخت کا معاملہ مصنف عبدالرزاق میں متصل سند سے مذکور ہے۔

حضرت سعید بن مسیب کا قول مصنف ابن ابی شیبہ میں بیان ہوا ہے۔

اور ابن سیرین کا اثر مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے۔ ❶

حدیث نمبر 2228:

((عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةُ فَصَارَتِ الٰى دَحْيَةَ الْكَلْبِيِّ، ثُمَّ صَارَتِ الٰى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ (غزوہ خیبر کے وقت) قیدیوں میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ وہ دحیہ کلبی کے حصہ میں آئیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مل گئیں۔''

فوائد:

(۱)..... مذکورہ روایت انتہائی مختصر ہے۔ دوسری روایات میں تفصیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو دحیہ کلبی سے سات غلاموں کے عوض خریدا۔ ❷

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلاموں کے عوض ایک غلام خرید کیا۔ ❸

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اونٹ ختم ہو گئے تو آپ نے انہیں صدقہ کے اونٹ آنے پر ادھار اونٹ لینے کا حکم فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک اونٹ، صدقہ کے دو اونٹوں کے بدلہ میں لیتا تھا یعنی دو اونٹوں کی ادائیگی صدقہ کے اونٹ آنے پر ہوگی۔ ❹

(۲)..... ایک روایت ان روایات کے معارض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیوان کو حیوان کے بدلے ادھار فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ❺

محدثین کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس روایت میں ادھار سے مراد دونوں طرف سے ادھار ہے اور ایسا کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ❻

(۳)..... ہمارے رجحان کے مطابق حیوان کی حیوان کے عوض خرید وفروخت ادھار اور کمی بیشی کے ساتھ مطلق طور پر جائز ہے۔ واللہ اعلم



❶ فتح الباری، ص ۵۳۰، ج ٤.
❷ مسند امام احمد، ص ۱۲۳، ج ۳.
❸ صحیح مسلم، المساقاۃ، ۱۶۰۲.
❹ ابو داؤد، البیوع، ۳۳۵۷.
❺ بیہقی، ص ۲۸۸، ج ۵.
❻ معالم السنن، ص ۲۹، ج ۵.


باب 109

لونڈی غلام کی خرید وفروخت

حدیث نمبر 2229:

((انَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّا نُصِيبُ سَبْيًا، فَنُحِبُّ الأَثْمَانَ، فَكَيْفَ تَرَى فِي الْعَزْلِ؟ فَقَالَ أَوَإِنَّكُمْ تَفْعَلُونَ ذَلِكَ؟ لاَ عَلَيْكُمْ أَنْ لاَ تَفْعَلُوا ذَلِكُمْ، فَإِنَّهَا لَيْسَتْ نَسَمَةٌ كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ خَارِجَةٌ.))

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو عرض کیا یا رسول اللہ! ہمیں جو لونڈیاں ملتی ہیں ہم ان سے جماع کرتے ہیں لیکن ان کے عوض قیمت وصول کرنا بھی پسند کرتے ہیں، ایسے حالات میں عزل کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم ایسا کرتے ہو؟ تم ایسا نہ کرو تو کیا حرج ہے؟ اس لئے کہ جس روح کا آنا اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہ تو آ کے رہے گی یعنی تم عزل کرو یا نہ کرو۔''

فوائد:

(۱)......عزل یہ ہے کہ عورت سے جنسی تعلق تو قائم کر لیا جائے لیکن انزال سے قبل آدمی عورت سے الگ ہو جائے تاکہ حمل قرار نہ پا سکے۔ یہ تدبیر مرد عورت دونوں کے لیے تکلیف دہ اور خلاف فطرت ہے۔

(۲)......مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی لونڈیوں سے جنسی تعلق تو قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن انہیں فروخت کر کے دام کھرے بھی کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ یہ نہیں چاہتے کہ جماع کے نتیجہ میں کوئی اولاد پیدا ہو جائے کیونکہ ایسا ہونے سے وہ ام ولد بن جائے گی جسے فروخت نہیں کیا جا سکتا۔

کیا ایسے حالات میں عزل کیا جا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تعلیم دی کہ اگر تم لونڈی فروخت کرنے کے خواہش مند ہو تو حمل سے بچنے کے لیے ضبط نفس سے کام لو کیونکہ جو تدبیر تم نے اختیار کی ہے، یہ اتنی کارگر ثابت نہیں ہو سکی، کیونکہ دریا میں اترنے کے بعد اپنے دامن کو تر ہونے سے کون بچا سکتا ہے۔

(۳)......بہر حال امام بخاری نے اس حدیث سے لونڈی غلام کی خرید وفروخت کو ثابت کیا ہے۔




باب 110

مدبر غلام کی خرید وفروخت کا بیان

وضاحت:
مدبر اس غلام کو کہتے ہیں جس کا مالک وصیت کر دے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو گے، اس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسے فروخت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بوقت ضرورت اس قسم کے غلام کو فروخت کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث میں اس کی وضاحت ہو گی۔

حدیث نمبر 2230:
((عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: بَاعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُدَبَّرَ.))
''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مدبر غلام کو فروخت کیا۔''

حدیث نمبر 2231:
((عَنْ عَمْرٍو، سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: بَاعَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.))
''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آقا کے مرنے کے بعد آزاد ہونے والے غلام کو فروخت کر دیا تھا۔''

فوائد:
(۱)...... ایک حدیث میں صراحت ہے کہ غلام کا نام 'یعقوب' اس کے آقا کا نام ابو مذکور انصاری، جس نے خریدا وہ نعیم بن عبداللہ اور انہوں نے آٹھ سو درہم کے عوض خریدا تھا۔ چونکہ اس کا مالک مقروض تھا۔ اس غلام کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فروخت کر دیا تھا۔ اس سے قرض کی نزاکت کا پتہ چلتا ہے کہ اس کی خاطر مدبر غلام کو نیلام کیا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس غلام نے اپنے آقا کی وفات کے بعد آزاد ہو جانا تھا۔

حدیث نمبر 2232,2233:
((اَنَّ عُبَيْدَ اللّٰهِ، أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ، وَأَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، أَخْبَرَاهُ: أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ تَزْنِي وَلَمْ تُحْصَنْ، قَالَ: اجْلِدُوهَا، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ، فَاجْلِدُوهَا، ثُمَّ بِيعُوهَا بَعْدَ الثَّالِثَةِ



أَوِ الرَّابِعَةِ .))

’’حضرت زید بن خالد اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب کہ آپ سے اس لونڈی کے متعلق سوال کیا گیا جو زنا کرے اور شادی شدہ نہ ہو تو آپ نے فرمایا اسے کوڑے لگاؤ، اگر پھر زنا کرے تو کوڑے مارو، پھر تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد فرمایا اسے فروخت کر دو۔‘‘

حدیث نمبر 2234:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ: إِذَا زَنَتْ أَمَةُ أَحَدِكُمْ ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا ، فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ ، وَلَا يُثَرِّبْ عَلَيْهَا ، ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيَجْلِدْهَا الْحَدَّ ، وَلَا يُثَرِّبْ ، ثُمَّ إِنْ زَنَتِ الثَّالِثَةَ ، فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيَبِعْهَا وَلَوْ بِحَبْلٍ مِنْ شَعَرٍ .))

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور وہ ثابت ہو جائے تو اسے بطور حد کوڑے مارے، البتہ اسے طعن و ملامت نہ کرے۔ اگر پھر زنا کا ارتکاب کرے تو اس مرتبہ بھی بطور حد کوڑے لگائے لیکن کسی قسم کی لعنت و ملامت نہ کرے۔ پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے اور اس کا زنا واضح ہو جائے تو اسے فروخت کر دے خواہ بالوں کی ایک رسی کے عوض ہی کیوں نہ ہو۔‘‘

فوائد:

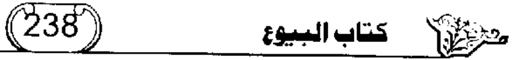
(۱)...... اگر لونڈی بار بار بدکاری کی مرتکب ہو تو مفت میں بھی اس سے جان چھڑا لی جائے تو اچھا ہے۔

(۲)...... واضح رہے کہ اس حدیث میں جو حد لگانے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ مالک خود ہی اسے کوڑے مارنا شروع کر دے بلکہ حد جاری کرنے کا حق عدالت کو ہے۔ حد جاری ہو جانے کے بعد اسے مزید طعن و ملامت کرنے یا کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مجرم نے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے اور وہ قانون کی رو سے کیفر کردار کو پہنچ گیا ہے۔

(۳)...... اس حدیث کا عنوان سے بایں تعلق ہے کہ اس میں لونڈی کو فروخت کرنے کا حکم عام ہے اور اس لونڈی کو بھی شامل ہے جو مدبرہ ہو۔

علامہ عینی نے اس استدلال پر اعتراض کیا ہے کہ حدیث میں جواز بیع کو دو تین دفعہ زنا کرنے پر موقوف رکھا گیا ہے جب کہ قائلین کے نزدیک تو مدبر کی بیع ہر حال میں درست ہے خواہ وہ زنا کرے یا نہ کرے۔ ❶

❶ عمدة القاری ، ص ٥٢٦ ، ج ٨.

(۴) ...... لیکن علامہ موصوف کا یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ مدبرہ لونڈی اگر مکرر سہ کرر زنا کرے تو اسے فروخت کرنے کا جواز اس حدیث سے معلوم ہوا اور جو لوگ مدبر کی بیع کو جائز خیال نہیں کرتے وہ زنا کرنے کی صورت میں بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔ اس لئے یہ حدیث تو ان کے موقف کے خلاف ہے جو مدبرہ کی بیع کو جائز خیال نہیں کرتے اور جو مدبرہ کی بیع کے قائل ہیں، یہ حدیث ان کے موافق ہے۔ چنانچہ اس میں مطلق لونڈی کا ذکر ہے اور وہ مدبرہ کو بھی شامل ہے۔ واللہ اعلم

باب 111

کیا آقا اپنی لونڈی کو استبراء رحم سے پہلے سفر میں لے جا سکتا ہے

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ آقا کے لیے اس میں کوئی حرج نہیں کہ ایسی لونڈی کا بوسہ لے یا اس سے بغلگیر ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب ایسی لونڈی کو ہبہ کر دیا گیا جس کے ساتھ صحبت کی گئی ہو یا اسے فروخت کر دیا گیا یا آزاد کر دیا گیا تو اس کے غیر حاملہ ہونے کا ثبوت ایک حیض آنے پر حاصل ہوگا اور کنواری کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت عطاء کی رائے یہ ہے کہ اپنی حاملہ لونڈی کے ساتھ شرمگاہ کے علاوہ باقی جسم سے تمتع کیا جا سکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا عَلَىٰٓ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ (المؤمنون: ٦)

''مگر اپنی بیویوں سے یا لونڈیوں سے''

وضاحت:

(۱)...... استبراء رحم کا مطلب یہ ہے کہ زن و شوہر کا تعلق قائم کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کے رحم میں بچہ تو نہیں ہے۔ اس کے لیے کم از کم ایک حیض آنے کا انتظار کیا جائے۔ ہاں اگر لونڈی کنواری ہے تو اس کے لیے استبراء رحم کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲)...... سفر و حضر میں جماع سے قبل استبراء رحم ضروری ہے۔ عنوان میں سفر کا ذکر اس لئے ہیں کہ دوران سفر اختلاط وغیرہ سے جماع کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

(۳)...... حضرت حسن بصری کے قول کو امام ابن ابی شیبہ نے متصل سند سے بیان کیا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر بھی مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔

عطاء ابن ابی رباح کے کلام میں حاملہ لونڈی سے مراد وہ لونڈی ہے جو اس کے مالک کے علاوہ کسی دوسرے سے حاملہ ہوئی ہو کیونکہ اگر وہ اپنے مالک سے حاملہ ہے تو جماع کرنے میں کوئی شک ہی نہیں۔ [1]

حدیث نمبر 2235:

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

[1] فتح الباری، ص ٥٣٤، ج ٤.



خَيْبَرَ ، فَلَمَّا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الحِصْنَ ذُكِرَ لَهُ جَمَالُ صَفِيَّةَ بِنْتِ حُيَيِّ بْنِ أَخْطَبَ ، وَقَدْ قُتِلَ زَوْجُهَا ، وَكَانَتْ عَرُوسًا ، فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ ، فَخَرَجَ بِهَا حَتَّى بَلَغْنَا سَدَّ الرَّوْحَاءِ حَلَّتْ فَبَنَى بِهَا ، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطَعٍ صَغِيرٍ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: آذِنْ مَنْ حَوْلَكَ ، فَكَانَتْ تِلْكَ وَلِيمَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ، ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ: فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بِعَبَاءَةٍ ، ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ ، فَيَضَعُ رُكْبَتَهُ فَتَضَعُ صَفِيَّةُ رِجْلَهَا عَلَى رُكْبَتِهِ حَتَّى تَرْكَبَ .))

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لائے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے خیبر کے قلعوں پر آپ کو فتح عطا فرمائی تو آپ سے حضرت صفیہ بن حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کا ذکر کیا گیا۔ ان کا شوہر قتل ہو چکا تھا اور وہ خود دلہن بنی ہوئی تھی ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے منتخب فرما لیا۔ آپ انہیں خیبر سے ساتھ لے کر چلے ۔ جب سد روحاء پر پہنچے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں ۔ آپ نے ان سے ہم بستری کی، پھر ایک چھوٹے سے دستر خوان پر حلوہ تیار کر کے رکھ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اردگرد لوگوں میں اعلان کرو (کہ وہ آ کر اسے کھائیں) بس یہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آپ کی طرف سے دعوتِ ولیمہ تھی۔ پھر ہم مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے پیچھے اپنی عباء سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے جگہ ہموار کر رہے تھے ۔ پھر آپ نے اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا رکھ دیا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھ کر اونٹ پر سوار ہو گئیں۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آقا اپنی لونڈی کو سفر میں اپنے ہمراہ لے جا سکتا ہے لیکن استبراء رحم سے قبل اس سے مجامعت کی اجازت نہیں ہے۔

(۲)...... اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب فرما لیا تھا جب کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ اس تعارض کو بایں طور رفع کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حضرت دحیہ کو دی تھی پھر جب پتہ چلا کہ وہ تو سردار کی بیٹی ہے تو اس وقت کے قانون کے مطابق سردار کی بیٹی اگر گرفتار ہو کر آتی تو سردار ہی کے حصہ میں آتی ۔ اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ سے سات غلاموں کے عوض واپس لے لیا۔ (واللہ اعلم)



مردار اور بتوں کی خرید وفروخت

حدیث نمبر 2236:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، أَنَّهُ: سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ: إِنَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ ، وَالْمَيْتَةِ وَالْخِنْزِيرِ وَالأَصْنَامِ ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، أَرَأَيْتَ شُحُومَ الْمَيْتَةِ ، فَإِنَّهَا يُطْلَى بِهَا السُّفُنُ ، وَيُدْهَنُ بِهَا الْجُلُودُ ، وَيَسْتَصْبِحُ بِهَا النَّاسُ؟ فَقَالَ: لاَ ، هُوَ حَرَامٌ ، ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذٰلِكَ: قَاتَلَ اللّٰهُ الْيَهُودَ إِنَّ اللّٰهَ لَمَّا حَرَّمَ شُحُومَهَا جَمَلُوهُ ، ثُمَّ بَاعُوهُ ، فَأَكَلُوا ثَمَنَهُ ، قَالَ أَبُو عَاصِمٍ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ ، كَتَبَ إِلَيَّ عَطَاءٌ ، سَمِعْتُ جَابِرًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .))

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے مکہ مکرمہ میں عام الفتح کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید وفروخت کو حرام کر دیا ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! مردار کی چربی کا کیا حکم ہے؟ لوگ اسے کشتیوں پر ملتے ہیں، کھالوں پر لگاتے ہیں اور اپنے گھروں میں اس سے چراغ بھی جلا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی حرام ہے۔ پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو تباہ و برباد کرے، جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربی کو حرام کیا تو انہوں نے اسے پگھلا کر فروخت کیا اور قیمت کھائی۔
حضرت عطاء نے یزید کے پاس کہا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت کر رہے تھے۔“

فوائد:

(۱)...... شراب، مردار اور خنزیر کی خرید وفروخت اس لئے حرام ہے کہ یہ تمام چیزیں نجس اور پلید ہیں۔ اسی طرح بتوں کی جب تک صورتیں برقرار ہیں ان سے بھی نفع کمانا جائز نہیں ہے۔ جب انہیں توڑ دیا جائے تو بطور ایندھن خرید وفروخت کرنے میں چنداں حرج نہیں ہے۔

(۲)...... واضح رہے کہ یہود پر چربی حرام تھی، انہوں نے فتویٰ دیا کہ اس کا صرف کھانا حرام ہے گویا فائدہ

اٹھانے کا ایک حیلہ انہوں نے تلاش کر لیا تھا۔ اسی طرح لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مردار کی چربی ہم اِن اِن کاموں میں استعمال کرتے ہیں تو آپ نے اس موقع پر یہود کا حوالہ دیا کہ حرام کو جائز کرنے کا یہ حیلہ بنتا ہے۔ اس لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

(۳)...... حلال جانور جب مر جائے تو اس کی کھال کو دباغت دے کر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ حدیث میں اس کا جواز ملتا ہے۔





باب 113

کتے کی قیمت وصول کرنا

حدیث نمبر 2237:

((عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الكَلْبِ، وَمَهْرِ البَغِيِّ، وَحُلْوَانِ الكَاهِنِ.))

''حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، فاحشہ عورت کی کمائی اور کاہن کی نذر ونیاز سے منع فرمایا ہے۔''

حدیث نمبر 2238:

(((عَنْ) عَوْنُ بْنُ أَبِي جُحَيْفَةَ، قَالَ: رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى حَجَّامًا، فَأَمَرَ بِمَحَاجِمِهِ، فَكُسِرَتْ، فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ قَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الدَّمِ، وَثَمَنِ الكَلْبِ، وَكَسْبِ الأَمَةِ، وَلَعَنَ الوَاشِمَةَ وَالمُسْتَوْشِمَةَ، وَآكِلَ الرِّبَا، وَمُوكِلَهُ، وَلَعَنَ المُصَوِّرَ.))

''حضرت عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے اپنے والد گرامی کو دیکھا کہ انہوں نے سنگی لگانے والا ایک غلام خریدا۔ انہوں نے اس کے آلات توڑ ڈالے تو میں نے اس کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے خون اور کتے کی قیمت اور لونڈی زانیہ کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور جلد میں سوئی کے ساتھ سرمہ بھرنے والی اور بھروانے والی پر، سود کھانے اور کھلانے والے پر نیز تصویر بنانے والے پر لعنت کی ہے۔''

فوائد:

(۱)......ان دو احادیث میں پانچ احکام بیان ہوئے ہیں۔ جن کے متعلق شریعت نے حکم امتناعی جاری کیا ہے۔

(۱)...... کتے کی قیمت (۲)......فاحشہ عورت کی کمائی

(۳)......کاہن کی شیرنی (۴)......خون کی خرید وفروخت

(۵)......لونڈی سے پیشہ کرانا

...ا کے علاوہ تین کاموں کی نشاندہی کی گئی ہے جو باعث لعنت و پھٹکار ہیں:

(۱)......خوبصورتی کے لیے جسم کے کسی حصہ میں سرمہ بھرنے بھرانے کا پیشہ کرنا

(۲)......سودی کاروبار کرنا یعنی اسے لینا دینا

(۳)......فوٹو گرافی اور تصویر کشی کو اختیار کرنا

(۲)......امام بخاری کا مقصد صرف کتے کی قیمت کے متعلق ہمیں آگاہ کرنا ہے کہ یہ حرام اور ناجائز ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک ہر قسم کے کتے کی قیمت حرام ہے خواہ سدھایا ہوا ہو یا اس کے علاوہ ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی اسے مار ڈالے تو اس پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ ❶

لیکن اس دور میں کتوں سے بہت سے کام لیے جاتے ہیں مثلاً

جاسوسی، سراغ رسانی اور شکار کرنے کے لیے ان کا استعمال بہت مشہور ہے، کسٹم اور دیگر شعبہ جات میں کتوں کی بہت اہمیت ہے۔ گھر کی حفاظت کے لیے کتوں کا رکھنا بھی ہمارے ہاں معمول ہے اور اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کا انتفاع جائز ہے اس کی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ احادیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں شکاری کتے کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کے علاوہ کسی بھی کتے کی قیمت لینے سے منع کیا ہے۔ ❷

اس روایت کو اگرچہ امام نسائی نے منکر کہا ہے، تاہم محدث العصر علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ❸

اس حدیث نے مطلق طور پر ہر قسم کے کتے کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔

(۳)......واضح رہے کہ کتے میں سونگھنے کی بہت قوت ہوتی ہے۔ یہ سونگھ کر مجرم کا کھوج لگاتے ہیں۔ ان کی باقاعدہ ٹریننگ ہوتی ہے۔ ان پر بہت خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ پھر ان تربیت یافتہ کتوں کی بہت بھاری قیمتیں ہوتی ہیں۔ بہر حال شوقیہ کتے رکھنا یا دوڑ میں مقابلہ کے لیے انہیں پالنا، اس کی شرعاً اجازت نہیں ہے البتہ کسی ضرورت کے پیش نظر انہیں رکھنا جائز ہے۔



❶ فتح الباری، ٥٣٨، ج ٤.

❷ سنن نسائی، البیوع، ٤٦٦٨.

❸ صحیح نسائی، ٤٣٥٣.

كتاب السلم

سَلَم کا بیان

سلم لفظی اور معنوی طور پر سلف ہی ہے جس کا معنی ایڈوانس ہے۔ دراصل سلف اہل عراق اور سلم اہل حجاز کی لغت ہے۔

سلف بیوع کی ایک قسم ہے جس میں قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اور سودا معین مدت بعد لیا جاتا ہے۔ جو قیمت پہلے ادا کی جاتی ہے اسے رأس المال اور جو چیز تاخیر سے فروخت کی جاتی ہے اس مسلم فیہ، قیمت ادا کرنے والے کو رب السلم اور جنس ادا کرنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔

دراصل اسلام کا قاعدہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو، اس کی خرید وفروخت نہیں کی جاسکتی لیکن اقتصادی ضرورت اور معاشی مصلحت کے پیش نظر لوگوں کی سہولت کے لیے اسے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور اس بیع کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہے۔ اس کے جواز کے لیے چند ایک شرائط ہیں جنہیں ہم آئندہ بیان کریں گے۔

دور حاضر میں بڑے بڑے کاروبار خصوصاً بیرون ممالک سے تجارت سلم ہی کی بنیاد پر ہورہی ہے۔ بین الاقوامی تجارت میں رقم پیشگی ادا کردی جاتی ہے یا بنک گارنٹی مہیا کی جاتی ہے۔

یہ بھی ہوتا ہے کہ قیمت کا کچھ حصہ پیشگی دیا جاتا ہے اور باقی چیز وصول ہونے کے بعد واجب الادا ہوتا ہے۔ جملہ شرائط ایک معاہدے کی شکل میں تحریر کرلی جاتی ہیں۔ فریقین اس تحریر کے پابند ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بیرون ممالک سے تجارت نہیں کی جاسکتی۔

امام بخاری نے اس کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس کے متعلق الگ عنوان قائم کیا ہے۔ اگرچہ کتاب البیوع میں اسے عام ابواب کی حیثیت سے ہی بیان کیا جاسکتا تھا۔

امام بخاری نے اس سلسلہ میں اکتیس احادیث بیان کی ہیں جن میں چار معلق اور باقی ستائیس موصول ہیں۔ اس عنوان کے تحت متعدد احادیث مکرر بیان ہوئی ہیں، صرف پانچ خالص ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث کو امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ کرام اور تابعین عظام سے چھ آثار بھی مروی ہیں۔ امام بخاری نے ان احادیث پر چھوٹے چھوٹے آٹھ عنوان قائم کیے ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① ماپ مقرر کر کے سلم کرنا
② تول یا وزن مقرر کر کے سلم کرنا
③ ایسے شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہیں
④ درخت پر لگی کھجوروں کے متعلق بیع سلم کرنا
⑤ بیع سلم میں ضمانت لینا
⑥ سلم میں کوئی چیز گروی رکھنا
⑦ بیع سلم کی میعاد مقرر ہونا چاہیے
⑧ اونٹنی کے بچہ جننے تک کی مدت کا سلم

بہرحال بیع سلم کے وقت جنس کا پایا جانا ضروری نہیں تاہم یہ ضروری ہے اختتام مدت پر اس چیز کا عام دستیاب ہونا ممکن ہو۔

بہرحال ہماری مذکورہ معروضات کو سامنے رکھتے ہوئے امام بخاری کے قائم کردہ عنوانات اور اس میں پیش کردہ احادیث کا مطالعہ کریں۔ اس سلسلہ میں امام بخاری کی قوت اجتہاد اور مصالح وضروریات سے آگہی کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)







باب 1

معین ماپ میں سلم کرنا

حدیث نمبر 2239:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَدِمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ ، وَالنَّاسُ يُسْلِفُونَ فِي الثَّمَرِ الْعَامَ وَالْعَامَيْنِ ، أَوْ قَالَ: عَامَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً ، شَكَّ إِسْمَاعِيلُ ، فَقَالَ: مَنْ سَلَّفَ فِي تَمْرٍ ، فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ ، أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ ، بِهَذَا: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں کے بارے میں سال، دو سال یا تین سال تک کے لیے بیع سلم کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو کوئی کھجور کے لیے پیشگی ادائیگی کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ معین ماپ اور معین وزن کی وضاحت کے ساتھ بیع سلم کرے۔

ابن ابی نجیح سے بھی یہی حدیث بیان ہوئی ہے جس کے الفاظ ہیں کہ وہ معین ماپ اور مقررہ وزن میں بیع سلم کرے۔''

فوائد:

بیع سلم میں نقد رقم کو رأس المال اور مبیع کو مسلم فیہ کہتے ہیں۔ اس کی چند ایک شرائط ہیں:

① کیلی یا وزنی یا عددی چیزوں میں کیل، وزن اور تعداد کا تعین ضروری ہے۔

② جو چیز پیشگی قیمت کے عوض ادا کرنا ہے، اس کی جنس بیان کی جائے وہ گندم ہے یا جو یا کھجور۔

③ اس کی نوعیت اور اوصاف بتانا بھی ضروری ہیں کہ کون سی گندم یا کس قسم کی کھجور دینا ہے۔

④ مدت ادائیگی طے کر لی جائے کہ ایک مہینہ یا دو مہینے میں ادائیگی ہوگی، یعنی تاریخ کا تعین بھی ضروری ہے۔

⑤ اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ وہ چیز کس جگہ یا مقام پر ادا کی جائے گی۔

⑥ رأس المال بھی پیشگی مسلم الیہ کے حوالے کر دیا جائے۔

حدیث میں صرف ایک شرط کا بیان ہے کہ کیلی یا وزنی اشیاء کا کیل اور وزن معین کرنا ضروری ہے۔ اگر وزن اور ماپ مقرر نہ کیا جائے تو بہت سے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں۔





تول یا وزن مقرر کر کے بیع سلم کرنا

حدیث نمبر 2240:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ بِالتَّمْرِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ ، فَقَالَ: مَنْ أَسْلَفَ فِي شَيْءٍ، فَفِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ ، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ ، وَقَالَ: فَلْيُسْلِفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ .))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو وہاں کے باشندے دو یا تین سال کی معیاد پر کھجوروں کے متعلق پیشگی رقم ادا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی کسی چیز کے متعلق بیع سلم کرے تو معین ناپ، یعنی وزن اور معین میعاد ٹھہرا کر کرے۔

ابن نجیح نے یہی حدیث بیان کی تو اس کے الفاظ یہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معین ماپ اور معین میعاد ٹھہرا کر بیع سلم کرنا چاہیے۔''

فوائد:

(۱)...... اس حدیث میں کھجوروں کا ذکر ہے، کیونکہ مدینہ طیبہ میں کھجوروں کے متعلق ہی بیع سلم ہوا کرتی تھی لیکن اگر کھجور درخت پر ہیں اور ان کی بیع سلم کرنا ہے تو ان کی شرائط آگے بیان ہوں گی۔ اس مقام پر صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ماپ اور وزن کے ساتھ مدت کا تعین بھی ضروری ہے تاکہ کوئی نزاع پیدا نہ ہو۔

(۲)...... اگر اس میں خیانت ہو تو مقدمہ کیا جا سکتا ہے اور تاوان بھی وصول کیا جا سکتا ہے۔

(۳)...... روز مرہ کی کئی اشیاء ایسی ہیں جن کا سودا گنتی کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً انڈوں کی خرید فروخت، ان میں گنتی کا اعتبار ہوگا۔

(۴)...... یاد رہے کہ رقم کی ادائیگی کچھ پیشگی ہو سکتی ہے اور کچھ آئندہ وعدہ پر بھی ادا کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں بنک گارنٹی بھی کارآمد ہے بشرطیکہ اس میں سود کی آمیزش نہ ہو۔

حدیث نمبر 2241:

((عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ، إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ.))

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے، پھر مذکورہ بالا حدیث یوں بیان فرمائی کہ معین ماپ، معین وزن اور معین مدت ٹھہرا کر بیع سلم کی جائے۔''

فوائد:

امام بخاری شوافع کی تردید کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک معاملہ صرف نقد بنقد جائز ہے۔ بہرحال اگر معاہدہ طے ہو جائے کہ ہزار روپے کی دو من گندم آج سے پورے تین ماہ بعد تم سے وصول کروں گا اور گندم کی نوعیت اور وصف بھی طے کر لیا جائے، پھر خریدار نے اسی وقت ہزار روپیہ فروخت کار کے حوالے کر دیا تو جائز ہے۔ اب معین مدت پوری ہونے کے بعد معین وزن کا غلہ خریدار کو ادا کرنا ہوگا۔ کیل اور وزن سے مراد ماپ اور تول ہے۔ اس میں جس چیز سے وزن یا پیمائش کرنا ہے مثلاً کلو گرام، سیر، چھٹانک، میٹر یا فٹ وغیرہ، یہ جملہ باتیں طے ہونا ضروری ہیں تاکہ آئندہ کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو۔

حدیث نمبر 2242، 2243:

((حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدٌ أَوْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ قَالَ: اخْتَلَفَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ، وَأَبُو بُرْدَةَ فِي السَّلَفِ، فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: إِنَّا كُنَّا نُسْلِفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّبِيبِ، وَالتَّمْرِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبْزَى، فَقَالَ: مِثْلَ ذَلِكَ.))

''عبداللہ بن ابی مجالد سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ عبداللہ بن شداد اور ابو ہریرہ نے بیع سلم کے متعلق اختلاف کیا تو لوگوں نے مجھے حضرت ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ میں نے ان سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں گندم، جو، منقیٰ اور کھجور میں بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابی ابزیٰ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔''

فوائد:

(۱)..... حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس امر پر اجماع امت ہے کہ بیع سلم میں جو چیزیں ماپ اور وزن کے قابل ہیں ان کا ماپ اور وزن مقرر ہونا ضروری ہے اور جو چیزیں محض عدد سے تعلق رکھتی ہیں ان کی تعداد کا مقرر ہونا ضروری ہے۔ نیز اوصاف کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ دوسری چیزوں سے ممتاز ہو سکے اور آئندہ کسی قسم کا نزاع پیدا نہ ہو۔ ❶

(۲)..... دراصل کاریگروں اور کاشت کاروں کو پیشگی سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ایسا کام جائز نہ ہوتو وہ کاروبار نہیں کر سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کا لین دین مدینہ طیبہ میں بہت عام تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی اصلاح فرما کر اسے جاری رکھا۔



❶ فتح الباری ، ص ٥٤٣ ، ج ٤ .





باب 3

ایسے شخص سے بیع سلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہیں

حدیث نمبر 2244، 2245:

((حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمُجَالِدِ، قَالَ: بَعَثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ، وَأَبُو بُرْدَةَ إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَا: سَلْهُ، هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ فِي الْحِنْطَةِ؟ قَالَ: عَبْدُ اللّٰهِ كُنَّا نُسْلِفُ نَبِيطَ أَهْلِ الشَّأْمِ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّيْتِ، فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، قُلْتُ: إِلَى مَنْ كَانَ أَصْلُهُ عِنْدَهُ؟ قَالَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ، ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْلِفُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ: أَلَهُمْ حَرْثٌ أَمْ لَا.))

''محمد بن ابی مجالد سے روایت ہے، انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن شداد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام گندم میں بیع سلم کیا کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! ہم شام کے کاشتکاروں سے گندم، جو اور روغن میں ایک معین ماپ اور معین مدت ٹھہرا کر بیع سلم کیا کرتے تھے۔ میں نے دریافت کیا آیا تم اس شخص سے سودا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال ہوتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا ہم ان سے یہ نہیں پوچھتے تھے۔ پھر انہوں نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابزی کے پاس بھیجا، میں نے ان سے بھی دریافت کیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کرام بیع سلم کیا کرتے تھے اور ہم ان سے یہ نہیں پوچھتے تھے کہ ان کے پاس کھیتی ہے یا نہیں؟

محمد بن ابی مجالد کی ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: ''ہم گیہوں اور جو میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔'' اور سفیان سے روایت ہے کہ شیبانی نے اس میں لفظ ''روغن'' کا اضافہ بیان کیا ہے اور جریر نے شیبانی سے جو حدیث بیان کی ہے اس میں ''گیہوں، جو اور منقی'' کے الفاظ ہیں۔ یعنی ان اشیاء میں بیع سلم کرتے تھے۔''



فوائد:

اس حدیث میں اصل سے مراد آئندہ ادا کی جانے والی چیز کی اصل ہے۔ چنانچہ گندم کا اصل کھیتی ہے اور پھلوں کا اصل درخت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بیع سلم میں کوئی شخص یہ شرط نہ لگائے کہ جس شخص سے معاملہ کیا جا رہا ہے وہ مطلوبہ چیز کے ذرائع بھی رکھتا ہو۔ مثلاً یہ ضروری نہیں کہ جن لوگوں سے انڈے لینے کا معاملہ کیا جا رہا ہے، ان کے پاس پولٹری فارم ہونا ضروری ہے یا گندم کا معاملہ صرف کھیتی یا مالکان زمین سے ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی پاس ایک مرغی یا گندم کا ایک پودا بھی نہ ہو لیکن وہ ہزاروں درجن انڈے یا لاکھوں من گندم فراہم کر سکتا ہو۔ اس میں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس میں دھوکہ ممکن ہے، اس لئے کہ جب ذریعہ نہیں تو کہاں سے فراہم ہوں گے۔ اس حدیث میں اسی اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 2246:

((قَالَ (أَبُو الْبَخْتَرِيِّ الطَّائِي): سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، قَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُوكَلَ مِنْهُ، وَحَتَّى يُوزَنَ فَقَالَ الرَّجُلُ: وَأَيُّ شَيْءٍ يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ: حَتَّى يُحْرَزَ، وَقَالَ مُعَاذٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عَمْرٍو، قَالَ أَبُو الْبَخْتَرِيِّ: سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

ابو بختری طائی سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ جو کھجور درخت پر لگی ہوئی ہو اس کے متعلق بیع سلم کرنا کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگی کھجور کی بیع سے منع فرمایا ہے جب تک وہ کھانے کے قابل اور وزن کے لائق نہ ہو جائے۔ ایک شخص نے پوچھا کس چیز کا وزن کیا جائے تو ایک شخص جوان کے پاس بیٹھا تھا، بولا یعنی اندازہ کرنے کے لائق نہ ہو جائے۔

ابو بختری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بایں الفاظ بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جیسی بیع سے منع فرمایا ہے۔،

فوائد:

(۱)...... بیع سلم کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص پیشگی رقم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنی مدت کے بعد اتنے من کھجوریں درکار ہیں۔ بیع سلم کے اعتبار سے ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سے بحث نہیں ہوگی کہ کہاں سے لا کر دے گا، اس کے پاس باغ وغیرہ ہے یا نہیں؟

(۲)...... دوسری حدیث یہ ہے کہ کوئی شخص پیشگی رقم دیتے وقت کہتا ہے کہ فلاں باغ کے فلاں درختوں پر لگی

ہوئی کھجوریں درکار ہیں، ایسا کرنا جائز نہیں ہے جب تک کھجوروں میں کھانے کی صلاحیت نہ ظاہر ہو جائے۔ باغ اور درخت کے تعین سے ضرر اور غرر کا اندیشہ ہے، اس لیے ایسا سودا جائز نہیں ہوگا۔

امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فروختکار کے پاس کسی چیز کا اصل نہ ہونا اس وقت فائدہ مند ہے جب عام پھل فراہم کرنے کا سودا ہو لیکن جب کسی خاص باغ کے خاص درختوں پر لگے ہوئے پھلوں کا سودا ہوگا تو اصل ہونے کے باوجود اس وقت تک جائز نہیں ہوگا جب تک اس پھل میں صلاحیت نہ پیدا ہو جائے۔ اس کی مزید وضاحت آئندہ ہوگی۔





باب 4

درخت پر لگی کھجوروں کی بیع سلم

حدیث نمبر 2247،2248:

((عَنْ أَبِي البَخْتَرِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نُهِيَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَعَنْ بَيْعِ الوَرِقِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ، أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُوزَنَ.))

''ابوبختری سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے درخت پر لگی ہوئی کھجور کی بیع سلم کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کی خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے حتی کہ ان میں صلاحیت پیدا ہو جائے اور نقد چاندی کے عوض ادھار چاندی فروخت کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے درخت پر لگی ہوئی کھجور میں بیع سلم کرنے سے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت پر لگی کھجور کی خرید وفروخت سے منع فرمایا تا آنکہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے اور وزن کے لائق ہو جائے۔''

حدیث نمبر 2249،2250:

((عَنْ أَبِي البَخْتَرِيِّ، سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ السَّلَمِ فِي النَّخْلِ، فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرِ حَتَّى يَصْلُحَ، وَنَهَى عَنِ الوَرِقِ بِالذَّهَبِ نَسَاءً بِنَاجِزٍ وَسَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَأْكُلَ، أَوْ يُؤْكَلَ، وَحَتَّى يُوزَنَ قُلْتُ: وَمَا يُوزَنُ؟ قَالَ رَجُلٌ: عِنْدَهُ حَتَّى يُحْرَزَ.))

''حضرت ابوبختری سے ہی روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کھجور میں بیع سلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع کیا ہے تا آنکہ ان میں صلاحیت پیدا ہو جائے اور سونے کے عوض چاندی کی بیع سے بھی منع کیا، جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو۔



پھر میں نے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی بیع سے منع کیا حتی کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں اور ان کا وزن کیا جا سکے۔ میں نے عرض کیا وزن کیا جانے کا کیا مطلب ہے؟ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ ان کو محفوظ کیا جا سکے۔"

فوائد:

(۱)...... مطلب یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کی خرید وفروخت اس وقت جائز ہے جب وہ کھانے کے قابل ہو جائیں یا استعمال کے لائق ہو جائیں۔ ان کا پورا پکا ہوا نہ سہی، نیم پختہ ہونا ضروری ہے۔ اس سے پہلے ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر درخت کے ذکر کے بغیر صرف اس طرح معاملہ طے کیا جائے کہ اتنے من یا اتنے ٹوکرے کھجور درکار ہے اور ان کی قیمت پیشگی ادا کر دی جائے تو بیع سلم جائز ہے۔ فروخت کرنے والا جہاں سے بھی فراہم کرے۔ خواہ اس کے پاس کھجور کا ایک بھی درخت نہ ہو، ٹھیکیدار کی حیثیت سے یہ معاملہ شرعاً جائز ہے۔

(۲)...... درخت پر کھجور کا وزن ناممکن ہے، اس لئے وزن کیا جانے کا یہ معنی کیا گیا کہ اس سے مراد انہیں اتار کر محفوظ کر لینا ہے۔ خرص، وزن اور اکل سب کا ایک ہی معنی ہے کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائیں۔

(۳)...... امام بخاری کا ان احادیث سے یہ مقصد ہے کہ درخت پر لگی کھجوروں کے متعلق بیع سلم درست نہیں ہے کیونکہ اس میں دھوکہ اور نقصان کا اندیشہ ہے۔



باب 5

بیع سلم میں کسی کو ضامن بنانا

حدیث نمبر 2251:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اشْتَرَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِنَسِيئَةٍ، وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ.))

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار پر غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔''

فوائد:

(۱)...... امام بخاری نے رہن رکھنے سے کفالت کا مسئلہ ثابت کیا ہے کیونکہ گروی رکھنے سے مقصود بھی کفالت ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی کی کفالت پر بھی معاملہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲)...... دراصل امام بخاری کی عادت ہے کہ وہ بعض اوقات عنوان سے کسی حدیث کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے خود کتاب الرھن میں ایک روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی کے پاس رہن اور بیع سلم میں کفیل کا ذکر کیا گیا تو آپ نے اس کے ثبوت کے لیے مذکورہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیش کر دیا۔ [1]

(۳)...... گویا ابراہیم نخعی نے بیع سلم میں خرید کردہ چیز موقع پر دینے کے لیے اس حدیث سے کفالت کو ثابت کیا ہے۔ امام بخاری کا بھی یہی مقصود ہے (واللہ اعلم) لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ مذکورہ حدیث پیش کردہ عنوان پر دلالت نہیں کرتی۔ (واللہ اعلم)



[1] صحیح بخاری، الرھن، ۲۵۰۹.


باب 6

بیع سلم میں گروی رکھنا

حدیث نمبر 2252:

((عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَارْتَهَنَ مِنْهُ دِرْعًا مِنْ حَدِيدٍ .))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے معین مدت تک ادائیگی پر کچھ غلہ خریدا اوراس کے پاس لوہے کی زرہ گروی رکھ دی۔

فوائد:

اس عنوان اور حدیث سے امام بخاری نے ان حضرات کی تردید فرمائی ہے جو کہتے ہیں کہ بیع سلم میں رھن جائز نہیں ہے۔

علامہ اسماعیلی نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک شخص حضرت ابراہیم نخعی سے کہا حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ سلم میں رھن رکھنا سود ہے۔ حضرت ابراہیم نخعی نے مذکورہ حدیث بیان کر کے اس کی تردید کی یعنی جب قیمت وصول کرنے کے لیے رہن رکھی جاسکتی تو خرید کردہ چیز وصول کرنے کے لیے گروی کیوں نہیں رکھی سکتی۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ [1]



[1] فتح الباری ، ص ٥٤٧ ، ج ٤ .



باب 7

مقررہ مدت تک کے لیے بیع سلم کرنا

حضرت ابن عباس، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم، حضرت اسود اور حضرت حسن بصری رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر غلہ کا نرخ اور اس کی صنعت معلوم ہو تو اس کی میعاد معین کر کے سلم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ غلہ کسی خاص کھیت کا نہ ہو جس کی صلاحیت ابھی ظاہر نہ ہوئی ہو۔

وضاحت:

(۱)...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کو امام شافعی نے متصل سند سے بیان کیا ہے اور حضرت ابوسعید خدری کا قول مصنف عبدالرزاق میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت حسن بصری کے قول کو سعید بن منصور نے اور حضرت اسود کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے متصل اسناد سے ذکر کیا ہے۔ [1]

(۲)...... بیع سلم کی دو اقسام ہیں۔

❀:...... سلم حالی ❀:...... سلم مالی

سلم حالی یعنی نقد بنقد سودا کیا جائے۔ اور سلم مالی یعنی قیمت نقد ہو لیکن خرید کردہ چیز ایک معین مدت تک مؤخر کر دی جائے۔

(۳)...... شافعی حضرات پہلی کو جائز کہتے ہیں اور دوسری قسم ان کے ہاں ناجائز ہے۔ امام بخاری نے ان کی تردید کے لیے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ جب اساطین اور اجلہ تابعین اسے جائز کہتے ہیں تو اس کے ناجائز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر 2253:

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُسْلِفُونَ فِي الثِّمَارِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ، فَقَالَ: أَسْلِفُوا فِي الثِّمَارِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ، وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْوَلِيدِ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَجِيحٍ، وَقَالَ: فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ، وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ.))

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ پھلوں کے متعلق دو دو سال اور تین تین سال ادھار پر سودا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] فتح الباری، ص ٥٤٨، ج ٤.



نے فرمایا کہ اگر تم نے پھلوں میں ادھار کرنا ہے تو ماپ بھی معلوم ہو اور مدت بھی معین ہو۔
ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا پھلوں کا ماپ یا وزن معلوم ہو۔"

حدیث نمبر 2254، 2255:

((عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي مُجَالِدٍ، قَالَ: أَرْسَلَنِي أَبُو بُرْدَةَ، وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبْزَى، وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ، فَقَالاَ: كُنَّا نُصِيبُ الْمَغَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكَانَ يَأْتِينَا أَنْبَاطٌ مِنْ أَنْبَاطِ الشَّأْمِ، فَنُسْلِفُهُمْ فِي الْحِنْطَةِ، وَالشَّعِيرِ، وَالزَّبِيبِ، إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى قَالَ: قُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ؟ قَالاَ: مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ.))

"حضرت محمد بن ابی مجالد سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے ابو ہریرہ اور عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہما نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے بیع سلم کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ غنیمت کا مال ملتا تھا اور ہمارے پاس ملک شام کے کاشتکاروں میں سے کچھ لوگ آتے تو ہم ان سے گندم، جو اور منقی کے متعلق معین مدت کی ادائیگی تک بیع سلم کرتے تھے۔ میں نے کہا ان کی کھیتی ہوتی تھی یا نہیں تو ان دونوں نے کہا، اسکے متعلق ہم ان سے دریافت نہیں کرتے تھے۔"

فوائد:

(۱)......سلف اور سلم دونوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کسی چیز کے متعلق پیشگی سودا کرنا۔ یعنی قیمت پہلے ادا کر دی، پھر معین مدت کے بعد معلوم وزن یا ناپ یا مقدار کے اعتبار سے وہ چیز لے لی۔ جن لوگوں سے غلہ وغیرہ خریدا جاتا ہے ان سے یہ نہیں پوچھا جاتا تھا کہ وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں یا نہیں، اس سے کوئی غرض نہیں۔ وہ جہاں سے چاہیں مال مہیا کر کے وقت مقررہ پر حوالے کر دیں۔ ہاں اگر متعین طریقہ پر یوں معاملہ کیا جائے کہ فلاں کھیت کی گندم اتنے من مطلوب ہے جو وہاں موجود نہیں تو ایسا معاملہ شرعاً درست نہیں ہے۔

(۲)...... امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث کے بعد ایک معلق روایت ذکر کی ہے جسے جامع سفیان میں متصل سند سے بیان کیا گیا ہے، اسے بیان کرنے کا مقصد صرف حضرت سفیان کی تحدیث کو بیان کرنا ہے۔ جب کہ پہلی روایت میں انہوں نے "عن" کے صیغہ سے بیان کیا تھا۔ [1]

[1] فتح الباری، ص ٥٤٩، ص ٤.



باب 8

اونٹنی کے جننے کی مدت تک کے لیے بیع سلم کرنا

حدیث نمبر 2256:

((عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، قَالَ: كَانُوا يَتَبَايَعُونَ الْجَزُورَ إِلَى حَبَلِ الْحَبَلَةِ ، فَنَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ ، فَسَّرَهُ نَافِعٌ: أَنْ تُنْتَجَ النَّاقَةُ مَا فِي بَطْنِهَا .))

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت انہوں نے فرمایا کہ دور جاہلیت میں لوگ ''حبل الحبلہ'' کی مدت کے وعدے پر اونٹوں کی خرید وفروخت کرتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔
حضرت نافع رحمہ اللہ نے حبل الحبلہ کی تفسیر بایں الفاظ کی کہ اونٹنی بچہ جنے جو اس کے پیٹ میں ہے۔''

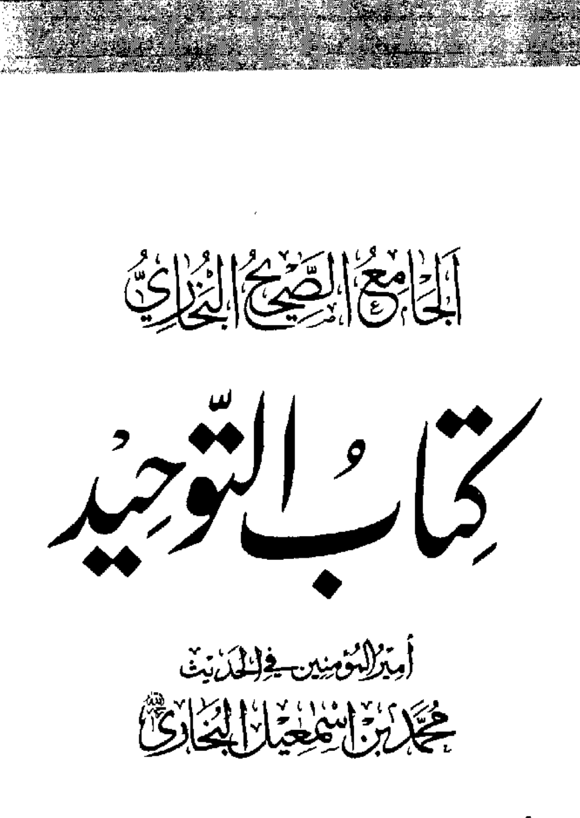
فوائد:

(۱)...... دورِ جاہلیت میں بیع سلم کی ایک عجیب صورت رائج تھی ۔ جب کسی کو پتہ چلتا کہ فلاں آدمی کے پاس اعلی نسل کی اونٹنی ہے تو وہ اس کے مالک سے یہ معاملہ طے کرتا کہ اونٹنی جب حاملہ ہو تو اس کے بچے کا میں خریدار ہوں، اس کی قیمت پہلے ادا کر دیتا ہوں ۔ اگر مالک کہتا کہ اس بچے کا سودا ہو چکا ہے تو وہ اگلی نسل کا سودا کرنے کو بھی تیار ہو جاتا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی خرید وفروخت سے منع فرمادیا۔ کیونکہ یہ موہوم چیز کی بیع ہے۔ معلوم نہیں اونٹنی کیا جنتی ہے؟ جنتی بھی ہے یا نہیں یا مردہ بچہ جنم دیتی ہے۔

(۲)...... امام بخاری نے اس سے ثابت کیا ہے کہ بیع سلم میں اگر میعاد مجہول ہو تو ایسا سودا ناجائز ہے۔ گو اونٹنی قریب قریب ایک سال کی مدت میں جنم دیتی ہے، تاہم یہ میعاد مجہول ہے۔ آگے پیچھے کئی دن کا فرق ہو سکتا ہے جو نزاع کا باعث بنتا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا۔

(۳)......بعض دفعہ قیمت کی ادائیگی کے لیے مہینہ اور دن کا تو تعین نہ کرتے بلکہ اونٹنی کے بچہ جنم دینے کو وعدہ ٹھہرا لیتے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ حمل کا بچہ بڑا ہو کر جب بچہ جنے تو قیمت ادا ہو گی جیسا کہ دوسری روایات میں اس کی صراحت ہے۔ اس میعاد میں جہالت تھی، اس لئے منع کر دیا گیا۔ اس حدیث کے متعلقہ کچھ مباحث حدیث 2143 کے تحت بیان ہو چکے ہیں۔





ترجمہ وفوائد

ابو محمد عبد الستار الحماد حفظہ اللہ

مقدمہ توحید

ڈاکٹر حافظ عبد الرشید اظہر رحمہ اللہ

مکتبہ اسلامیہ

یہ کتاب

امیر المحدثین امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی تالیف صحیح بخاری سے کتاب البیوع کا شیخ الحدیث ابو محمد عبد الستار الحماد حفظہ اللہ کے قلم سے رواں دواں اور شستہ اردو ترجمہ، دورِ حاضر کی ضروریات کے مطابق احادیث کی تشریح، حدیث اور عنوان حدیث میں مطابقت، بظاہر متعارض احادیث میں علمی تطبیق، منکرین احادیث کے شبہات کا ازالہ اور حدیث سے متعلقہ دیگر روایات میں آمدہ اضافوں کی صراحت پر مشتمل، نیز درج ذیل امتیازات کی حامل ہے۔

۱۔ تشریح وفوائد میں صحیح احادیث کا التزام
۲۔ احادیث کی تحقیق وتخریج اور حوالہ جات کا اہتمام
۳۔ خرید وفروخت کے متعلق عصری غلط فہمیوں کا ازالہ
۴۔ تجارت کے بے شمار پہلوؤں پر سیر حاصل بحث

اس کے علاوہ

جاذب نظر ٹائیٹل اور دیدہ زیب طباعت سے مزین ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر یہ کتاب تمام اہل علم بالخصوص تاجر حضرات کے مطالعہ میں ضرور آنی چاہیے۔